مصروف حضرات کے لیے سیرت طیبہ
کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کیے ہوئے

آسان سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

سیرت طیبہ کا مطالعہ
ہر مسلمان کا دینی فریضہ

محبت نبوی کا اہم تقاضا بھی ہے
مصروفیت کے اس دور میں مفصل سیرت
کے مطالعہ کی نسبت آسان پیرائے میں
مختصر اور جامع انداز زیادہ آسان ہوتا ہے...
اسی ضرورت کے پیش نظر سیرت طیبہ کے مضامین ترتیب
دیئے گئے ہیں جو دل میں اتباع سنت کا جذبہ بیدار کرنے
میں اپنی مثال آپ ہیں
سیرت طیبہ کے ہزاروں صفحات سے مبارک انتخاب
جو گویا مکمل سیرت طیبہ
پڑھ لینے کے برابر ہے۔

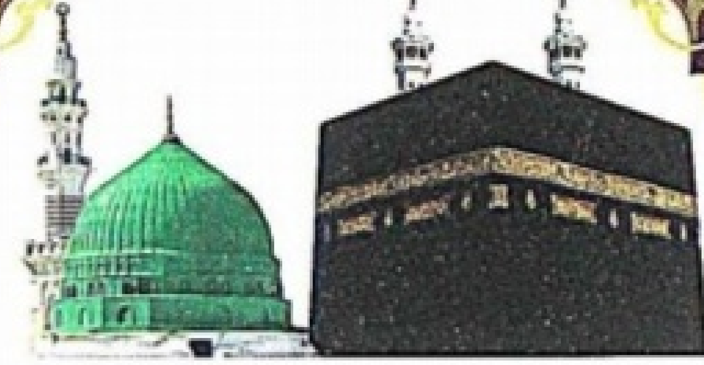
مجموعہ افادات

ضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ
یکیم الامت حضرۃ تھانوی رحمہ اللہ
ضرۃ مولانا سید میاں اصغر حسین صاحب رحمہ اللہ
ضرۃ مولانا حبیب الرحمن صاحب رحمہ اللہ
ضرۃ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمہ اللہ
ضرت مولانا ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ
یم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ
کر اسلام سید ابو الحسن علی ندوی رحمہ اللہ
لانا سید مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ
ضرت مولانا محمد میاں صاحب رحمہ اللہ
العصر حضرۃ مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ



یا رب صل وسلم دائما ابدا
علی حبیبک خیر الخلق کلہم

ادارہ تالیفات اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان 061-4519240



یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

آسان سِیرتُ النبی ﷺ

مصروف حضرات کے لیے سیرت طیبہ
کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کیے ہوئے

اِدارہ تالیفاتِ اَشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
0322-6180738, 061-4519240

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

آسان سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مکتبہ سید احمد شہید
10 کریم مارکیٹ، اردو بازار لاہور
Ph: 37228272-37228196

آپ اِس کتاب کو اِس طرح پڑھیے

زیرِ نظر کتاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
مبارک زندگی کے حالات و واقعات پر مشتمل ہے۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے
"مومن کی (اچھی) نیت اس کے (اچھے) عمل سے بہتر ہے"
یہ حدیث محتاج تشریح نہیں...
اگر ان مضامین کے مطالعہ سے قبل عمل کرنے کی مبارک نیت کا استحضار کر لیں اور
دل میں یہ جذبہ ہو کہ "میں بھی اپنی زندگی کو محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کے
مطابق ڈھال کر اللہ کا قرب حاصل کر لوں"
تو ان شاء اللہ اس نیت کی برکت سے اللہ تعالیٰ خود ہمت و قوت نصیب فرما دیتے ہیں
مطالعہ کیلئے ایسا وقت مقرر کیا جائے...
جو پُرسکون ہو اور پریشانیوں سے ذہن فارغ ہو۔

ھدیۂ مُحبّت

بخدمت جناب..

....

....

....

....

نوٹ:۔ دوست احباب کو ہدیہ کر کے اپنے لئے صدقہ جاریہ بنائیے

مصروف حضرات کے لیے سیرت طیبہ
کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کیے ہوئے

آسان سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

سیرت طیبہ کا مطالعہ
ہر مسلمان کا دینی فریضہ ہے
جو محبت نبوی کا اہم تقاضا بھی ہے۔
مصروفیت کے اس دور میں مفصل سیرت کے
مطالعہ کی نسبت آسان پیرائے میں
مختصر اور جامع انداز زیادہ آسان ہوتا ہے...
اسی ضرورت کے پیش نظر سیرت طیبہ کے مضامین
ترتیب دیے گئے ہیں جو دل میں اتباع سنت کا
جذبہ بیدار کرنے میں اپنی مثال آپ ہیں...
سیرت طیبہ کے ہزاروں صفحات
سے لاجواب مبارک انتخاب
جو گویا مکمل سیرت طیبہ پڑھ لینے کے برابر ہے۔

مجموعہ افادات
حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ
حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت مولانا سید میاں اصغر حسین صاحب رحمہ اللہ
حضرت مولانا حبیب الرحمن رحمہ اللہ
حضرت مولانا عاشق الہی میرٹھی رحمہ اللہ
حضرت مولانا ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ
حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب رحمہ اللہ
مفکر اسلام سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ
مولانا سید مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ
حضرت مولانا محمد میاں صاحب رحمہ اللہ
فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ

جمع و ترتیب
محمد اسحٰق ملتانی
مدیر ماہنامہ "محاسن اسلام" ملتان

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(0322-6180738, 061-4519240

آسان سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

تاریخ اشاعت.......... ذوالحجہ ۱۴۲۷ھ
ناشر.......... ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
طباعت.......... سلامت اقبال پریس ملتان

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہوسکے۔ جزاکم اللہ

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ..... چوک فوارہ..... ملتان
مکتبہ سید احمد شہید..... اردو بازار..... لاہور
دارالاشاعت..... اُردو بازار..... کراچی
مکتبہ علمیہ..... اکوڑہ خٹک..... پشاور
مکتبہ رشیدیہ..... سرکی روڈ..... کوئٹہ
اسلامی کتاب گھر..... خیابان سرسید..... راولپنڈی
مکتبہ دارالاخلاص..... قصہ خوانی بازار..... پشاور

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K
(ISLAMIC BOOKS CENTERE
119-121- HALLIWELL ROAD
BOLTON BL1 3NE. (U.K.)

پہلے مجھے پڑھئے!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ

امابعد! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سیرت طیبہ کا مطالعہ ہر صاحب ایمان کی دلی خواہش ہے۔

ہر امتی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین حقوق ہیں... محبت، عظمت اور اطاعت۔ ان تینوں کی ادائیگی کے لیے سیرت طیبہ کا مطالعہ ضروری ہے... اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر کو محض خدائی قانون کا پیغمبر بنا کر ہی نہیں بھیجا بلکہ آپ کی ذات کو حسن و جمال کا پیکر بنایا اور ہر اُمتی کے دل میں آپ کی محبت و اُلفت نہ صرف رکھ دی گئی بلکہ اسے ایمان کا حصہ قرار دیا گیا... حدیث شریف میں ہے کہ انا رحمة مهداة کہ میں اپنے رب کی وہ رحمت ہوں جو اُمت کو ہدیہ کی گئی ہے... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وشان کا اندازہ لگائیے کہ حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ تم میں سے کوئی شخص کامل ایمان والا نہیں ہوسکتا... جب تک میں اس کے نزدیک اس کے والد... بیٹے اور تمام انسانوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔

اللہ تعالیٰ کے محبوب پیغمبر خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سیرت پر موجود کتب ماشاء اللہ ہر زبان میں موجود ہیں... ہر دور کے اہل قلم نے اس مبارک موضوع پر ضخیم کتب کا ایک وسیع ذخیرہ مرتب فرمایا... یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عظیم معجزہ ہے کہ آپ دُنیا کی واحد شخصیت ہیں... جن کے بارے میں سب سے زیادہ لکھا گیا اور پڑھا گیا... یوں اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ورفعنا لک ذکرک کو آشکارا فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے چند سال قبل ادارہ نے اپنے اکابر کی سیرت کے موضوع پر مستند کتب سے ایک جامع کتاب ''جدید سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' تین جلدوں میں مرتب کر کے شائع کی جو کہ ماشاء اللہ نہ صرف اہل خواص میں مقبول ہوئی...

بلکہ عوام الناس میں بھی مقبول و معروف ہوئی۔ یہ مکمل سیرت 15 سو سے زائد صفحات پر ایک مفصل سیرت ہے... یہ عظیم مبارک کتاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مفصل سیرت کے مطالعہ کرنے والے خوش نصیبوں کے لیے تو جامع ہے... لیکن دورِ حاضر کی مصروفیت کے پیش نظر ایسی ضخیم کتاب کا مطالعہ مشکل ہو رہا ہے۔

زیر نظر جدید کتاب ''آسان سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' گویا مذکورہ ضخیم سیرت کا عطر اور خلاصہ ہے... جس میں سیرت طیبہ کے مختصر مضامین... واقعات... عہد نبوت کی مبارک یادیں... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثالی معاشرت... معاملات... اخلاقیات... اپنوں اور غیروں سے برتاؤ... صبر و تحمل... ایثار و قربانی جیسے دیگر کئی عنوانات پر سیرت کے بکھرے موتیوں کی خوبصورت مالا ہے...

اس کتاب میں سیرت طیبہ کے تقریباً تمام پہلوؤں پر مختصر جواہرات جمع کیے گئے ہیں... جن کا مطالعہ گویا مکمل سیرت طیبہ کے مطالعہ کرنے کے مترادف ہے۔

آج کا مزاج اور ذوق طویل مضامین کی نسبت مختصر چھوٹی چھوٹی باتوں کو زیادہ دلچسپی اور شوق سے پڑھ لیتا ہے... اس کتاب میں کوشش کی گئی ہے کہ مصروف خواتین و حضرات اور ذوق حاضر کی مکمل رعایت کی جائے۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے اس آسان سیرت کو بھی ہمارے لیے وسیلہ نجات بنائے... اور سیرت کے ان جواہرات کو عملی زندگی میں اُجاگر کر کے روزِ محشر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا ذریعہ بنائے آمین۔

والسلام ... محمد اسحٰق غفرلہ....

ذوالحجہ ۱۴۳۷ھ بمطابق ستمبر 2016ء

اجمالی تعارف

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل مختصر سیرت طیبہ

(صفحہ نمبر ۴۳ سے ۶۰ تک)

اس کے بعد اکابر کی مستند کتب سیرت سے مختلف سیرت کے پھول شمار کئے گئے ہیں

جن میں سے چند یہ ہیں

ولادت شریفہ

نسب شریف زمانہ طفولیت

سفرِ شام، سفرِ معراج

شق صدر

صداقت وامانت کا مثالی کردار

قبل از نبوت کی زندگی

محمد بن عبداللہ سے

محمد رسول اللہ تک

حلم واستقلال

ہجرت مدینہ منورہ

اَطراف کے ملوک کو خطوط

وصال، تجہیز وتدفین

شمائل وعادات

ایک سے زائد نکاح اور حکمتیں

معجزات اور دُعاؤں

کی قبولیت کے واقعات

شانِ رسالت

محبت رسول کا معیار

وصیت نامہ

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اُمت محمدیہ کی خصوصیت

زیر استعمال سواریاں

اور اُن کے نام

حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی محبت عظمت اور اطاعت

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی

منفرد خصوصیات وغیرہ

اس طرح کے تقریباً 700 عنوانات پر مشتمل سیرت طیبہ کا مستند مجموعہ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم موتی

دُنیا سیپ ، مُحمّد موتی ؛ صلّی اللہُ علیہِ وسلّم
اُس بن دُنیا کیسی ہوتی ؟ صلّی اللہُ علیہِ وسلّم

مقصُودِ کونین مُحمّد ، مطلوبِ دارین مُحمّد
اُس بن دُنیا کیسے ہوتی ؟ صلّی اللہُ علیہِ وسلّم

گر نہ ہوتا آمنہ جایا ، خلقت کا غم کھانے والا
خلقت بیٹھی نیند نہ سوتی ؛ صلّی اللہُ علیہِ وسلّم

زہراؓ کا دِل غم کا مارا ، ہجرِ نبیؐ میں پارہ پارہ
گُم سُم آنسُو ہار پروتی ؛ صلّی اللہُ علیہِ وسلّم

ساجن بِن سُکھ چین نہ آوے ، یاد اُس کی دِن رَین ستاوے
دِل تڑپے ہے ، آنکھیں روتی ؛ صلّی اللہُ علیہِ وسلّم

کاش مِرے محبُوب کی دھرتی ، مجھ پہ نفیسؔ یہ شفقت کرتی
اپنے اندر مجھ کو سموتی ؛ صلّی اللہُ علیہِ وسلّم

یکم شعبان ۱۴۱۲ھ (۱۹۹۲ء)

فہرست عنوانات

تین چیزوں میں

حیرت انگیز سننے کی صلاحیت

ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں تین چیزیں ایسی پیدا فرمائی ہیں جن کو سننے کی عجیب وغریب صلاحیت اور طاقت عطا فرمائی ہے، ایک جنت، ایک جہنم اور ایک وہ فرشتہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پر مقرر ہے۔

جنت کو اللہ پاک نے یہ صلاحیت دی ہے کہ دنیا کے کسی بھی کونے میں زمین پر یا آسمان پر یا زمین کی تہہ میں یا سمندر کے نیچے یا ہوا اور فضا میں کہیں بھی کوئی اللہ کا بندہ اگر اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرے کہ یا اللہ! مجھے جنت عطا فرما...

میں جنت کے لائق نہیں ہوں مگر اپنی رحمت سے مجھے جنت عطا فرما تو جس وقت اس کی زبان سے یہ الفاظ نکلیں گے یا وہ دل میں یہ دعا کرے گا اس کی دعا جنت فوراً سن لے گی حالانکہ جنت ساتویں آسمان کے اوپر عرش الٰہی کے نیچے ہے...

یہاں سے لے کر آسمان تک پانچ سو سال کی مسافت ہے پھر پہلے آسمان سے دوسرے آسمان تک بھی اتنا ہی فاصلہ ہے اسی طرح ہر دو آسمان کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت کا فاصلہ ہے اور یہ اربوں کھربوں میل کا فاصلہ ہے اور درمیان میں کوئی تار اور ٹیلیفون یا موبائل کا رابطہ نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ جہاں کہیں کوئی یہ دعا کرے گا کہ یا اللہ! مجھے جنت عطا فرما دیجئے، تو جنت اس کی یہ آواز سنتے ہی اللہ تعالیٰ سے درخواست کرے گی کہ یا اللہ! یہ جنت مانگ رہا ہے، آپ نے مجھے دینے ہی کے لئے بنایا ہے، لہٰذا اس مانگنے والے کو آپ جنت عطا فرما دیجئے تو

ہماری درخواست قبول ہو یا نہ ہو لیکن جنت کی درخواست قبول ہو جائے گی۔

ایسے ہی کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دوزخ سے پناہ مانگتا ہے، تو چاہے زبان سے پناہ مانگے یا دل میں آہستہ آہستہ پناہ مانگے تو اس کا پناہ مانگنا جہنم فوراً سن لے گی حالانکہ جہنم ساتوں زمینوں کے نیچے۔ ہے اور اس سے ہمارا فاصلہ بھی بہت لمبا ہے لیکن جہنم فوراً اس کی پکار سنے گی اور اللہ پاک سے کہے گی کہ یا اللہ! آپ اس کو دوزخ سے بچا لیجئے، یا اللہ! مجھ سے اس کو بچا لیجئے، تو جہنم سے پناہ آپ یہاں مانگ رہے ہیں اور ادھر دوزخ اللہ تعالیٰ سے سفارش کر رہی ہے کہ یا اللہ! اس پناہ مانگنے والے کی دعا قبول کر لیجئے۔

اور تیسرا وہ فرشتہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک پر مقرر ہے اور اس فرشتہ میں اللہ پاک نے یہ صلاحیت رکھی ہے کہ دنیا کے کسی کونے میں کہیں بھی کوئی آدمی دُرود شریف زور سے پڑھے یا آہستہ پڑھے۔

دل میں پڑھے یا زبان سے پڑھے بس وہ فرشتہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے، وہ اس کی آواز سن لے گا اور فوراً ہی وہ دُرود شریف پڑھنے والے کا نام لے کر مزار اقدس کے اندر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دے گا۔

کچھ وضاحت ایک دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ پاک نے اس فرشتے کو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک آنے والے سارے انسانوں کے نام ازبر یاد کرا دیئے ہیں، ہر مرد و عورت کا نام اس کو معلوم ہے لہٰذا جیسے ہی کوئی کہیں پر دُرود شریف پڑھتا ہے تو اس کو پوچھنے کی ضرورت نہیں ہوتی کہ پڑھنے والے کا نام کیا ہے؟ اس کے والد کا نام کیا ہے؟ سارے انسانوں کے نام اس کو پہلے سے یاد ہیں۔

(اصلاحی بیانات از حضرت مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی مدظلہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محال است سعدی کہ راہ صفا
تواں رفت جز در پئے مصطفیٰ

خلاف پیمبر کسی رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

اے سعدی! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی
اتباع کے بغیر سیدھے راستہ پر چلنا محال ہے
جس نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ کے علاوہ
کوئی اور راستہ اختیار کیا وہ ہرگز کبھی منزل پر نہ پہنچ سکے گا

گھر گھر اُجالا

حضورِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گھر گھر اُجالا
ظہورِ محمدؐ سے گھر گھر اُجالا
بنایا خدا نے سراجاً منیرًا
ہے نورِ محمدؐ سے گھر گھر اُجالا

○

ہے ذاتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گھر گھر اُجالا
صفاتِ محمدؐ سے گھر گھر اُجالا
یہ انوارِ ذات و صفات ، اللہ اللہ!
حیاتِ محمدؐ سے گھر گھر اُجالا

(۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء)

چھا رہی ہے گھٹا مدینے کی

چھا رہی ہے گھٹا مدینے کی — آ گئی رُت پلانے پینے کی
نہیں حسرت زیادہ جینے کی — زندگی چاہیے قرینے کی
زندگی اُس کی، موت اُس کی ہے — خاک ہو جائے جو مدینے کی
رات دن شغلِ بادہ خواری ہے — رَمَضاں عید ہے مہینے کی
مئے افرنگ میں وہ بات کہاں — لا مرے واسطے مدینے کی
ساقیا چھوڑ ساغر و مینا — اب پلا دل کے آبگینے کی
ختم ہے سلسلہ نُبوّت کا — مُہر ہے ہاشمی نگینے کی
ہفت اِقلیم سے ہے بیش بہا — خاک چُٹکی سی اِک مدینے کی
ہفت قلزم کے موتیوں سے گراں — بُوند اِک اِک ترے پسینے کی

ننگِ اولادِ مصطفیٰ ہے نفیسؔ
لاج رکھ لے خُدا کمینے کی

○

ربیع الاول ۱۴۱۵ھ (۱۹۹۴ء)

لبِ پر درود

لَب پر درُود ، دِل میں خیالِ رسُولؐ ہے
اب مَیں ہُوں اور کیفِ وصالِ رسُولؐ ہے
دائم بہارِ گلشنِ آلِ رسُولؐ ہے
سینچا گیا لہُو سے نہالِ رسُولؐ ہے
حُسنِ حسنؓ کو دیکھ ، حُسینِ حسیںؓ کو دیکھ
دونوں میں جلوہ ریز جمالِ رسُولؐ ہے
بُوبکرؓ ہوں ، عُمرؓ ہوں ، وہ عُثماںؓ ہوں یا علیؓ
چاروں سے آشکار کمالِ رسُولؐ ہے
اِسلام نے غُلام کو بخشی ہیں عظمتیں
سَردارِ مؤمنین ، بلالؓ رسُولؐ ہے
ہاں نقشِ پائے خَتمِ رُسُل میرا تخت ہے
اور سَر کا تاج خاکِ نعالِ رسُولؐ ہے
جامِ جَم اُس کے سامنے کیا چیز ہے نفیسؔ
جس کو نصیب جامِ سفالِ رسُولؐ ہے

(شوال المکرم ۱۴۱۷ھ / ۱۹۹۷ء)

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى

نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه
ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيأت أعمالنا
من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادي له
ونشهد أن لا اله الا الله وحده لا شريك له
ونشهد أن سيدنا ومولانا محمدا عبده ورسوله
صلى الله تعالى عليه وعلى آله واصحابه اجمعين

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال اللہ تعالیٰ فی القرآن العزیز الحکیم

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ

رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ (الاحزاب)

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے رسالہ

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے منتخب مضامین سیرت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب شریف

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب مطہر تمام دنیا سے زیادہ شریف (دلائل ابونعیم میں مرفوعاً روایت ہے جبرئیل علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں دنیا کے مشرق ومغرب میں پھرا مگر بنی ہاشم سے افضل کوئی خاندان نہیں دیکھا...) اور پاک ہے اور یہ وہ بات ہے کہ تمام کفار مکہ اور آپ کے دشمن بھی اس سے انکار نہ کر سکے...

ابوسفیان نے بحالت کفر شاہ روم کے سامنے اس کا اقرار کیا حالانکہ وہ اس وقت چاہتے تھے کہ اگر کوئی گنجائش ملے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر عیب لگائیں...

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب شریف والد ماجد کی طرف سے یہ ہے:

محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان...

یہاں تک سلسلہ نسب اجماع امت سے ثابت ہے اور یہاں سے حضرت آدم علیہ السلام تک اختلاف ہے اس لئے اس کو ترک کیا جاتا ہے...

اور والدہ ماجدہ کی طرف سے آپ کا نسب یہ ہے:

محمد بن آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب... اس سے معلوم ہوا کہ کلاب بن مرہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کا نسب جمع ہو جاتا ہے...

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت

اس بات پر جمہور کا اتفاق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ماہ ربیع الاول میں اس سال ہوئی جس میں اصحاب (یمن کے بادشاہ نے ہاتھیوں کی فوج لے کر بیت اللہ پر چڑھائی کی تھی ان لوگوں کو اصحاب فیل کہا جاتا ہے...) فیل نے بیت اللہ پر حملہ کیا اور خداوند عالم نے ان کو ابابیل یعنی چند حقیر جانوروں کی ٹکڑیوں کے ذریعہ شکست دی جس کا اجمالی واقعہ قرآن عزیز میں بھی موجود ہے اور درحقیقت واقعہ فیل بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی برکات کا مقدمہ تھا...

جائے ولادت وہ مکان ہے جو بعد میں حجاج کے بھائی محمد بن یوسف کے ہاتھ آیا تھا (دروس التاریخ اسلامی صفحہ ۴ اللخیاط ۱۲ امنہ) بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ واقعہ فیل ۲۰، اپریل ۵۷۱ء میں ہوا ہے جس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پانچ سو اکہتر سال بعد میں ہوئی...

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کی وفات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابھی تک پیدا نہیں ہوئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد عبداللہ کو ان کے والد عبدالمطلب نے حکم کیا کہ مدینہ طیبہ سے کھجوریں لائیں... عبداللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بصورت حمل چھوڑ کر چلے گئے...

اتفاقاً وہیں ان کی وفات (ایک روایت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کا انتقال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے بعد ہوا یہ جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر سات مہینے تھی... لیکن زاد المعاد میں ابن قیم نے اس قول کو مرجوح قرار دیا ہے ۱۲... زاد المعاد صفحہ ۶ جلد ۱...) ہوگئی اور والد کا سایہ پیدائش سے پہلے ہی سر سے اٹھ گیا... (سیرت مغلطائی صفحہ ۷)

زمانہ رضاعت اور زمانہ طفولیت

سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی والدہ ماجدہ نے اور چند روز کے بعد ابولہب کی کنیز ثوبیہ نے دودھ پلایا...اس کے بعد یہ دولت خداداد حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نصیب ہوئی...(مغلطائی)

شرفاءِ عرب کی عام عادت تھی کہ بچوں کو دودھ پلانے کے لئے قرب وجوار کے دیہات میں بھیج دیتے تھے جس سے بچوں کی جسمائی صحت بھی اچھی ہو جاتی تھی اور وہ خالص عربی بھی سیکھ جاتے تھے اور اسی لئے گاؤں کی عورتیں اکثر شہروں میں شیر خوار بچے لینے کے لئے جایا کرتی تھیں...

حضرت حلیمہ سعدیہ کا بیان ہے کہ میں (طائف) سے بنی سعد کی عورتوں کے ہمراہ دودھ پینے والے بچوں کی تلاش میں مکہ کو چلی...اس سال قحط تھا میری گود میں ایک بچہ تھا (مگر فقر و فاقہ کی وجہ سے) اتنا دودھ نہ تھا جو اس کو کافی ہو سکے رات بھر وہ بھوک سے تڑپتا تھا اور ہم اس کی وجہ سے بیٹھ کر رات گذارتے تھے ایک اونٹنی بھی ہمارے پاس تھی مگر اس کے بھی دودھ نہ تھا...مکہ کے سفر میں جس دراز گوش پر سوار تھی وہ بھی اس قدر لاغر تھا کہ سب کے ساتھ نہ چل سکتا تھا ہمراہی بھی اس سے تنگ آ رہے تھے...بالآخر مشکل سے یہ سفر طے ہوا مکہ پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو عورت دیکھتی تھی اور یہ سنتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یتیم ہیں تو کوئی قبول نہ کرتی کیونکہ زیادہ انعام واکرام کی توقع نہ تھی ادھر حلیمہ کی قسمت کا ستارہ چمک رہا تھا ان کے دودھ کی کمی ان کے لئے رحمت بن گئی کیونکہ دودھ کم دیکھ کر کسی نے ان کو اپنا بچہ دینا گوارا نہ کیا...

حلیمہ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے شوہر سے کہا کہ یہ تو اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ خالی ہاتھ واپس ہوں...

خالی سے بہتر ہے کہ اس یتیم کو لے چلوں شوہر نے منظور کیا اور یہ اس در یتیم کو لے

آئیں جس سے آمنہ اور حلیمہ کے گھر نہیں بلکہ مشرق و مغرب میں اجالا ہونے والا تھا...

خدا کا فضل تھا کہ حلیمہ کی قسمت جاگی اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ان کی گود میں آ گئے فرودگاہ پر لا کر دودھ پلانے بیٹھی تو برکات کا ظہور شروع ہو گیا... اس قدر دودھ اترا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اور آپ کے رضاعی بھائی نے بھی خود سیر ہو کر پیا اور آرام سے سو گئے... ادھر اونٹنی کو دیکھا تو اس کے تھن دودھ سے لبریز تھے میرے شوہر نے اس کا دودھ نکالا اور ہم سب نے سیر ہو کر پیا اور رات بھر آرام سے گذاری... مدتوں بعد یہ پہلی رات تھی کہ ہم اطمینان کے ساتھ نیند بھر کر سوئے...

اب تو میرا شوہر بھی کہنے لگا کہ حلیمہ تم تو بڑا ہی مبارک بچہ لائی ہو میں نے کہا کہ مجھے بھی یہی توقع ہے کہ یہ نہایت مبارک لڑکا ہے اس کے بعد ہم مکہ سے روانہ ہوئے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گود میں لے کر اسی دراز گوش پر سوار ہوئی مگر اس مرتبہ خدا کی قدرت کا یہ تماشا دیکھتی ہوں کہ اب وہ اتنا تیز چلتا ہے کہ کسی کی سواری اس کی گرد کو نہیں پہنچتی، میری ہمراہی عورتیں تعجب سے کہنے لگیں کہ یہ وہی ہے جس پر تم آئی تھیں؟

الغرض راستہ قطع ہوا ہم گھر پہنچے وہاں سخت قحط پڑا ہوا تھا تمام دودھ کے جانور دودھ سے خالی تھے... لیکن میرا گھر میں داخل ہونا تھا اور میری بکریوں کا دودھ سے بھرنا، اب روز میری بکریاں دودھ سے بھری آتی ہیں اور کسی کو ایک قطرہ بھی نہیں ملتا... میری قوم کے لوگوں نے اپنے چرواہوں سے کہا کہ تم بھی اپنے جانور اسی جگہ چراؤ جہاں حلیمہ کی بکریاں چرتی ہیں مگر وہاں تو چراگاہ اور جنگل کی خصوصیت نہ تھی بلکہ کسی اور ہی لعل کی خاطر منظور تھی اس کو وہ لوگ کہاں سے لاتے...

چنانچہ ایک ہی جگہ چرنے کے بعد بھی ان کے جانور دودھ سے خالی اور میری بکریاں بھری ہوئی آتی تھیں... اسی طرح ہم برابر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات کا مشاہدہ کرتے رہے... یہاں تک کہ دو سال پورے ہو گئے... اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دودھ چھڑا دیا... (الصالحات)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کی وفات

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف چار پانچ برس ہوئی تو مدینہ سے واپس ہوتے ہوئے بمقام ابواء آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ نے بھی دنیا سے رحلت فرمائی... (مغلطائی ص ۱۰)

بچپن کا زمانہ چھ سال کی عمر ہے والد کا سایہ تو پہلے ہی اٹھ چکا ہے والدہ کی آغوش شفقت کا بھی خاتمہ ہوا... لیکن یہ یتیم جس آغوش رحمت میں پرورش پانے والا ہے وہ ان اسباب سے بے نیاز ہے...

عبدالمطلب کی وفات

والدین کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دادا عبدالمطلب کے پاس رہے لیکن خدائے قدوس کو دکھلانا تھا کہ یہ نونہال محض آغوش رحمت میں پرورش پانے والا ہے، مسبب الاسباب اس کی تربیت کا خود کفیل ہو چکا ہے... جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر آٹھ برس دو مہینہ دس دن کی ہوئی تو عبدالمطلب بھی دنیا سے رحلت فرما گئے...

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر شام

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا ابوطالب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ولی ہوئے ان کے پاس رہے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف بارہ برس دو مہینہ کی ہوئی تو ابوطالب نے تجارت کے لئے ملک شام کے سفر کا ارادہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے کر شام کی طرف چلے، راستے میں مقام تیماء میں اقامت فرمائی...

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک عقلمند فہمیدہ عورت تھیں... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرافت اور محیر العقول اخلاق کو دیکھ کر ان کو ایک سچا اعتقاد اور خالص انس ہو گیا...

جس سے خدیجہ رضی اللہ عنہا نے خود ارادہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منظور فرمادیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے نکاح کرلیں...

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پچیس (اس وقت عمر شریف کے بارے میں مختلف اقوال ہیں ۲۵، ۲۹، ۳۰، ۲۷، سیرت مغلطائی ص ۱۲...) سال کی ہوئی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح مقرر ہوا... حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر اس وقت چالیس اور بعض روایت کی رو سے پینتالیس سال تھی... (مغلطائی)

بناء کعبہ اور قریش کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو باتفاق ''امین'' تسلیم کرنا

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف پینتیس سال کی ہوئی تو اس وقت قریش (اس سے پہلے بیت اللہ کی تعمیر اول حضرت شیث علیہ السلام نے اور پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی تھی ۱۲...) نے بیت اللہ کی از سر نو تعمیر کا ارادہ کیا... بیت اللہ کی تعمیر ہر شخص اپنی سعادت سمجھتا تھا اور قبائل قریش نے اپنی قسمتوں کا فیصلہ اس پر رکھا تھا کہ اس کی تعمیر میں زیادہ حصہ لیا جائے چنانچہ اس تعمیر کو قبائل میں تقسیم کرنے کی نوبت آئی تاکہ کوئی جھگڑا پیش نہ آئے... اسی تقسیم عمل کے ساتھ بناء کعبہ حجر اسود کی حد تک پہنچ گئی...

لیکن اب حجر اسود کو اٹھا کر تعمیر میں نصب کرنے کے متعلق سخت اختلاف ہوا، ہر قبیلہ اور ہر شخص کی خواہش تھی کہ وہ اس سعادت کو حاصل کرے یہاں تک کہ قتل وقتال پر عہد و پیمان ہونے لگے، قوم کے بعض سنجیدہ لوگوں نے ارادہ کیا کہ مشورہ کر کے کوئی صلح کی صورت نکالیں اور اس غرض کے لئے مسجد میں گئے... مشورہ میں یہ طے ہوا کہ جو شخص سب سے پہلے مسجد کے اس دروازہ میں داخل ہو وہ تمہارے معاملے کا فیصلہ کرے اور اس کے حکم کو ہر شخص دست قدرت کا فیصلہ سمجھ کر تسلیم کرے...

خدا کی قدرت کہ سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دروازہ سے داخل ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ یہ امین ہیں، ہم

ان کے حکم پر راضی ہیں...آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور وہ حکیمانہ فیصلہ کیا کہ سب خوش ہو گئے یعنی ایک چادر پھیلا دی اور اس میں حجر اسود کو اپنے ہاتھ سے اٹھا کر رکھ دیا اور پھر حکم دیا کہ ہر قبیلہ کا منتخب آدمی چادر کا ایک ایک کنارہ پکڑ لے اس طرح کیا گیا، جب بنیاد تک پہنچ گیا تو خود اپنے ہاتھ سے اٹھا کر رکھ دیا...

ابن ہشام اس واقعہ کے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ نبوت سے پہلے تمام قریش بالاتفاق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو امین کہتے تھے... (سیرت ابن ہشام ص۱۵...ج۱۱)

عطاءِ نبوت

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف چالیس برس ایک دن کی ہوئی تو ظاہری طور پر بھی باضابطہ آپ کو خلعت نبوت کے ساتھ ممتاز ومشرف فرمایا...

جس کی تاریخ ولادت کی طرح ماہ ربیع الاول روز دوشنبہ ہے، اس کے علاوہ اور بھی مختلف اقوال ہیں...(سیرت مغلطائی ص۱۴)

اسراء اور معراج

نبوت کا پانچواں سال اسلام کی تاریخ میں ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہے جس میں فخر الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک اعزازی جلوس کے ساتھ نوازا گیا، جو انبیاء علیہم السلام کی جماعت میں سے بھی صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امتیازی خصوصیت ہے...جس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم حطیم کعبہ ﴿اس میں اختلاف ہے کہ یہ آسمانی سیر بھی براق پر ہوئی یا کسی سیڑھی وغیرہ پر، حافظ نجم الدین غیطی نے قصہ المعراج میں اس پر مفصل بحث کی ہے ص۱۱۲...۱۲ امنہ﴾ میں لیٹے ہوئے تھے کہ جبرئیل اور میکائیل علیہما السلام آئے اور کہا کہ ہمارے ساتھ چلئے...

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو براق پر سوار کیا گیا جس کی تیز رفتاری کا یہ حال تھا کہ جس جگہ اس کی نظر پڑتی تھی وہیں قدم پڑتا تھا...اس سرعت رفتاری کے ساتھ اول

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملک شام میں مسجد اقصیٰ تک لے گئے یہاں پر اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سابقین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اکرام کے لئے (بطور معجزہ) جمع فرمایا تھا، جبرئیل علیہ السلام نے یہاں پہنچ کر اذان دی، انبیاء ورسل کی صفیں تیار ہو کر کھڑی ہوئیں لیکن سب اس کا انتظار کر رہے تھے کہ نماز کون پڑھائے... جبرئیل امین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک پکڑ کر آگے کر دیا...

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیاء ومرسلین اور ملائکہ کو نماز پڑھائی، یہاں تک عالم دنیا کی سیر تھی جو براق پر ہوئی، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد اقصیٰ سے آسمان پر لے جایا گیا... بعض روایات کے مطابق یہ آسمانی سفر بھی براق پر ہوا مگر احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سفر براق پر نہیں ہوا...

بلکہ بذریعہ معراج ہوا، معراج کے معنی سیڑھی یا زینہ کے ہیں... زینہ کی آج کل بھی بہت سی قسمیں ہیں ان میں ایک طریقہ لفٹ کا بھی ہے اس کو بھی زینہ کہہ سکتے ہیں وہ کس قسم کا زینہ تھا جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آسمان تک پہنچے اس کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں کسی روایت میں منقول نہیں...

پہلے آسمان پر آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور دوسرے پر عیسیٰ و یحییٰ علیہما السلام سے اور تیسرے پر یوسف علیہ السلام سے اور چوتھے پر ادریس علیہ السلام سے اور پانچویں پر ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات کی... (صحیح بخاری مع فتح الباری ہندی ص ۴۸۵ پ ۱۵)

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ کی طرف تشریف لے چلے...

راستہ میں حوض کوثر پر گزر ہوا پھر جنت میں داخل ہوئے وہاں دست قدرت کے وہ عجائب وغرائب دیکھے جو نہ کسی آنکھ نے آج تک دیکھے اور نہ کسی کان نے سنے اور نہ کسی انسان کے وہم وگمان کی وہاں تک رسائی ہوئی... پھر دوزخ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کی گئی جو ہر قسم کے عذاب اور سخت شدید آگ سے بھری ہوئی تھی جس کے سامنے لوہے اور پتھر جیسی سخت چیزوں کی کوئی حقیقت نہیں تھی...

اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو دیکھا کہ مردار جانور کھا رہے ہیں دریافت فرمایا کہ یہ کون ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا یہ وہ ہیں جو لوگوں کے گوشت کھاتے تھے (یعنی ان کی غیبت کرتے تھے) دوزخ کا دروازہ بند کر دیا گیا... پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے اور جبرئیل امین وہیں ٹھہر گئے، کیونکہ ان کو اس درجہ سے آگے بڑھنے کا حکم نہیں تھا... اور اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خداوند جل وعلا کی زیارت ہوئی، صحیح یہ ہے کہ زیارت فقط قلب سے نہیں بلکہ آنکھوں سے ہوئی ہے... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور تمام محققین صحابہ اور ائمہ کی یہی تحقیق ہے...

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں گر پڑے اور خداوند عالم سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا... اسی وقت نمازیں فرض کی گئیں... اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوئے وہاں سے براق پر سوار ہو کر مکہ معظّمہ کی طرف تشریف لے چلے... راستہ میں مختلف مقامات پر قریش کے تین تجارتی قافلوں پر گزرے جن میں سے بعض کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کیا، اور انہوں آپ کی آواز پہچانی اور مکہ واپس ہونے کے بعد اس کی شہادت دی... صبح سے پہلے ہی یہ سفر مبارک تمام ہو گیا...

اسراء نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عینی شہادتیں

جب صبح ہوئی اور یہ خبر قریش میں پھیلی تو ان کا ایک عجیب عالم تھا کہ اچھا بتلایئے کہ بیت المقدس کی تعمیر اور ہیئت کیسی ہے اور پہاڑ سے کتنے فاصلے پر ہے... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا پورا نقشہ بتلا دیا... اسی طرح وہ مختلف چیزیں دریافت کرتے رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بتاتے رہے یہاں تک کہ اب انہوں نے ایسے سوالات شروع کر دیئے جو باوجود کئی مرتبہ دیکھ لینے کے بھی کوئی شخص نہ بتلا سکے...

مثلاً یہ کہ مسجد کے کتنے دروازے ہیں، کتنے طاق ہیں وغیرہ... ظاہر ہے کہ یہ چیزیں کون شمار کرتا ہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت اضطراب ہوا... مگر بطور معجزہ

مسجد اقصیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کردی گئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم شمار کرتے اور بتاتے جاتے تھے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اَشْھَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ اور قریش بھی اب تو سب کے سب چپ ہوئے اور کہنے لگے حالات وصفات تو بالکل درست بیان کئے ہیں...اور پھر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے خطاب کر کے کہنے لگے کہ کیا تم تصدیق کرتے ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات میں مسجد اقصیٰ تک پہنچ بھی گئے اور لوٹ بھی آئے؟ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اس سے بھی زیادہ بعید چیزوں میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں، میں ایمان لاتا ہوں کہ صبح وشام ذراسی دیر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانی خبریں پہنچ جاتی ہیں تو پھر اس میں کیا تردد ہو سکتا ہے...اس لئے بھی آپ رضی اللہ عنہ کا نام صدیق رکھا گیا ہے...

خود کفار قریش کی چشم دید شہادتیں

اس کے بعد قریش نے پھر بغرض امتحان دریافت کیا اچھا بتلاؤ ہمارا قافلہ جو ملک شام کی طرف گیا ہوا ہے وہ کہاں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فلاں قبیلہ کے ایک تجارتی قافلے پر مقام روحا میں میرا گزر ہورہا تھا ان کا اونٹ گم ہو گیا تھا، وہ سب اسی کی تلاش میں گئے ہوئے تھے، میں ان کے کجاووں کے پاس گیا تو وہاں کوئی نہ تھا اور ایک کوزہ میں پانی رکھا ہوا تھا وہ میں نے پی لیا تھا...

اس کے بعد فلاں قبیلہ کے تجارتی قافلے پر فلاں مقام میں ہمارا گزر ہوا جب براق اس کے قریب ہوا تو اونٹ دہشت سے ادھر ادھر بھاگنے لگے اور ان میں ایک سرخ اونٹ تھا جس پر دو خروار (گون) سیاہ وسپید تھے، وہ تو بیہوش ہو کر گر گیا...اس کے بعد فلاں قبیلہ کے تجارتی قافلہ پر فلاں مقام میں ہمارا گزر ہوا جس میں سب سے آگے ایک خاکی رنگ کا اونٹ تھا اور اس پر سیاہ ٹاٹ اور دو سیاہ خروار (گون) تھے اور یہ قافلہ عنقریب تمہارے پاس آنے والا ہے لوگوں نے دریافت کیا کہ کب تک؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بدھ کے روز تک آ جائے گا...

چنانچہ ٹھیک اسی طرح ہوا جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اور ان قافلوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیانات کی تصدیق کی... جب قریش پر خدا کی حجت تمام ہوگئی اور اس محیر العقول سفر کی خود ان کی قوم نے شہادت دی تو اب معاندین کے لئے بھی اس کے سوا کوئی راستہ باقی نہیں رہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سفر کو سحر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (معاذ اللہ) جادوگر کہہ کر کھڑے ہو گئے...

مدینہ طیبہ میں اسلام

دس سال تک برابر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبائل عرب کو اعلان کے ساتھ دعوت اسلام دیتے رہے اور عرب کی کوئی مجلس اور کوئی مجمع نہیں چھوڑا، جس میں جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تبلیغ حق نہ کی ہو...

موسم حج میں بازار عکاظ اور ذی المجاز وغیرہ میں گھر گھر جا کر لوگوں کو حق کی طرف بلاتے رہے مگر وہ اس کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر قسم کی ایذائیں پہنچاتے اور مذاق اڑاتے تھے کہ پہلے اپنی قوم کو مسلمان بنائیے، پھر ہماری ہدایت کے لئے آیئے... اسی پر ایک مدت گزر گئی جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ اسلام کی اشاعت اور ترقی ہو تو قبیلہ اوس کے چند آدمی مدینہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیئے جن میں سے اس سال دو شخص اسد بن زرارہ اور ذکوان بن عبد قیس مشرف باسلام ہوئے اور پھر آئندہ سال ان میں سے کچھ اور آئے جن میں سے چھ یا آٹھ آدمی مسلمان ہوئے...

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ کیا تم پیغام خداوندی کی تبلیغ میں میری مدد کرو گے انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ابھی ہمارے آپس کی اوس اور خزرج کی خانہ جنگیاں ہو رہی ہیں... اگر اس وقت جناب مدینہ تشریف لائیں تو آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت پر سب کا اجتماع نہ ہو سکے گا...ابھی ایک سال اس کا ارادہ ملتوی فرمادیں...ممکن ہے کہ ہماری آپس میں صلح ہو جائے اور پھر اوس وخزرج مل کر اسلام قبول کرلیں...آئندہ سال ہم پھر حاضر خدمت ہونگے، اس وقت ﴿اس وقت مدینہ کی آبادی دو قسم کے لوگوں پر مشتمل تھی...

مشرکین اور اہل کتاب، مشرکین دو بڑے قبیلوں پر منقسم تھے...اوس اور خزرج اور یہ دونوں ہمیشہ آپس میں لڑتے رہتے تھے اور تقریباً ایک سو بیس سال سے ان کے درمیان آپس میں جنگ کا سلسلہ جاری تھا...(سیرۃ طیبہ ص ۷۰ ج ۱) اسی طرح یہود بھی دو صفوں میں منقسم ہو گئے تھے بنو قریظہ اور بنو نضیر، یہ دونوں بھی آپس میں قدیم عداوتیں رکھتے تھے (بیضاوی مع حاشیہ) ۱۲ منہ...﴾ اس کا فیصلہ ہو سکے گا...یہ حضرات واپس مدینہ آئے اور مدینہ میں سے سب سے پہلے مسجد نبوی رزیق میں قرآن پڑھا گیا...

خداوند عالم کو منظور تھا کہ مدینہ میں اسلام کی اشاعت ہو، اس سال بھر کے عرصے میں اوس وخزرج کے اکثر جھگڑے مٹ گئے اور سال آئندہ حج کے موقعہ پر حسب وعدہ بارہ آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جن میں دس قبیلہ خزرج کے اور دو اوس کے تھے، ان میں جو لوگ سال گذشتہ مسلمان نہیں ہوئے تھے وہ اب مسلمان ہو گئے...اور سب کے سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت ہوئے یہ بیعت چونکہ سب سے پہلے عقبہ ﴿یعنی جمرہ، وہ عقبہ جو منیٰ کے ابتدائی حصہ میں واقع ہے اور حج کرنے والے اس پر کنکریاں مارتے ہیں، بعد میں اس جگہ ایک مسجد بھی تعمیر کر دی گئی تھی جو مسجد بیعت کے نام سے موسوم ہے...﴾ کے پاس ہوئی تھی اس لئے اس کا نام بیعت عقبہ اولی رکھا گیا...(سیرت حلبیہ ص ۲۲ ج ۱)

یہ لوگ مسلمان ہو کر مدینہ طیبہ واپس آئے تو مدینہ کے گھر گھر میں اسلام کا چرچا تھا اور ہر مجلس میں یہی ایک بات رہ گئی...

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ

کفار قریش کو جب حالات معلوم ہوئے تو دارالندوہ میں مشورہ کیلئے جمع ہوئے کہ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ میں کیا کیا جائے... کسی نے قید کرنے کی رائے دی اور کسی نے جلاوطن کرنے کی، مگران کے چالاک لوگوں نے کہا کہ وہ مناسب نہیں کیونکہ قید کرنے کی صورت میں ان کے اعوان وانصار ہم پر چڑھ آئیں گے اور ہم سے چھڑالیں گے اور جلاوطن کرنے کی صورت تو سراسر ہمارے لئے مضر ہے...

کیونکہ اس صورت میں اطراف مکہ کے عرب تمام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کریمانہ اخلاق اور شیریں کلام اور کلام پاک کے گرویدہ ہو جائیں گے اور وہ ان سب کو لے کر ہم پر چڑھائی کریں گے... (سیرت مغلطائی) اس لئے بدبخت ابوجہل نے یہ رائے دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کیا جائے اور قتل میں ہر قبیلے کا ایک ایک آدمی شریک ہوتا کہ بنی عبد مناف (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قبیلہ) بدلہ لینے سے عاجز ہو جائے سب نے اس رائے کو پسند کیا، اور ہر قبیلے کا ایک ایک جوان اس کام کے لئے مقرر کر دیا کہ فلاں رات میں یہ کام کیا جائے...

ادھر خداوند عالم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے مشورہ کی اطلاع دیدی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کا حکم فرمایا... جس رات میں کفار قریش نے اپنے خیال خام کو پورا کرنے کا ارادہ کیا اور مختلف قبائل کے بہت سے جوان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کا محاصرہ کر کے بیٹھ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت ہجرت کا ارادہ فرمایا... اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چارپائی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر اوڑھ کر سو جائیں تا کہ کفار کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں نہ ہونے کا علم نہ ہو... اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لائے تو دروازے پر قریش کا ایک میلہ لگا ہوا تھا...

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ یٰسین پڑھتے ہوئے باہر نکلے اور جب آیت فَاَغْشَیْنٰاھُمْ فَھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ... پر پہنچے تو اس کو کئی مرتبہ دوہرایا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھ سکے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے وہ پہلے ہی سے تیار تھے اور ایک راستہ بتانے والے کو بھی اپنے ساتھ لے چلنے کیلئے تیار کر رکھا تھا... صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ ہو لئے اور مکان کی پشت کی جانب سے ایک کھڑکی کے راستے سے دونوں باہر نکلے اور ثور کی طرف تشریف لے گئے (ثور مکہ کے قریب ایک پہاڑ ہے)

مدینہ طیبہ میں داخل ہونا

ماہ ربیع الاول بروز جمعہ قبا سے رخصت ہو کر مدینہ طیبہ کی طرف روانگی ہوئی انصار مدینہ جوش مسرت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے ارد گرد چل رہے تھے کوئی پیدل کوئی سوار ہر شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناقہ کی باگ تھامنے میں پیش قدمی کرنا چاہتا تھا... ہر شخص کی دلی تمنا تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے یہاں مقیم ہوں، عورتیں، بچے خوشی کے ترانے پڑھ رہے تھے، یہ چونکہ جمعہ کا دن تھا، بنی سالم بن عوف کے مکانات کے قریب جمعہ کا وقت ہو گیا...

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سواری سے اترے اور جمعہ ادا کرنے کے بعد پھر سوار ہوئے... اب جس انصاری کا مکان راستہ میں پڑتا تھا وہ التجا کرتا ہے کہ میرے غریب خانہ پر قیام فرمائیے، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ننھیال بنی عدی بن نجار کے مکانات آ گئے تو ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان کے سامنے جا کر اونٹنی بیٹھ گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے مکان پر مہمان ہوئے اور ایک مدت تک انہی کے مکان پر مقیم رہے...

۱۱ھ سریہ اسامہ اور مرض وفات

سریہ اسامہ

مکہ معظمہ سے واپسی کے بعد ۲۶ صفر ۱۱ھ بروز شنبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ جہاد روم کے لئے تیار فرمایا جس میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ جیسے اکابر شامل تھے مگر اس سریہ کے امیر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ مقرر ہوئے اور یہ آخری لشکر جس کی روانگی کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود انتظام فرمایا تھا ابھی روانہ نہ ہوا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بخار شروع ہو گیا...

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض وفات

۲۸ صفر ۱۱ھ چہار شنبہ کی رات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبرستان بقیع غرقد میں تشریف لے جا کر اہل قبور کے لئے دعاء مغفرت کی اور فرمایا: "اے اہل مقابر تمہیں اپنا یہ حال اور قبروں کا قیام مبارک ہو، کیونکہ اب دنیا میں تاریک فتنے ٹوٹ پڑے ہیں..." وہاں سے تشریف لائے تو سر میں درد تھا اور پھر بخار ہو گیا اور یہ بخار صحیح روایات کے موافق تیرہ روز تک متواتر رہا اور اسی حالت میں وفات ہو گئی، اسی عرصہ میں آپ اپنے دستور کے مطابق ہر روز ازواج مطہرات کے حجروں میں منتقل ہوتے رہے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض طویل اور سخت ہو گیا تو ازواج مطہرات سے اجازت لی کہ ایام مرض میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں رہیں سب نے اجازت دے دی...

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی امامت

رفتہ رفتہ مرض اتنا بڑھ گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد تک بھی تشریف نہ لا سکے تو ارشاد فرمایا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہو نماز پڑھائیں، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے تقریباً سترہ نمازیں پڑھائیں پھر ایک روز اتفاقاً صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ انصار کی ایک مجلس پر گزرے تو وہ سب رو رہے تھے سبب پوچھا تو کہا کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کو یاد کر کے رو رہے ہیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ خبر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پہنچادی... یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فضل رضی اللہ عنہ کے کاندھوں پر ٹیک لگائے ہوئے باہر تشریف لائے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ آگے آگے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے لیکن نیچے ہی سیڑھی پر جلوہ افروز رہے اور اوپر نہ چڑھ سکے اور بلیغ خطبہ دیا جس کے بعض کلمات یہ ہیں...

آخر الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری خطبہ

اے لوگو! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم اپنے نبی کی موت سے ڈر رہے ہو، کیا مجھ سے پہلے کوئی نبی ہمیشہ رہا جو میں رہتا، ہاں میں اپنے پروردگار سے ملنے والا ہوں اور تم مجھ سے ملنے والے ہو، ہاں تمہارے ملنے کی جگہ حوض کوثر ہے پس جو شخص کہ یہ پسند کرے کہ بروز قیامت اس حوض سے سیراب ہو تو اس کو چاہئے کہ اپنے ہاتھ اور زبان کو لایعنی اور بے ضرورت باتوں سے روکے، میں تمہیں مہاجرین کے ساتھ حسن سلوک اور اتحاد کی وصیت کرتا ہوں اور ارشاد فرمایا کہ جب لوگ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں تو ان کے حکام اور بادشاہ ان کے ساتھ انصاف کرتے ہیں اور جب وہ اپنے پروردگار کی نافرمانی کرتے ہیں تو وہ ان کے ساتھ بے رحمی کرتے ہیں...(دروس السیرۃ المحمدیہ)

اسکے بعد مکان میں تشریف لے گئے اور وفات سے پانچ یا تین روز پہلے ایک مرتبہ تشریف لائے سر مبارک باندھا ہوا تھا... حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ (صحیح یہ ہے کہ ظہر کی نماز تھی، فتح الباری ۱۰۶ ہندی... نماز پڑھا رہے تھے وہ پیچھے ہٹنے لگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کے اشارہ سے منع فرمایا اور خود ابوبکر رضی اللہ عنہ ﴿ صحیح روایات کے موافق اس وقت آپ ہی امام تھے، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور تمام جماعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقتدی تھی... البتہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بلند آواز سے تکبیر کہتے جاتے تھے...(مشکوۃ باب متابعۃ الاسلام ۱۲ منہ) کے بائیں جانب بیٹھ

گئے نماز کے بعد ایک مختصر خطبہ دیا جس کے دوران فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ میرے محسن ہیں اور اگر میں خدا کے سوا کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بناتا، لیکن چونکہ خلیل خدا کے سوا کوئی نہیں اس لئے ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے بھائی اور دوست ہیں..."

اور فرمایا مسجد میں جتنے لوگوں کے دروازے ہیں وہ سب سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دروازے بند کر دیئے جائیں...(صحیح بخاری مع فتح ص۳۵۶ ج۱)

محدث ابن حبان نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ اس حدیث میں صاف اشارہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی خلیفہ ہیں...(فتح الباری پ۲۴ ص۳۵۶)

اس کے بعد دوسری ربیع الاول دوشنبہ کے روز لوگ صبح کی نماز حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے پڑھ رہے تھے کہ یکا یک آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کا پردہ کھول کر لوگوں کی طرف دیکھا اور تبسم فرمایا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یہ دیکھ کر پیچھے ہٹنے لگے اور خوشی کی وجہ سے صحابہ کے قلوب نماز میں منتشر ہونے لگے...

در نماز خم ابروئے تو چو یاد آمد حالتے رفت کہ محراب بفریاد آمد

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ نماز پوری کرو اور خود اندر تشریف لے گئے اور پردہ چھوڑ دیا اور اس کے بعد پھر باہر تشریف نہیں لائے اسی روز ظہر کے بعد اس عالم سے انتقال فرما کر رفیق اعلیٰ کے ساتھ واصل ہوئے فانا للہ و انا الیہ راجعون صحیح بخاری کی روایت کے مطابق اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف ﷺ تاریخ وفات میں مشہور ہے کہ ۱۲ ربیع الاول کو واقع ہوئی ہے اور یہی جمہور مؤرخین لکھتے چلے آئے ہیں لیکن حساب سے کسی طرح یہ تاریخ وفات نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ بھی متفق علیہ اور یقینی امر ہے کہ وفات دوشنبہ کو ہوئی اور یہ بھی یقینی ہے کہ آپ کا حج ۹ ذی الحجہ روز جمعہ کو ہوا، ان دونوں باتوں کے ملانے سے ربیع الاول دوشنبہ نہیں پڑتی اس لئے حافظ ابن حجر نے شرح صحیح بخاری میں طویل بحث کے بعد اس کو صحیح قرار دیا ہے کہ

تاریخ وفات دوسری ربیع الاول ہے کتابت کی غلطی سے (۲...کا...۱۲) اور عربی عبارت میں ثانی شہر ربیع الاول کا ثانی عشر ربیع الاول بن گیا...حافظ مغلطائی نے بھی دوسری تاریخ کو ترجیح دی ہے...واللہ تعالیٰ اعلم... ﷺ تریسٹھ (۶۳) برس تھی...

معجزات

دنیوی بادشاہ جب کسی کو اپنی طرف سے کسی صوبہ کا عامل (گورنر) بنا کر بھیجتے ہیں تو اس کے ساتھ کچھ نشانیاں دی جاتی ہیں کہ فوج اور وہ اختیارات جن کو عام رعایا نافذ نہیں کر سکتی اس طرح خدائے تعالیٰ کے رسول جب دنیا میں آتے ہیں تو ان کے ساتھ صدق و دیانت اور حسن خلق اور جملہ کمالات بشریہ کی نشانیوں کے ساتھ ایک قوت قاہرہ بھی ہوتی ہے جس کے ذریعہ سے معاندین کی گردنیں جھک جاتی ہیں اسی قوت قاہرہ اور فوق العادت اختیارات کا نام معجزات اور خرق عادت ہے...ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات تعداد اور کیفیت کے لحاظ سے بھی تمام انبیاء سابقین سے افضل ہیں اور زائد ہیں...

پہلے انبیاء علیہم السلام کے معجزات ان کی مقدس ہستیوں تک محدود تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ قرآن آج بھی ہر مسلم کے ہاتھ میں ہے جس کے مقابلہ میں دنیا کی ساری قومیں اور جن وانس عاجز ہیں اس کے علاوہ چاند کے دو ٹکڑے کر دینا، انگلیوں سے پانی جاری ہونا، کنکریوں کا تسبیح پڑھنا، لکڑی کے ستون کا رونا، درختوں کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرنا، درختوں کا بلانا اور ان کا آ جانا، ہزاروں پیشین گوئیوں کا آفتاب کی طرح صادق ہونا وغیرہ وغیرہ ہزاروں معجزات ہیں جو نہ صرف آیات اور صحیح احادیث میں وارد ہیں بلکہ کفار کی شہادت سے بھی ثابت ہیں جن کو علماء متقدین ومتاخرین نے مستقل تصنیفوں میں ثابت کیا ہے...علامہ سیوطیؒ کی خصائص کبری اور متاخرین میں رسالہ "الکلام المبین" اردو اسی مضمون میں لکھے گئے ہیں مگر اس مختصر رسالہ میں ان کی تفصیل کی گنجائش نہیں...اس لئے اس پر اکتفا کیا جاتا ہے...

مولای صل وسلم دائما ابداً   علی حبیبک خیر الخلق کلھم

والدہ ماجدہ کے بطن میں قرار پانے کی برکات

خواب میں بشارت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنت وہب سے روایت ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حمل میں آئے تو ان کو خواب میں بشارت دی گئی ''تم اس امت کے سردار کے ساتھ حاملہ ہوئی ہو جب وہ پیدا ہوں تو یوں کہنا... اعیذہ بالواحد من شر کل حاسد اوران کا نام محمد رکھنا''...(سیرۃ ابن ہشام)

نور کا دیکھنا

حمل کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ نے ایک نور دیکھا جس میں شام کے شہر بصریٰ کے محل ان کو نظر آئے...(کذا فی سیرۃ ابن ہشام)

فائدہ:...یہ نور کا دیکھنا اس قصہ کے علاوہ ہے جو عین ولادت کے وقت اسی طرح کا واقع ہوا...

آسانی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ روایت کرتی ہیں کہ میں نے (کسی عورت کا) کوئی حمل جو آپ سے زیادہ تیز اور آسان ہو نہیں کیا...(سیرۃ ابن ہشام)

فائدہ:... مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر بھی نہ تھا... اس عبارت میں برابر ہونے کی بھی نفی ہے... تیز کا مطلب یہ ہے کہ مشکل نہ تھا اور آسان تھا کا مطلب یہ ہے کہ اس میں کسی قسم کی تکلیف متلی، سستی یا بھوک نہ لگنا وغیرہ نہ تھا...

ولادت شریفہ

سرور عالم سید ولد آدم محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم وعلیٰ الہ وصحبہ وبارک وسلم وشرف وکرم واقعہ فیل کے پچاس یا پچپن روز کے بعد بتاریخ ۸ ربیع الاول یوم دو شنبہ مطابق ماہ اپریل ۵۷۰ عیسوی مکہ مکرمہ میں صبح صادق کے وقت ابو طالب کے مکان میں پیدا ہوئے... ولادت باسعادت کی تاریخ میں مشہور قول تو یہ ہے کہ حضور

پرنور ۱۲ ربیع الاول کو پیدا ہوئے لیکن جمہور محدثین اور مورخین کے نزدیک راجح اور مختار قول یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ۸ ربیع الاول کو پیدا ہوئے...

عبداللہ بن عباس اور جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہم سے بھی یہی منقول ہے اور اسی قول کو علامہ قطب الدین قسطلانی نے اختیار کیا ہے...(سیرۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت مولانا سید سلمان ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:...

عبداللہ کے مرنے کے چند مہینوں کے بعد بی بی آمنہ کے بچہ پیدا ہوا جس کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھا گیا... یہی وہ بچہ ہے جو ہمارا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کے پیدا ہونے کی دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا سے مانگی تھی اور جو ساری دنیا کی قوموں کا رسول بننے والا تھا...

پیدائش ربیع الاول کے مہینہ میں پیر کے دن حضرت عیسیٰؑ سے پانچ سو اکہتر برس بعد ہوئی... سب گھر والوں کو اس بچہ کے پیدا ہونے سے بڑی خوشی ہوئی...

حضرت مولانا محمد میاں رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:...

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو بشارت دی تھی... ''یاتی من بعدی اسمہ' احمد'' میرے بعد ایک رسول آئے گا جس کا نام احمد ہوگا...

۲۵ اپریل ۵۷۱ء کو اس جان آفرین بشارت کا ظہور ہوا...

صبح کا سہانا وقت تھا... ابھی سورج نہیں نکلا تھا کہ ہدایت و رحمت کا یہ آفتاب افق مکہ پر طلوع ہوا...

شرافت اور انسانیت کے چمن میں آپ کی تشریف آوری فصل گل کی آمد تھی تو آپ کی پیدائش بھی موسم بہار میں ہوئی (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:...

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم موسم بہار میں دوشنبہ کے دن بعد از صبح صادق و قبل از طلوع آفتاب پیدا ہوئے... حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے والدین کے اکلوتے فرزند

تھے... والد بزرگوار کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے پہلے انتقال ہو گیا تھا... عبدالمطلب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا نے خود بھی یتیمی کا زمانہ دیکھا تھا' اپنے ۲۴ سالہ نوجوان پیارے فرزند عبداللہ کی اس یادگار کے پیدا ہونے کی خبر سنتے ہی گھر میں آئے اور بچہ کو خانہ کعبہ میں لے گئے اور دعا مانگ کر واپس لائے...

پیدائش مبارک کا دن' جگہ اور تاریخ

دن و تاریخ:... سب کا اتفاق ہے کہ پیر کا دن تھا... تاریخ میں اختلاف ہے کہ آٹھویں یا بارہویں ہے... (کذا فی الشمامہ)

مہینہ:... سب کا اتفاق ہے کہ ربیع الاول تھا...

سال:... سب کا اتفاق ہے کہ عام الفیل تھا (جس سال اصحاب الفیل ہلاک کئے گئے) بقول سہیلی اس قصہ سے پچاس دن بعد اور بعض نے پچپن دن بعد کہا ہے... (قالہ الدمیاطی کذا فی الشمامۃ)

وقت پیدائش:... بعض نے رات اور بعض نے دن کا وقت کہا ہے (قال الزرکشی) بعض نے بوقت طلوع فجر کہا ہے... (کذا فی الشمامۃ)

مقام پیدائش:... بعض کے نزدیک مکہ میں پیدا ہوئے...

بعض کے نزدیک شعب (گھاٹی) میں پیدا ہوئے بعض کے نزدیک روم میں پیدا ہوئے اور بعض کے نزدیک عسفان میں پیدا ہوئے... (کذا فی الشمامۃ لمن المواہب)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مختون اور ناف بریدہ پیدا ہوئے

حضرت عباس فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مختون اور ناف بریدہ پیدا ہوئے عبدالمطلب کو یہ دیکھ کر بہت تعجب ہوا اور یہ کہا کہ البتہ میرے اس بیٹے کی بڑی شان ہوگی.... چنانچہ ہوئی یہ روایت طبقات ابن سعد ص ۶۴ ج القسم اول میں مذکور ہے... سند اس کی نہایت قوی ہے... (سیرۃ المصطفیٰ)

لیکن چونکہ اس بارے میں روایات مختلف ہیں... اس لئے ختنہ کے بارے میں تین قول ہیں.... ایک قول تو یہ ہے کہ حضور مختون پیدا ہوئے حاکم کہتے ہیں کہ آپ کے مختون پیدا ہونے میں احادیث متواتر ہیں...

دوسرا قول یہ ہے کہ آپ کے جد امجد عبدالمطلب نے ولادت کے ساتویں روز آپ کی ختنہ کرائی جیسا کہ عرب میں دستور تھا کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی سنت کے مطابق مولود کے ساتویں روز ختنہ کراتے تھے... تیسرا قول یہ ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ کے یہاں آپ کی ختنہ ہوئی اور یہ قول ضعیف ہے... مشہور اور معتبر اول ہی کے دو قول ہیں اور ان دونوں قولوں میں تطبیق بھی ممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مختون ہی پیدا ہوئے... لیکن ختنہ کی تتمیم اور تکمیل عبدالمطلب نے کی... (سیرۃ المصطفیٰ)

حضرت حلیمہ کی گود میں

قریش کو اپنی زبان سے عشق تھا... وہ شخص قوم کا سردار نہیں مانا جا سکتا تھا جو فصیح نہ ہو... بچپن ہی سے زبان کی حفاظت کی جاتی تھی اور بچوں کو فصیح عربی کا عادی بنایا جاتا تھا... مکہ شہر میں یہ ممکن نہیں تھا کہ بچے ٹکسالی فصیح عربی کے عادی ہوں کیونکہ یہ ایک تیرتھ تھا جہاں غیر قریشی عرب جو فصاحت سے نا آشنا ہوتے تھے ہمیشہ آتے رہتے تھے... یہاں قیام کرتے تھے تجارت کے سلسلہ میں بھی آمد و رفت رہتی تھی اور زبان کے لحاظ سے سب سے زیادہ خطرناک بات یہ تھی کہ یہاں عجمی (شام اور افریقہ وغیرہ کے غلام) بکثرت رہتے تھے ایک ایک گھرانے میں کئی کئی غلام ہوتے تھے...

ان کی مخلوط عربی مضحکہ خیز ہوتی تھی اور بچوں کا واسطہ زیادہ تر انہیں غلاموں سے پڑتا تھا اس لئے قریش نے کچھ ایسے دیہاتی قبائل منتخب کر رکھے تھے جن کی زبان فصیح مانی جاتی تھی... انہیں قبائل کی عورتوں کو وہ اپنے بچوں کی ''ماما'' بناتے تھے... ان قبائل کی عورتیں مکہ میں آتیں اور بچوں کو لے جاتیں وہی دودھ پلاتیں اور وہی پرورش کرتیں...

انہیں ٹکسالی عربی کے الفاظ بچوں کے کانوں میں پڑتے انہیں الفاظ کی ادائیگی کے لئے بچوں کی زبان پہلی مرتبہ پلٹتی اور فصاحت گویا ان کی گھٹی میں پڑ جاتی...

زبان کی حفاظت کے علاوہ صحت کے لحاظ سے بھی دیہات کی کھلی ہوا بچوں کے لئے مفید ہوتی تھی...اسی سماجی رسم کا ایک محرک یہ بھی تھا کہ بچوں کا نشو ونما صحت مندانہ ہو' اخلاق و خصائل کے لحاظ سے بھی یہ قبیلے پست نہ تھے ... یتیم عبداللہ کے دور رضاعت کو خاندانی آداب کے اسی سانچہ میں ڈھلنا پڑا...(محمد رسول اللہ)

عرب میں یہ دستور تھا کہ شرفاء اپنے شیر خوار بچوں کو ابتداء ہی سے دیہات میں بھیج دیتے تھے تاکہ دیہات کی صاف وشفاف آب وہوا میں ان کا نشو ونما ہو...زبان ان کی فصیح ہو اور عرب کا اصلی تمدن اور عربی خصوصیات ان سے علیحدہ نہ ہوں...(سیرۃ المصطفیٰ)

جیسا کہ رواج تھا دیہات کی عورتیں دودھ پینے والے بچوں کو لینے کے لئے مکہ میں آئیں مگر یتیم عبداللہ کو کسی نے قبول نہیں کیا کہ ''بیوہ ماں'' سے کچھ زیادہ انعام کی امید نہیں تھی...دادا اگرچہ سردار مکہ تھے مگر چراغ سحر تھے...قبیلہ سعد کی ایک عورت حلیمہ تھی وہ بھی ''ماما'' بننے کے لئے آئی تھی مگر اس کو عورتوں نے اس لئے منظور نہ کیا کہ وہ فاقہ زدہ کمزور تھی...وہ خیال کرتی تھیں کہ یہ سوکھی عورت خود دودھ کی محتاج ہے بچہ کو دودھ کیا پلائے گی...مگر نامرادی مراد بن گئی... جب حلیمہ سعدیہ سیدہ آمنہ کے پاس پہنچیں اور آمنہ کا لال اسے دودھ پلانے کے لئے مل گیا حلیمہ کو شغل ہاتھ لگا اور آمنہ کی اپنی پڑوسنوں اور سہیلیوں میں آنکھ نیچی نہ ہوئی ورنہ انہیں صدمہ تھا کہ عورتیں کہیں گی کہ اس یتیم کو کوئی ''ماما'' بھی نصیب نہ ہوئی...(محمد رسول اللہ)

حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور بنی سعد کی عورتیں شیر خوار بچوں کی تلاش میں مکہ آئے میرے ساتھ میرا شوہر اور ایک میرا شیر خوار بچہ تھا...سواری کے لئے ایک لاغر اور دبلی گدھی اور ایک اونٹنی جس کا یہ حال تھا کہ ایک قطرہ دودھ کا اس سے نہ نکلتا تھا کہ ہم

بھوک کی وجہ سے رات بھر نہ سوتے... بچہ کا یہ حال کہ تمام شب بھوک کی وجہ سے روتا اور بلبلاتا میرے پستانوں میں اتنا دودھ نہ تھا کہ جس سے بچہ سیر ہو سکے... کوئی عورت ایسی نہ رہی کہ جس پر آپ پیش نہ کئے گئے ہوں مگر جب یہ معلوم ہوتا کہ آپ یتیم ہیں تو فوراً انکار کر دیتی کہ جس کے باپ ہی نہیں اس سے حق الخدمت ملنے کی کیا توقع کی جائے مگر یہ کسی کو معلوم نہ تھا کہ یہ یتیم نہیں ہے بلکہ دریتیم ہے اور یہ وہ مبارک مولود ہے کہ جس کے ہاتھوں میں قیصر و کسریٰ کے خزائن کی کنجیاں رکھی جانے والی ہیں... دنیا میں اگرچہ اس کا کوئی والی اور مربی اور حق الخدمت دینے والا نہیں مگر وہ رب العالمین جس کے ہاتھ میں تمام زمین اور آسمان کے بے شمار خزائن ہیں وہ اس یتیم کا والی اور متولی ہے اور اس کی پرورش اور تربیت کرنے والوں کو وہم و گمان سے زائد حق الخدمت دینے والا ہے...

سب عورتوں نے شیر خوار بچے لے لئے صرف حلیمہ خالی رہ گئیں... جب روانگی کا وقت آیا تو حلیمہ کو خالی ہاتھ جانا شاق معلوم ہوا... یکایک غیب سے حلیمہ کے دل میں اس یتیم کے لینے کا نہایت قوی داعیہ اور شدید تقاضہ پیدا ہو گیا... حلیمہ نے اپنے شوہر سے جا کر کہا... خدا کی قسم میں ضرور اس یتیم کے پاس جاؤں گی اور ضرور اس کو لے کر آؤں گی... شوہر نے کہا اگر تو ایسا کرے تو کوئی حرج نہیں امید ہے کہ حق جل شانہ اس کو ہمارے لئے خیر و برکت کا سبب بنائے گا...

حلیمہ اسی برکت کی امید پر آپ کو لے آئیں... اللہ نے اسی امید کے مطابق ان پر برکتوں کا دروازہ کھول دیا... بنی سعد کی اور عورتوں نے مخلوق سے طمع باندھی اور حلیمہ نے خالق سے امید باندھی... حلیمہ کہتی ہیں کہ اس مولود مسعود کا گود میں لینا تھا کہ پستان بالکل خشک تھے وہ دودھ سے بھر آئے اتنا دودھ ہوا کہ آپ بھی سیراب ہو گئے اور آپ کا رضاعی بھائی بھی سیر ہو گیا... اونٹنی کا دودھ دوہنے کے لئے اٹھے تو دیکھتے کیا ہیں کہ تھن دودھ سے بھرے ہوئے ہیں... میں نے اور میرے شوہر نے خوب سیر ہو کر دودھ پیا... رات نہایت آرام سے گزری صبح ہوئی تو شوہر نے حلیمہ سے کہا:

اے حلیمہ خوب سمجھ لے کہ خدا کی قسم تو نے بہت ہی مبارک بچہ لیا ہے (سیرۃ المصطفیٰ)

فہموں کی قلابازیاں اس مسئلہ میں بھی تقریباً اسی قسم کی ہیں جو حلیمہ سعدیہ (رضی اللہ عنہا) کے متعلق سمجھ کے پھیر سے بلا وجہ پیدا ہوئیں...

آپ کو حلیمہ سعدیہ سے دودھ ملا' یا حلیمہ رضی اللہ عنہا کی اونٹنی' حلیمہ کی بکریوں' حلیمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر' حلیمہ رضی اللہ عنہا کے بچوں بلکہ آخر میں قبیلہ والوں تک کو' ان سب کو دودھ آپ ہی کے ذریعہ سے ملا؟ اس میں واقعہ کیا ہے' اس کو سب جانتے ہیں' لیکن نہیں جانتے یا نہیں جاننا چاہتے... (النبی الخاتمؐ)

واقعہ شق صدر

دلارا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پھر اسی طرح حلیمہ کے یہاں رہنے لگا... حلیمہ کے سب بچے اس کا خیال رکھتے تھے...

اس سے محبت کرتے تھے اور کہیں اکیلا نہیں چھوڑتے تھے...

ایک روز گھر سے باہر یہ سب بچے کھیل رہے تھے... انہوں نے دیکھا کہ دو آدمی آئے یہ بڑے حسین و جمیل خوبصورت اور شاندار آدمی تھے... نہایت عمدہ صاف لباس پہنے ہوئے انہوں نے بچہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو اٹھایا اور اس کو الگ لے گئے... بچے دوڑتے ہوئے گھر پہنچے وہاں سے حلیمہ اور ان کے شوہر دوڑے ہوئے آئے... دیکھا ''محمد'' اپنی جگہ موجود ہیں اور کوئی آدمی وہاں موجود نہیں... ''محمد'' خوش و خرم ہیں... مسکرا رہے ہیں... البتہ چہرے پر کچھ اثر ہے... ان سے پوچھا بیٹا کیا ہوا... کون آدمی تھے... وہ تمہیں کیوں اٹھا لائے تھے وہ کہاں چلے گئے...

معصوم بچہ نے پھوکی پھوکی زبان سے سارا قصہ سنا دیا... کہ ان دونوں نے مجھے لٹا کر یہاں سے یہاں تک (سینہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) چاک کیا... پھر گوشت کا ایک لوتھڑا (دل) نکالا اس کو چیر کر سیاہ دانہ اس میں سے نکالا... برف ان

کے پاس تھا اس سے دھویا... پھر اس کو اپنی جگہ رکھ دیا اور ٹھیک کر کے چلے گئے... مجھے تکلیف کچھ نہیں ہوئی... بلکہ ٹھنڈک سی معلوم ہوئی اور اب تک معلوم ہو رہی ہے...

حلیمہ اور حارث نے بچہ کو چمکارا... پیار کیا... سینہ سے لگا کر گھر لے آئے (محمد رسول اللہؐ)

شق صدر چار مرتبہ ہوا

شق صدر کا واقعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی عمر میں چار مرتبہ پیش آیا...

اول بار زمانہ طفولیت میں پیش آیا جب آپ حلیمہ سعدیہ کی پرورش میں تھے اور اس وقت آپ کی عمر مبارک چار سال کی تھی...

ایک روز آپ جنگل میں تھے کہ دو فرشتے جبرئیل اور میکائیل سفید پوش انسانوں کی شکل میں ایک سونے کا طشت برف سے بھرا ہوا لے کر نمودار ہوئے... اور آپ کا شکم مبارک چاک کر کے قلب مطہر کو نکالا پھر قلب کو چاک کیا اور اس میں سے ایک یا دو ٹکڑے خون کے جمے ہوئے نکالے اور کہا کہ یہ شیطان کا حصہ ہے... پھر شکم اور قلب کو اس طشت میں رکھ کر برف سے دھویا بعد ازاں قلب کو اپنی جگہ پر رکھ کر سینہ پر ٹانکے لگائے اور دونوں شانوں کے درمیان ایک مہر لگا دی...

دوسری بار شق صدر کا واقعہ آپ کو دس سال کی عمر میں پیش آیا... یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے صحیح ابن حبان اور دلائل ابی نعیم وغیرہ میں مذکور ہے...

تیسری بار یہ واقعہ بعثت کے وقت پیش آیا جیسا کہ مسند ابی داؤد طیالسی ص ۲۱۵ اور دلائل ابی نعیم ص ۶۹ ج ۱ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے...

چوتھی بار یہ واقعہ معراج کے وقت پیش آیا جیسا کہ بخاری اور مسلم اور ترمذی اور نسائی وغیرہ میں ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اور اس بارے میں روایتیں متواتر اور مشہور ہیں...

یہ چار مرتبہ کا شق صدر تو روایات صحیحہ اور احادیث معتبر سے ثابت ہے اور بعض

روایات میں پانچویں مرتبہ بھی شق صدر کا ذکر آیا ہے کہ بیس سال کی عمر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شق صدر ہوا مگر یہ روایت باجماع محدثین ثابت اور معتبر نہیں...

شق صدر کے اسرار

پہلی مرتبہ حلیمہ سعدیہ کے یہاں زمانہ قیام میں قلب چاک کر کے جو ایک سیاہ نقطہ نکالا گیا وہ حقیقت میں گناہ اور معصیت کا مادہ تھا...

جس سے آپ کا قلب مطہر پاک کر دیا گیا اور نکالنے کے بعد قلب مبارک غالباً اس لئے دھویا گیا کہ مادۂ معصیت کا کوئی نشان اور اثر بھی باقی نہ رہے اور برف سے اس لئے دھویا کہ گناہوں کا مزاج گرم ہے...

جیسا کہ شیخ اکبر نے فتوحات میں لکھا ہے...

اس لئے مادۂ معصیت کے بجھانے کے لئے برف کا استعمال کیا گیا کہ حرارت عصیاں کا نام ونشان بھی باقی نہ رہے...

اور دوسری بار دس سال کی عمر میں جو سینہ چاک کیا گیا وہ اس لئے کیا گیا تا کہ قلب مبارک مادۂ لہو ولعب سے پاک ہو جائے...اس لئے کہ لہو ولعب خدا سے غافل بنا دیتا ہے اور تیسری بار بعثت کے وقت جو قلب مبارک چاک کیا گیا وہ اس لئے کہ قلب مبارک اسرار وحی اور علوم الٰہیہ کا تحمل کر سکے...

اور چوتھی بار معراج کے وقت اس لئے سینہ چاک کیا گیا تا کہ قلب مبارک عالم ملکوت کی سیر اور تجلیات الٰہیہ اور آیات ربانیہ کے مشاہدہ اور خداوند ذوالجلال کی مناجات اور اس کی بے چون وچگون کلام کا تحمل کر سکے...

غرض یہ کہ بار بار شق صدر ہوا اور ہر مرتبہ کے شق صدر میں جداگانہ حکمت ہے...

بار بار شق صدر سے مقصود یہ تھا کہ قلب مطہر ومنور کی طہارت ونورانیت انتہا کو پہنچ جائے...حضرات اہل علم فتح الباری باب المعراج کی مراجعت کریں...(سیرۃ المصطفیٰ)

شق صدر اور شرح صدر

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شق صدر سے حقیقۃً سینہ کا چاک کرنا مراد ہے... شق صدر سے شرح صدر کے معنی مراد لینا جو ایک خاص قسم کا علم ہے... صریح غلطی ہے شق صدر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص الخاص معجزات میں سے ہے اور شرح صدر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص نہیں...

حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہم کے زمانے سے لے کر اب تک بھی علماء صالحین کو شرح صدر ہوتا رہا ہے... نیز اگر شق صدر سے شرح صدر کے معنی مراد ہوں جو کہ ایک امر معنوی ہے تو پھر اس حدیث کا کیا مطلب ہوگا کہ سیون کا نشان جو آپ کے سینہ مبارک پر تھا صحابہ کرام اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے کیا شرح صدر سے سینہ پر سلائی کے نشان نمودار ہو جاتے ہیں... (سیرۃ المصطفیٰ)

مہر نبوت (صلی اللہ علیہ وسلم)

بعض کہتے ہیں کہ مہر نبوت ابتدائے ولادت سے تھی اور علمائے بنی اسرائیل آپ کو اسی علامت سے جانتے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ شق صدر کے بعد مہر لگائی گئی ... پہلا قول زیادہ صحیح اور راجح ہے...

جیسا کہ بعض روایات سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی پیدائش ہی مہر نبوت کے ساتھ ہوئی ہے اور عجب نہیں کہ جن روایات میں شق صدر کے بعد مہر نبوت کا لگانا مذکور ہے وہ سابق مہر نبوت کی تجدید اور اعادہ ہو اس طرح سے تمام روایات میں تطبیق اور توفیق ہو جاتی ہے...

اگر مہر شق صدر کے بعد لگائی گئی تو اس کی حکمت یہ ہے کہ جب کسی شے کی حفاظت مقصود ہوتی ہے تو مہر لگا دیتے ہیں تا کہ جو شے اس میں رکھ دی گئی ہے وہ اس میں سے نکلنے نہ پائے... جواہرات بھر کر تھیلی پر مہر لگا دیتے ہیں کہ کوئی موتی نکلنے نہ

پائے...اسی طرح آپ کے قلب مبارک کو علم وحکمت سے بھر کر دوشانوں کے درمیان مہر لگادی گئی تا کہ اس خزینہ سے کوئی شے ضائع نہ ہونے پائے...

نیز جس طرح شق صدر سے قلب کا اندرونی حصہ حظِ شیطان سے پاک کر دیا گیا اسی طرح دوشانوں کے درمیان قلب کے مقابل بائیں جانب ایک مہر لگادی گئی تا کہ قلب شیطان کے وسوسوں اور بیرونی حملوں سے محفوظ ہو جائے اس لئے کہ شیطان اسی جگہ سے وسوسہ ڈالتا ہے عمر بن عبدالعزیز سے منقول ہے کہ کسی شخص نے حق جل شانہ سے درخواست کی اے رب العالمین مجھ کو شیطان کے وسوسے کا راستہ دکھلا کہ وہ کس راہ سے آ کر آدمی کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے...تو من جانب اللہ دوشانوں کے درمیانی جگہ جو قلب کے مقابل بائیں جانب ہے وہ دکھلائی گئی کہ شیطان اس راہ سے آتا ہے اور جب بندہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو فوراً پیچھے ہٹ جاتا ہے...(سیرۃ المصطفیٰ)

والدہ کے ساتھ مدینہ کا سفر

مدینہ منورہ جس کا نام اس وقت یثرب تھا...سیدہ آمنہ کا وہاں ننہیالی رشتہ تھا... حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) حلیمہ سعدیہ کے یہاں سے آ گئے تو تقریباً تیرہ ماہ بعد آمنہ سیدہ مدینہ گئیں...اپنے نور چشم لخت جگر کو بھی لے گئیں اور خدمت کے لئے متوفی عبداللہ کی باندی ''ام ایمن'' بھی ساتھ گئیں...

وہاں دارالنابغہ میں قیام کیا...یتیم عبداللہ آمنہ کا لال جس طرح حسن و جمال میں موتی تھا...اس کی خصلتیں بھی سب بچوں سے نرالی تھیں...ذہین بچے شریر ہوتے ہیں مگر آمنہ کے اس جگر گوشہ میں ذہانت تو کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی شرارت کا نام نہ تھا...ہر بات میں ادب اور تہذیب' ہر ایک کام کا سلیقہ...بھولی بھالی بات چیت بہت شیریں سمجھداری اور شرافت ایسی کہ لوگ حیران رہ جاتے تھے...دوسروں سے تذکرہ کرتے وہ اس بچہ کو دیکھنے آتے تھے...مدینہ سے دو دو تین تین میل کے فاصلہ پر

یہودیوں کی بڑی بڑی بستیاں تھیں وہاں بڑے بڑے عالم رہتے تھے... وہ آنے والے نبی کی پیشین گوئیاں کیا کرتے تھے اور اس کی آمد کے منتظر تھے... نجومیوں اور جوتشیوں (کاہنوں) کی باتیں بھی مشہور تھیں...

اس بچہ کی خبر رفتہ رفتہ ان یہودیوں کو پہنچی تو وہ دیکھنے آنے لگے... کوئی دیکھ کر بچہ کی تعظیم کرتا اور کوئی ہکا بکا دم بخود رہ جاتا کہ جو باتیں آنے والے نبی کی ہیں وہ اس بچہ میں پائی جاتی ہیں... پھر اپنی تنگ نظری سے جز بز ہونے لگتا کہ نبوت تو ہمارے خاندانوں کا حصہ ہے... قریش میں یہ بچہ کیوں پیدا ہو گیا...

مدینہ سے واپسی' والدہ صاحبہ کا انتقال

اس طرح کی باتیں ہونے لگیں... سیدہ آمنہ کو حلیمہ کی بات یاد آ گئی کہ وہ ایک یہودی کے پاس اس نونہال کو لے گئی تھیں تو اس نے شور مچا دیا تھا کہ اس بچہ کو ختم کر دو ورنہ انقلاب برپا کر دے گا... تمہارے مذہب بدل دے گا... سیدہ آمنہ کو فکر ہوئی... انہوں نے مدینہ کا قیام مختصر کیا... صرف ایک مہینہ ٹھہریں... پھر اپنی آنکھوں کے نور' دل کے سرور کو لے کر مکہ روانہ ہو گئیں...

لیکن اس یتیم بچہ کی انوکھی بات یہ بھی تھی کہ قدرت نے ابھی سے اس کو آزمانا شروع کر دیا تھا... سیدہ آمنہ مدینہ سے چلیں تو طبیعت خراب ہو گئی... اب جیسے جیسے قافلہ چل رہا تھا ان کا مرض بڑھ رہا تھا... ایک مقام کا نام ابواء تھا... وہاں قافلے پڑاؤ کیا کرتے تھے... جب سیدہ آمنہ یہاں پہنچیں تو مرض اور بڑھ گیا... آگے چلنے کی ہمت نہیں رہی' مکہ کے بجائے آخرت کے لئے رخت سفر باندھ لیا اور دنیا سے رخصت ہو گئیں... یہیں ان کو سپرد خاک کر دیا گیا... ''ام ایمن'' ساتھ تھیں... وہ اس یتیم کو جواب یسیر بھی ہو گیا تھا... لے کر مکہ معظمہ آئیں... دادا کو خبر ہوئی تو بہت صدمہ ہوا...

اس واقعہ سے تقریباً پچاس سال بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر

کے مدینہ پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچپن کی باتیں یاد تھیں...آپ بتایا کرتے تھے کہ یہاں ہم ٹھہرے تھے... یہاں والدہ کا قیام ہوا تھا...

یہودی مجھے آ آ کر دیکھا کرتے تھے...آپ نے یہ بھی بتایا کہ "بنی عدی بن نجار" کے محلّہ میں ایک باولی تھی...میں اس میں تیراکی کی مشق کیا کرتا تھا...ام ایمن بیان کیا کرتی تھیں کہ مجھے خوب یاد ہے... یہودی کہا کرتے تھے کہ یہ بچہ اس امت کا نبی ہو گا...مکہ سے ہجرت کر کے آئے گا...یہ اس کا دارالہجرت ہے...

اس ننھے معصوم کو غریب الوطنی اور سفر میں ماں کی جدائی کا صدمہ اٹھانا پڑا... صدمہ بہت سخت تھا...مگر قدرت چپکے چپکے تسلی دے رہی تھی کہ

ے جن کے رتبے ہیں ان کی سوا مشکل ہے (محمد رسول اللہ)

پھر دیکھو! جس کا باپ مر جاتا ہے تو جھوٹی قوتوں کے ماننے والے گھبرا گھبرا کر چلاتے ہیں' واویلا مچاتے ہیں کہ اس بچے کو کون پالے گا' بے زوری کو زور کہنے والوں کا زور توڑنے کے لئے خود اس کے ساتھ یہ دکھایا گیا کہ پیدا ہونے کے بعد نہیں بلکہ اس سے پہلے کہ وہ آئے اس میدان میں آئے جہاں جھوٹی قوتوں سے آزادی کا پرچم کھولا جائے گا وہ دھوکے کی اس قوت سے آزاد ہو گیا جس کا نام دنیا نے باپ رکھا ہے اور ٹھیک جس طرح ظہور سے پہلے اس کی ہستی نے اس آزادی کی شہادت ادا کی' نمود کے ساتھ ہی چند ہی دنوں کے بعد اس غلط بھروسے کا تکیہ بھی اس کے سر کے نیچے سے کھینچ لیا گیا...جس کو ہم سب ماں کہتے ہیں...(النبی الخاتم)

قومی خدمت......تعمیر کعبہ میں حصہ

کعبہ عربوں کا قومی اور مذہبی نشان تھا... چونکہ وہ پہاڑوں کے نشیب میں واقع ہے تو جب بھی زوردار بارش ہوتی تھی...سیلاب کی دھاریں اس کو چھوتی رہتی تھیں اور کبھی کبھی اس کو نقصان پہنچا دیا کرتی تھیں...

مکہ اگرچہ ساحل سمندر سے صرف چالیس میل کے فاصلہ پر ہے... مگر مون سون اُس طرف نہیں جاتا... برسات تو وہاں ہوتی ہی نہیں... بارش بھی کبھی بھی ہوتی ہے... بسا اوقات کئی کئی سال گزر جاتے ہیں... بارش کی ایک بوند نہیں برستی... اور کبھی ایسی زوردار برستی ہے کہ مکہ میں طوفان آجاتا ہے...

اس وقت کا ایک واقعہ ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر تقریباً دس سال ہوگی کہ مکہ کی پہاڑیوں پر زوردار بارش ہوئی... پھر سیلاب بھی ایسے زور کا آیا کہ کعبہ کی عمارت کو نقصان پہنچ گیا... سیلاب اترا تو کعبہ کی مرمت شروع کی گئی... سن رسیدہ اور نوجوان رضاکار اپنے اس قومی نشان کی مرمت کر رہے تھے تو لوگوں نے دیکھا کہ ایک بچہ بھی نوجوانوں کی طرح سرگرم ہے اور اگرچہ بساط کچھ بھی نہیں مگر جذبہ اور شوق کا یہ عالم ہے کہ بھاری بھاری پتھر مونڈھے پر اٹھا رہا ہے... اور کعبہ کی دیوار تک پہنچا رہا ہے... مونڈھے پتھروں سے چھلے جا رہے ہیں' بوجھ اٹھانے سے سانس چڑھ رہا ہے مگر اس کے ولولہ میں کوئی فرق نہیں آ رہا...

یہ بہادر بچہ وہی ہے جسے ''محمد'' کہا جاتا ہے' صلی اللہ علیہ وسلم (محمد رسول اللہؐ)

بتوں سے نفرت و پرہیز

یہ عجیب بات ہے کہ مکہ کے باشندے بے دینی اور مذہب سے آوارہ ہونے کے باوجود اپنے آپ کو مذہبی سمجھتے تھے... مگر ان کی یہ مذہبیت شرک اور اوہام پرستی کا جال بن کر رہ گئی تھی... ایک طرف حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا نام زبان پر تھا' جنہوں نے شرک کے خلاف توحید کا جھنڈا بلند کیا تھا اور دوسری طرف حالت یہ تھی کہ حرم کعبہ میں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے اور ان کے علاوہ ہر ایک قبیلہ کا دیوتا اور اس کا بت الگ الگ تھا...

شرک کی اس گرم بازاری میں کسی بچہ کا غیر اللہ کی پرستش سے بچنا ناممکن تھا... مگر جس کو قدرت نے وہ سنجیدگی عطا فرمائی تھی جس نے اس کو کھیل' تماشے اور قصہ گوئی کی محفلوں

سے الگ رکھا جو برہنگی کے تصور سے بھی لرز جاتا تھا وہ عبادت کے معاملہ میں یہ بے جوڑ بات اور یہ مذاق گوارا نہیں کرسکتا تھا کہ ایک طرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کی توحید پرستی کے قصے سنے اور دوسری طرف اپنی پیشانی غیر اللہ کے سامنے جھکا دے...(محمد رسول اللہؐ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے عرض کیا گیا کہ آپ نے کبھی کسی بت کو پوجا ہے...آپ نے فرمایا نہیں پھر پوچھا گیا کہ کبھی آپ نے شراب پی ہے آپ نے فرمایا نہیں اور یہ بھی فرمایا کہ میں ہمیشہ سے ان چیزوں کو کفر سمجھتا تھا اگرچہ مجھ کو کتاب اور ایمان کا علم نہ تھا...(سیرۃ المصطفیٰ ۲)

جس فطرت سلیم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سمجھا دیا تھا کہ چاند سورج اور آسمان کے چمکدار تارے جن کو ان کی قوم معبود مانتی ہے' ہرگز قابل پرستش نہیں ہیں کیونکہ انسان کی طرح رات دن کی تبدیلیوں کا ان پر بھی اثر ہوتا ہے بلکہ وہ انسان سے زیادہ پابند اور بے بس نظر آتے ہیں جو پابند ہو جس پر رات دن کی تبدیلیوں کا اثر ہوتا رہتا ہو...وہ معبود نہیں ہوسکتا...

اسی فطرت سلیم نے پاک طینت ''محمد'' صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوش سنبھالتے ہی بتا دیا تھا کہ جس کو انسان خود بنائے وہ معبود نہیں ہوسکتا...' نہ اس قابل ہوسکتا ہے کہ انسان اس کے سامنے گردن جھکائے یا ماتھا رگڑے...

لوگ خانہ کعبہ کا طواف جب بھی کیا کرتے تھے...وہاں پیتل کے دو بت اساف اور نائلہ تھے...طواف کرنے والے ان کو بوسہ دیا کرتے تھے اور ان پر ہاتھ پھیرا کرتے تھے...آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہیتے غلام زید بن حارثہ نے اپنے بیٹے (حضرت اسامہ) کو واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ بچپن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طواف کر رہا تھا چکر لگاتے ہوئے جب ہم اساف اور نائلہ کے پاس پہنچے تو میں نے چاہا کہ میں بھی انہیں چھولوں...حضرت ''محمد'' (صلی اللہ علیہ وسلم) نے منع فرما

دیا... اگلے چکر میں میں نے نظر بچا کر چھو لینا چاہا اور چھو بھی لیا... مگر آپ کی جیسے ہی نظر پڑی آپ نے سختی سے ڈانٹا' میں نے تمہیں منع نہیں کیا تھا... (محمد رسول اللہ)

آسمانی تربیت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچپن اور شباب میں بھی جبکہ منصب پیغمبری سے ممتاز نہیں ہوئے تھے... مراسم شرک سے ہمیشہ مجتنب رہے... ایک دفعہ قریش نے آپ کے سامنے کھانا لا کر رکھا یہ کھانا بتوں کے چڑھاوے کا تھا... جانور جو ذبح کیا گیا تھا کسی بت کے نام پر ذبح کیا گیا تھا... آپ نے کھانے سے انکار کیا...

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت سے پہلے بت پرستی کی برائی شروع کر دی تھی اور جن لوگوں پر آپ کو اعتماد تھا ان کو اس بات سے منع فرماتے تھے...

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس زمانہ میں پیدا ہوئے مکہ بت پرستی کا مرکز اعظم تھا... خود کعبہ میں تین سو ساٹھ بت تھے... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کا تمغائے امتیاز صرف اس قدر تھا کہ اس بتکدہ کے متولی اور کلید بردار تھے... بایں ہمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بتوں کے آگے سر نہیں جھکایا... دیگر رسوم جاہلیت میں بھی کبھی شرکت نہیں کی... قریش نے اس بناء پر کہ ان کو عام لوگوں سے ہر بات میں ممتاز رہنا چاہئے یہ قاعدہ قرار دیا تھا کہ ایام حج میں قریش کے لئے عرفات جانا ضروری نہیں اور یہ کہ جو لوگ باہر سے آئیں وہ قریش کا لباس اختیار کریں ورنہ ان کو برہنہ ہو کر کعبہ کا طواف کرنا ہوگا چنانچہ اسی بناء پر طواف برہنہ کا عام رواج ہو گیا تھا... لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان باتوں میں کبھی اپنے خاندان کا ساتھ نہ دیا... (حضرت علی میاں ندوی)

حرب الفجار

عرب میں عرصہ سے لڑائیوں کا سلسلہ جاری تھا... واقعہ فیل کے بعد جو مشہور معرکہ پیش آیا وہ معرکہ حرب الفجار کے نام سے مشہور ہے یہ معرکہ قریش اور قبیلہ قیس

کے درمیان پیش آیا... اول قیس قریش پر غالب آئے... بعد میں قریش قیس پر غالب آئے... بالآخر صلح پر جنگ کا خاتمہ ہوا... بعض دنوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس لڑائی میں اپنے بعض چچاؤں کے اصرار سے شریک ہوئے مگر قتال نہیں فرمایا...

ابن ہشام فرماتے ہیں کہ اس وقت آپ کی عمرہ چودہ یا پندرہ سال کی تھی اور محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف بیس سال کی تھی... (سیرۃ المصطفیٰؐ)

عرب کے لوگ بڑے لڑاکے تھے... بات بات میں آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے تھے... اگر کہیں کسی طرف سے کوئی آدمی مارا گیا تو جب تک اس کا بدلہ نہیں لیتے تھے' چین سے نہیں بیٹھتے تھے... ایک دفعہ ''بکر'' اور ''تغلب'' عرب کے دو قبیلوں میں ایک گھوڑ دوڑ کے موقع پر لڑائی ہوئی تو وہ لڑائی پورے چالیس برس ہوتی رہی...

اسی قسم کی ایک لڑائی کا نام فجار ہے... یہ لڑائی قریش اور قیس کے قبیلوں میں ہوئی تھی... قریش کے سب خاندانوں نے اپنی اس قومی لڑائی میں شرکت کی تھی ہر خاندان کا دستہ الگ الگ تھا... ہاشم کے خاندان کا جھنڈا عبدالمطلب کے ایک بیٹے زبیر کے ہاتھ میں تھا... اسی صف میں ہمارے پیغمبر بھی تھے... آپ بڑے رحم دل تھے... لڑائی جھگڑے کو پسند نہیں فرماتے تھے' اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی پر ہاتھ نہیں اٹھایا... (رحمت عالمؐ)

نسطورا راہب سے ملاقات

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے غلام میسرہ کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہوئے جب بصریٰ پہنچے تو ایک سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھے وہاں ایک راہب رہتا تھا... جس کا نام نسطورا تھا... وہ دیکھ کر آپ کی طرف آیا اور آپ کو دیکھ کر یہ کہا کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے بعد سے لے کر اب تک یہاں آپ کے سوا اور کوئی نبی نہیں اترا پھر میسرہ سے کہا کہ ان کی آنکھوں میں یہ سرخی ہے... میسرہ نے کہا

یہ سرخی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی جدا نہیں ہوتی... راہب بولا...

هو هو وهو نبی وهو آخر الانبیاء یہ وہی نبی ہے اور یہ آخری نبی ہے...

پھر آپ خرید وفروخت میں مشغول ہوئے... اسی اثناء میں ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑنے لگا اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا کہ لات وعزی کی قسم کھایئے... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے کبھی لات عزی کی قسم نہیں کھائی اور اتفاقاً جب کبھی میرا لات اور عزی پر گزر بھی ہوتا ہے تو میں اعراض اور کنارہ کشی کے ساتھ وہاں سے گزر جاتا ہوں... یہ سن کر اس شخص نے کہا کہ بے شک' بات تو آپ ہی کی ہے یعنی صادق اور سچے ہیں... اور پھر اس شخص نے کہا کہ واللہ یہ شخص ہے جس کی شان اور صفت کو ہمارے علماء اپنی کتابوں میں لکھا ہوا پاتے ہیں... (سیرۃ المصطفیٰ)

صداقت وامانت کا مثالی کردار

ابو طالب کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچپن میں بھی بعض تجارتی سفر کر چکے تھے... ہر قسم کا تجربہ حاصل ہو چکا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن معاملہ کی شہرت ہر طرف پھیل چکی تھی' نوخیز ونوجوان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) گلہ بانی سے آگے بڑھ کر میدان تجارت میں آئے تو آپ کے تعلقات وسیع ہوئے...

لوگوں کو آپ کے آزمانے اور پرکھنے کا موقع ملا... مگر یہ حقیقت ہے کہ جن لوگوں نے آپ کو زیادہ قریب سے دیکھا وہی آپ کے سب سے زیادہ گرویدہ ہو گئے اور ایک عجیب بات یہ ہے کہ صرف دس بارہ سال کے عرصہ میں آپ کی غیر معمولی امانت داری... راست بازی اور سچائی نے سب ہی مکہ والوں کو یہاں تک موہ لیا کہ وہ آپ کا نام لینا بے ادبی سمجھنے لگے یہی مکہ کے بڑے بڑے تاجر اور سیٹھ جن کو اپنی دولت پر ناز تھا... جن کو اپنے بین الاقوامی تعلقات پر فخر تھا کہ ان کے تجارتی قافلے شام' یمن' فارس وغیرہ جاتے رہتے ہیں... افریقہ کے بازاروں میں ان کا لین دین رہتا ہے... ان

ملکوں کے امیروں اور بادشاہوں سے ان کی راہ و رسم ہے' ان سے اپنی بات منوا سکتے ہیں... یہی رؤساء قریش جو اپنے سوا کسی کو نظر میں نہیں لاتے تھے جو دوسروں کی گردنیں اپنے سامنے جھکوانا چاہتے تھے جن کے مشاعروں کی جان ان کے وہ فخریہ قصیدے ہوا کرتے تھے' جن میں وہ اپنی عظمت اور بڑائی کے ترانے گاتے اور کوئی ان کا توڑ کرتا تھا تو لڑ پڑتے تھے... یہاں تک کہ خونریز جنگ کی نوبت آ جاتی تھی... دنیا جانتی ہے اور تاریخ شاہد ہے کہ ''یتیم عبداللہ'' کی غیر معمولی سچائی اور امانتداری نے ان سیٹھوں اور رئیسوں کو یہاں تک متاثر اور گرویدہ بنا دیا تھا کہ وہ آپ کو ''الصادق'' یا ''الامین'' ہی کہتے تھے... نام لینا بے ادبی سمجھتے تھے... یہ دو لفظ یہاں تک زبانوں پر چڑھ گئے کہ انہوں نے قومی لقب کی حیثیت اختیار کر لی تھی... (محمد رسول اللہؐ)

نکاح

نکاح کیلئے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ارادہ و پیغام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کاروباری دانشمندی' ہوشیاری اور مستعدی نے حضرت خدیجہ کی اس رائے کی تصدیق کر دی جو وہ اس ''ترقی پسند'' نوجوان کے متعلق پہلے قائم کر چکی تھیں...

حضرت خدیجہ نے شام جاتے وقت جب مال سپرد کیا تو خاص اپنے بھروسے کے غلام ''میسرہ'' کو بھی ساتھ کر دیا تھا' بہانہ یہ تھا کہ وہ خدمت کرتے رہیں گے اور مقصد یہ تھا کہ مال کی نگرانی بھی رکھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طور و اطوار کا بھی گہرا مطالعہ کرتے رہیں...

سفر شام سے واپسی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منافع کا مال حضرت خدیجہ کے سپرد کیا... اور ''میسرہ'' نے نہ صرف امانتداری بلکہ آپ کے عام اخلاق کی بھی ایسی تعریف کی کہ خدیجہ جو اپنی زندگی کا یہ آخری دور کسی راست باز کے حوالہ کرنا چاہتی

تھیں ''دامانِ محمد'' (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ان کو گوہر مراد نظر آنے لگا...(محمد رسول اللہؐ)

ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ حضرت خدیجہ نے آپ کے تمام حالات سفر اور راہب کا مقولہ اور فرشتوں کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کرنا ورقہ بن نوفل سے جا کر بیان کیا...ورقہ نے کہا کہ خدیجہ اگر یہ واقعات سچے ہیں تو پھر یقیناً محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس امت کے نبی ہیں...اور میں خوب جانتا ہوں کہ امت میں ایک نبی ہونے والے ہیں...جن کا ہم کو انتظار ہے اور ان کا زمانہ قریب آ گیا ہے ان واقعات کو سن کر حضرت خدیجہ کے دل میں آپؐ سے نکاح کا شوق پیدا ہوا...(سیرۃ المصطفیؐ)

پیغام کی قبولیت اور نکاح

چنانچہ سفر شام سے واپسی کے دو مہینہ اور پچیس روز بعد خود حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے نکاح کا پیام دیا...آپ نے اپنے چچا کے مشورہ سے اس کو قبول فرمایا...تاریخ معین پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا ابو طالب اور حضرت حمزہ اور دیگر روسائے خاندان کی معیت میں حضرت خدیجہ کے یہاں تشریف لائے...مبرد سے منقول ہے کہ حضرت خدیجہ کے والد کا تو حرب فجار سے پہلے ہی انتقال ہو چکا تھا...نکاح کے وقت حضرت خدیجہ کے چچا عمرو بن اسد موجود تھے...کسی کا قول ہے کہ نکاح کے وقت حضرت خدیجہ کے والد خویلد بھی موجود تھے...

ابو طالب نے خطبہ نکاح پڑھا...

نکاح کے وقت آپ کی عمر شریف پچیس سال کی اور حضرت خدیجہ کی عمر شریف چالیس سال کی تھی... بیس اونٹ مہر مقرر ہوا (سیرۃ ابن ہشام) اور حافظ ابو بشر دولابی فرماتے ہیں کہ مہر کی مقدار ساڑھے بارہ اوقیہ تھی...ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے...لہٰذا کل مہر پانچ سو درہم شرعی ہوا...

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پہلا نکاح تھا اور حضرت خدیجہ کا تیسرا...(سیرۃ المصطفیؐ)

باعظمت میاں اور باعصمت اہلیہ

امیری جب آتی ہے تو اپنی شانوں کے ساتھ آتی ہے... ٹھاٹھ کے ساتھ آتی ہے' باٹھ کے ساتھ آتی ہے' لیکن جس کو قصر میں براجنے کا موقع دیا گیا' تلاش کرو! وہ ویرانوں میں ملے گا' مکہ کے رئیس اپنی کوٹھیوں میں ہیں اور طائف کے امراء پھلوں اور پھولوں سے لدے باغوں اور ان کے بنگلوں میں ہیں... لیکن جو سب سے بڑی امارت کا مختار کل اور متصرف مجاز ہے وہ پہاڑوں کے اندھیرے غاروں میں ہے' پھر جو سرمایہ اس کو ملا کیا وہ مہاجنی کے بازاروں میں ہے؟

رشتوں کو جوڑا گیا' مہمانوں کو کھلایا گیا' بے کاروں کو کموایا گیا' بار والوں کا بوجھ ہلکا کیا گیا' نادانوں کو سکھایا گیا... بیت کی گھڑیو میں لٹایا گیا... یہ حضرت خدیجہ ہی کی رپورٹ ہے جس میں ان کی دولت کام آئی...

پھر جوان میں چھوٹا تھا' وہ بڑا ہو چکا تھا' مال میں بڑا ہو چکا تھا' جاہ میں بڑا ہو چکا تھا' اور اپنے ہم چشموں' ہم عصروں' ہم زادوں سب میں سب سے بڑا ہو چکا تھا' آخر اس سے زیادہ بڑائی کس کو حاصل تھی... کالے پتھر کے لئے سرخ خون کی جوندی بہنے والی تھی... جس کے اکیلے ہاتھ نے اس طوفان کا رخ پلٹ دیا تھا... جس کے گھر کا مہمان ہمیشہ اکرام کے ساتھ واپس ہوا... جس کے دامن دولت کے نیچے یتیموں کو پناہ ملی' جو بیروزگاروں کو روزگار دلانے کا روزگار کرتا ہے' جو بے ہنروں کو ہنر سکھاتا تھا... بھاری بوجھ والوں کا بار اٹھاتا تھا... وہ آڑے وقتوں میں آڑ بنتا تھا... جو کچھ قدرت نے اس تک پہنچایا تھا وہ ان کو ان ہی راہوں میں بہاتا رہا...

جس نے نیکی کی اتنی پیچ در پیچ شاخوں میں اپنا سارا سرمایہ ساری توانائی لگا دی' اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس کے بعد شہرت وصیت' جاہ وجلال کی جو بلندیاں اسے میسر آئیں ایسی برتری ان میں کس کو نصیب ہوئی تھی... مال وثروت کے دیویوں یا

مندروں میں ''صدق'' و ''امانت'' جیسی صفات کہ مانا کہ پرستش نہ ہوتی ہو' لیکن کیا جاہ کے اکھاڑوں میں کردار کی ان قوتوں سے بازی نہیں جیتی جاتی؟

اور بلاشبہ وہ صرف اپنے شہر میں نہیں بلکہ اس شہر میں جہاں جہاں کے لوگ آتے تھے اور کون بتا سکتا ہے کہ کہاں کہاں کے لوگ آتے تھے... زیارت کے لئے بھی آتے تھے تجارت کے لئے بھی آتے جاتے تھے... ان سب علاقوں میں خطوں میں بلکہ تاریخ بتاتی ہے کہ ملکوں میں بھی' ان ہی راہوں سے اس کا نام اونچا ہو چکا تھا' جاہ کے لئے اس وقت جو کچھ سوچا جا سکتا تھا' یقیناً وہ سب اس کو حاصل ہو چکا تھا اور مالی بڑائی میں جس کنگرہ پر اس کی برتری کا پھریرہ اڑ رہا تھا اس کا تماشا تم کر چکے ہو...

پس جو چیز اسے محلوں میں مل چکی تھی کتنی بڑی بے ایمانی' اور کیسی گندی اور سیاہ کور باطنی' بے بنیاد بداندیشی ہو گی... کہ اس کا بہتان اس پر لگایا جائے... جب وہ ہفتوں' عشروں' نمازوں میں دن ہی نہیں...

بلکہ ڈراؤنی اور بھیانک راتیں گزارتا تھا... سانپوں اور بچھوؤں' درندوں اور موذیوں سے بھرے ہوئے پہاڑوں اور ٹاپوں میں اس کو ان ہی چیزوں کے لئے جانے کی کیا ضرورت تھی جو مخملی طنفسوں' ریشمی قالینوں' عبقری گدوں مرزکش چھپر کھٹوں پر بے فکر و تردد' اگر وہ چاہتا تو بہ آسانی یوں بھی مل سکتی تھی اور وہ تو ملی ہوئی تھی... لیکن اس نے بجائے ایرانی' زرابی' رومی نمارق کے زمین اور کھلی زمین کے پتھریلے فرش کو اپنا بچھونا اور خارا پتھروں کو اپنا تکیہ بنایا...

بی بی کی عصمت کا پتہ بیچارگی میں نہیں چلتا' چارہ ہو اور عصمت ہو عصمت اسی کا نام ہے... خاک کے فرش کے سوا جس کے پاس کوئی فرش نہیں' وہ اگر خاک پر سویا تو کیا خاک سویا' جو تخت پر سو سکتا ہے' وہ مٹی پر سویا اسی کا سونا ایسا خالص سونا ہے جس میں کھوٹ نہیں ہے... اور یہ تو اس امتحان گاہ کی جس میں اب وہ اتارا جاتا ہے پہلی منزل ہے' جانچنے والے جانچ لیں پرکھنے والے پرکھ لیں اور جس طرح سے جن جن امکانی

شکلوں سے چاہیں جو کچھ اس کے اندر ہے اس کو باہر لانے کی کوشش کریں...

اپنے معیاروں کو لے کر آؤ! اپنی اپنی کسوٹیوں کو لے کر دوڑو! کسو! کس کر دیکھو! کہ جس کو قدرت کے ہاتھوں نے خالص اور آلائشوں سے قطعاً پاک بالکل صاف پیدا کیا ہے... صداقت وراستی، امانت واخلاص کے سوا اس میں کوئی اور چیز بھی ہے...

خوب کف گیریں مار مار کر دیکھو، کیا اس دیگ کا کوئی چاول کچا ہے، روشنی کی جو کرنیں اس کے اندر سے پھوٹ پھوٹ کر دنیا کو جگمگا رہی ہیں، گھورو! آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر گھورو! خورد بینوں کو آنکھوں پر چڑھا چڑھا کر گھورو! تاریکی کا اس میں کوئی ریشہ ہے...

نبی مان لینے کے بعد کس کی ہمت تھی کہ اس قدوسی سرشت کے امتحان کا اندیشہ بھی کرتا یہی مصلحت تھی کہ ایک مہینہ نہیں، دو مہینے نہیں، سال دو سال بھی نہیں، بلکہ تم میں کون جانتا ہے کہ مکی زندگی کے پورے تیرہ سال اس حال میں اس کو گزارنے پڑے کہ گویا اس کو کوئی نہیں جانے گا...

گویا اس کو کوئی نہیں مانے گا... حالانکہ پھر اسی کو نہیں بلکہ اس کے ان کفش برداروں نے تقریباً اسی بارہ تیرہ سال کی مدت میں صرف جزیرۃ العرب ہی نہیں بلکہ مشرق ومغرب، ایشیاء وافریقہ کے لاکھوں میل کے رقبوں کو ایسے کروڑہا کروڑ انسانوں سے بھر دیا کہ گویا ان میں کوئی انکار کرنے والا تھا ہی نہیں...

آسمان اس کی شوکت سے چھپ گیا اور زمین احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حمد سے بھر گئی... وہ کھڑا ہوا اس نے زمین کو لرزا دیا، اس نے نگاہ کی، اور قوموں کو پراگندہ کر دیا، قدیم پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گئے...

پرانی پہاڑیاں اس کے آگے ریزہ ریزہ ہو گئیں... زمین مدیاں کے پردے کانپ جاتے تھے..." (النبی الخاتم)

تعمیر کعبہ

بعثت نبوی سے پانچ سال قبل جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف پینتیس سال کی تھی قریش نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی... بناء ابراہیمی میں خانہ کعبہ غیر مسقّف تھا دیواروں کی بلندی کچھ زیادہ نہ تھی قدم آدم سے کچھ زائد نو ہاتھ کی مقدار میں تھی...

مرور زمانہ کی وجہ سے بہت بوسیدہ ہو چکا تھا... نشیب میں ہونے کی وجہ سے بارش کا تمام پانی اندر بھر جاتا تھا... (سیرۃ المصطفیؐ)

ایک واقعہ یہ پیش آ گیا کہ کوئی عورت دھونی سلگا رہی تھی کہ اس کی چلمچی میں سے آگ کا پتنگا خانہ کعبہ کے پردہ پر پڑ گیا... جس سے تمام پردے جل گئے اور دیواروں میں دراڑیں پڑ گئیں...

ان کمزور دیواروں پر تازہ حادثہ یہ پیش آیا کہ زور کا سیلاب ان سے ٹکرایا جس نے ان کی جڑیں ہلا دیں... اب لامحالا طے کیا گیا کہ اس چار دیواری کو توڑ کر از سر نو تعمیر کر دیں... اس منصوبہ کو پورا کرنے کے لئے رقم کی ضرورت تھی... سامان عمارت درکار تھا اور کوئی انجینئر بھی ہونا چاہئے تھا... (محمد رسول اللہؐ)

جب تمام رؤسا قریش اس پر متفق ہو گئے کہ بیت اللہ کو منہدم کر کے از سر نو بنایا جائے تو ابو وہب بن عمرو مخزومی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کے ماموں) کھڑے ہوئے اور قریش سے مخاطب ہو کر یہ کہا کہ دیکھو بیت اللہ کی تعمیر میں جو کچھ بھی خرچ کیا جائے وہ کسب حلال ہو اور زنا اور چوری اور سود وغیرہ کا کوئی پیسہ اس میں شامل نہ ہو صرف حلال مال اس کی تعمیر میں لگایا جائے... اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک ہی کو پسند کرتا ہے... اس کے گھر میں پاک ہی پیسہ لگاؤ اور اس خیال سے کہ تعمیر بیت اللہ کے شرف سے کوئی محروم نہ رہ جائے... اس لئے تعمیر بیت اللہ کو مختلف قبائل پر تقسیم کر دیا کہ فلاں قبیلہ بیت اللہ کا فلاں حصہ تعمیر کرے اور فلاں قبیلہ فلاں حصہ تعمیر کرے...

دروازے کی جانب بنی عبد مناف اور بنی زہرہ کے حصہ میں آئی اور حجر اسود اور رکن یمانی کا درمیانی حصہ بنی مخزوم اور دیگر قبائل قریش کے حصہ میں آیا اور بیت اللہ کی پشت بنی جمح اور بنی سہم کے حصہ میں آئی اور حطیم بنی عبدالدار بن قصی اور ابن اسد اور بنی عدی کے حصہ میں آیا... اسی اثناء میں قریش کو یہ خبر لگی کہ ایک تجارتی جہاز جدہ کی بندرگاہ سے ٹکرا کر ٹوٹ گیا ہے...

ولید بن مغیرہ سنتے ہی جدہ پہنچا اور اس کے تختے خانہ کعبہ کی چھت کے لئے حاصل کر لئے اس جہاز میں ایک رومی معمار بھی تھا جس کا نام باقوم تھا... ولید نے تعمیر بیت اللہ کے لئے اس کو بھی ساتھ لے لیا... ان مراحل کے بعد جب قدیم عمارت کے منہدم کرنے کا وقت آیا تو کسی کی ہمت نہ ہوتی تھی کہ وہ بیت اللہ کے ڈھانے کے لئے کھڑا ہو... بالآخر ولید بن مغیرہ پھاؤلا لے کر کھڑا ہوا اور یہ کہا کہ **اللھم لانرید الاالخیر** اے اللہ! ہم صرف خیر اور بھلائی کی نیت رکھتے ہیں...

معاذ اللہ ہماری نیت بری نہیں اور یہ کہہ کر حجر اسود اور رکن یمانی کی طرف سے ڈھانا شروع کیا... اہل مکہ نے کہا کہ رات انتظار کرو کہ ولید پر کوئی آسمانی بلا تو نازل نہیں ہوتی... اگر اس پر کوئی بلائے آسمانی اور آفت ناگہانی نازل ہوئی تو ہم بیت اللہ کو پھر اصلی حالت پر بنا دیں گے... ورنہ ہم بھی ولید کے معین و مددگار رہوں گے... صبح ہوئی کہ ولید صحیح و سالم پھر پھاؤلا لے کر حرم محترم میں آ پہنچا...

لوگوں نے سمجھ لیا کہ ہمارے اس فعل سے اللہ راضی ہے... اور سب کی ہمتیں بڑھ گئیں اور سب مل کر دل و جان سے اس کام میں شریک ہو گئے اور یہاں تک کھودا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادیں نمودار ہو گئیں... ایک قریشی نے جب بنیاد ابراہیمی پر پھاؤلا چلایا تو دفعۃً تمام مکہ میں ایک سخت دھما کہ ظاہر ہوا جس کی وجہ سے آگے کھودنے سے رک گئے اور انہیں بنیادوں پر تعمیر شروع کر دی... (سیرۃ المصطفیٰ)

غار حرا میں ذکر و فکر

حرا پہاڑ کا چار گز لانبا اور پونے دو گز چوڑا غار جہاں سے ''کعبہ مکرمہ'' بھی نظر آتا رہتا ہے... اب بھی موجود ہے یہ مکہ شہر سے تقریباً تین میل ہے... راستہ اتنا دشوار کہ یہ تین میل تیس میل سے بھی زیادہ کٹھن پڑتے ہیں...

طاقتور نوجوان بھی وہاں پہنچتے پہنچتے تھک جاتے ہیں.. مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عادت بنالی تھی کہ پانی اور ستو ساتھ لیتے اور اس غار میں پہنچ جاتے اور جب تک پھر ضرورت نہ ہوتی آپ وہیں یاد خدا، غور و فکر اور مراقبہ میں مشغول رہتے...

رفیقۂ حیات حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) بھی پوری وفاداری اور دل سوزی سے حق رفاقت ادا کرتی رہیں وہ پانی اور ستو کا ایک اندازہ رکھتیں اور جب ان کے اندازہ سے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی واپسی میں تاخیر ہوتی تو وہ خود پانی اور ستو لے کر اس غار پر پہنچ جاتیں (محمد رسول اللہ)

غار حرا کی خلوت و عزلت میں آپ کا یہ معمول رہا کہ کبھی کبھی آپ گھر تشریف لاتے اور چند روز کا توشہ لے کر غار واپس ہو جاتے اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اصحاب خلوت و عزلت کے لئے انقطاع کلی مناسب نہیں اہل و عیال کے حقوق کی رعایت بھی ضروری ہے...

اسی وجہ سے ارشاد فرمایا... **لا رهبانية في الاسلام**... اسلام میں رہبانیت نہیں... باطنی امراض کے معالجہ کے لئے اور عبادت میں پختگی اور رسوخ پیدا کرنے کے لئے اگر کسی غار یا پہاڑ میں مدت معینہ کے لئے خلوت کی جائے (جیسا کہ حضرات صوفیہ کا طریقہ ہے) تو یہ عین سنت ہے... بدعت نہیں ہے...

نیز اس طرف اشارہ ہے کہ جو شخص کسی غار یا پہاڑ میں خلوت اور عزلت کا ارادہ کرے اس کو چاہئے کہ اہل خانہ کو مقام خلوت سے ضرور مطلع کر دے تا کہ ان کو کسی قسم

کی تشویش نہ ہو اس کی طرف سے قلب میں کوئی بدگمانی نہ ہو... عندالضرورت اس کی خبر گیری کرسکیں... بیمار ہو تو تیمارداری کرسکیں... وغیر ذالک... (سیرۃ المصطفیٰ)

قبل از نبوت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر ایک نظر

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خلیل اللہ کی نسل میں اشرف خاندان یعنی بنی ہاشم میں پیدا ہوئے اور مکہ کے سردار عبدالمطلب کے پوتے بن کر قومی وملکی اصلاح کے لئے دنیا میں تشریف لائے' آپ تنہا تھے اور بچپن ہی میں والدین کا سایہ آپ کے سر سے اٹھ گیا تھا...

چالیس سال کی عمر آپ نے نہایت وقار اور متانت کے ساتھ گزاری' امانت داری میں ضرب المثل ہوئے' سچائی اور صاف گوئی میں شہرت پائی' اپنے اخلاق اور عادات کی وجہ سے ہر دلعزیز بنے اور باوجودیکہ اپنی وہم پرست قوم کی رسومات سے ہمیشہ علیحدہ رہے کسی کو آپ سے نفرت کرنے کا موقع نہیں ملا...

اس مدت میں آپ نے کسی کے سامنے کتاب نہیں رکھی' کچھ پڑھا نہیں' لکھنا سیکھا نہیں' دوسرے مذہب والوں سے ملے نہیں' ان کی صحبت اور میل جول سے مذہبی معلومات حاصل نہیں کیں' قانون بنانا جانا نہیں' سیاست وملکی انتظام کی طرف توجہ نہیں کی' ریاست وحکومت کا وسوسہ بھی دل پر نہیں آیا' بڑا بننے یا بہ تکلف اپنے کو بنانے کی خواہش بھی نہ ہوئی...

دفعۃً چالیس سال پورے ہونے پر حق تعالیٰ شانہ' کا فرمان آپ پر نازل ہوا... اور علم لدنی پڑھا کر آپ کو متنبہ کیا گیا کہ:...

''ہاں کھڑے ہو اور اپنا کام شروع کرو' مفسدوں کو شاہی عذاب سے ڈراؤ' اپنے مربی شاہنشاہ کی عظمت وکبریائی قائم کرو' شرک کی گندگی کو دور کرو' اور اصلاح خلائق کے قابل قدر کارنامہ کا کسی پر احسان مت جتاؤ' غرض اپنی مفوضہ خدمت

کے انجام دینے میں جو کچھ بھی سر پڑے اسے اٹھاؤ.... مصیبتیں جھیلو' ایذائیں سہو' تکلیفیں برداشت کرو' اور اٹل پہاڑ بن کر جمے رہو...

نہ از جارفتہ ہو اور نہ شکوۂ بے صبری کرو...(سیرت ماہتاب عربؐ)

چہل سالہ عمر کی خصوصیات

منصب نبوت ورسالت کی سرفرازی کے لئے چالیس سال کا سن اس لئے تجویز کیا گیا کہ انسان کے قوائے جسمانیہ اور روحانیہ چالیس ہی سال کی عمر میں حد کمال کو پہنچتے ہیں... کماقال تعالیٰ حَتّٰی اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً اصل عمر تو انسان کی چالیس ہی سال ہے...اس کے بعد تو انحطاط اور زوال ہے...

اسی طرح جب آپ کے قوائے جسمانیہ وروحانیہ حد کمال کو پہنچ گئے اور تجلیات الٰہیہ اور نفحات قدسیہ کے قبول کرنے کی استعداد مکمل ہو گئی تب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور اپنی رحمت سے آپ کو نبوت و رسالت کا خلعت عطا فرمایا... وَاللّٰهُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ (سیرۃ المصطفیٰؐ)

پہلی وحی

جب عمر شریف چالیس سال کو پہنچی تو حسب معمول آپ ایک روز غار حرا میں تشریف فرما تھے کہ دفعۃً ایک فرشتہ غار کے اندر آیا اور آپ کو سلام کیا اور پھر یہ کہا اقراء پڑھیے آپ نے فرمایا... ماانا بقاری میں پڑھ نہیں سکتا...اس پر فرشتہ نے پکڑ کر مجھ کو اس شدت سے دبایا کہ میری مشقت کی کوئی انتہا نہ رہی اور اس کے بعد چھوڑ دیا اور کہا اقراء میں نے پھر وہی جواب دیا... ما انا بقاری فرشتہ نے پھر تیسری بار مجھ کو پکڑا اور اسی شدت کے ساتھ دبایا اور چھوڑ دیا اور یہ کہا کہ پڑھو:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ

آپ اپنے پروردگار کے نام کی مدد سے پڑھئے جو خالق ہے تمام کائنات کا خصوصاً انسان کا کہ جس کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا... آپ پڑھیے کہ آپ کا رب بہت ہی کریم ہے جس نے قلم سے علم سکھلایا اور انسان کو وہ چیزیں بتلائیں جن کو وہ نہیں جانتا تھا... (سیرۃ المصطفیٰ)

آپ اسی غار میں تھے کہ ایک وجود نمودار ہوا... اس سے گھبراہٹ نہیں ہوئی' بلکہ دل کو سکون ہوا' جیسے سوکھے ہونٹوں کو ٹھنڈا پانی مل گیا (محمد رسول اللہ)

ایک شبہ کا جواب

علامہ طیبی طیب اللہ ثراہ' شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ سورۂ اقرأ کی نازل شدہ آیتوں میں آپ کے اس کے شبہ کے جواب کی طرف اشارہ ہے کہ ماانا بقاری میں پڑھا ہوا نہیں ہوں... وہ یہ کہ بے شک تم پڑھے ہوئے نہیں مگر اپنے رب کے نام پاک کی اعانت اور امداد سے پڑھو سب آسان ہو جائے گا اور سمجھ لو کہ حق جل شانہٗ کسی کو علم کتاب اور قلم کے واسطہ سے عطا فرماتے ہیں جس کو اصطلاح میں علم کتابی کہتے ہیں علم بالقلم میں اسی طرف اشارہ ہے... اور کسی کو براہ راست بغیر اسباب ظاہری کی وساطت کے علم عطا فرماتے ہیں جس کو اصطلاح میں علم لدنی کہتی ہیں اور عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ میں اسی طرف اشارہ ہے خلاصۂ جواب یہ ہے کہ اگرچہ آپ پڑھے ہوئے نہیں مگر حق جل وعلا کی قدرت بہت وسیع ہے بغیر اسباب ظاہری کی وساطت کے بھی جس کو چاہتا ہے علوم ومعارف سے سرفراز فرماتا ہے... اسی طرح اللہ تعالیٰ آپ کو بھی علم ومعرفت عطا فرمائے گا... (سیرۃ المصطفیٰ)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا اطمینان دلانا

غرض یہ کہ آپ گھر تشریف لائے اور حضرت خدیجہ سے تمام واقعہ بیان کر کے فرمایا کہ مجھ کو اپنی جان کا خطرہ ہے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے یہ فرمایا... آپ کو

بشارت ہو آپ ہرگز نہ ڈریئے... خدا کی قسم اللہ آپ کو کبھی رسوا نہ کرے گا آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں... آپ کی صلہ رحمی بالکل محقق ہے... ہمیشہ آپ سچ بولتے ہیں لوگوں کے بوجھ اٹھاتے ہیں یعنی دوسروں کے قرضے اپنے سر رکھتے ہیں اور ناداروں کی خبرگیری فرماتے ہیں' امین ہیں لوگوں کی امانتیں ادا کرتے ہیں...

مہمانوں کی ضیافت کا حق ادا کرتے ہیں... حق بجانب امور میں آپ ہمیشہ معین اور مددگار رہتے ہیں... یہ روایت بخاری اور مسلم کی ہے... ابن جریر کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے یہ بھی فرمایا... ماا تیت فاحشۃً قط آپ کبھی کسی فاحشہ کے پاس بھی نہیں پھٹکے... خلاصہ یہ کہ جو شخص ایسے محاسن اور کمالات اور ایسے محامد اور پاکیزہ صفات اور ایسے اخلاق و شمائل اور ایسے فضائل کا مخزن اور معدن ہو اس کی رسوائی ناممکن ہے وہ نہ دنیا میں رسوا ہو سکتا ہے نہ آخرت میں حق تعالیٰ شانہٗ جس کو اپنی رحمت سے یہ محاسن اور کمالات عطا فرماتے ہیں اس کو ہر بلا اور ہر آفت سے بھی محفوظ رکھتے ہیں... ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو تسلی دی اور یہ کہا کہ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں خدیجہ کی جان ہے میں قوی امید رکھتی ہوں کہ آپ اس امت کے نبی ہوں گے...

حافظ عسقلانی اس روایت کو نقل کر کے فرماتے ہیں کہ یہ روایت صراحۃً اس پر دلالت کرتی ہے کہ علی الاطلاق سب سے پہلے حضرت خدیجہ ایمان لائیں... (سیرۃ المصطفیٰ)

آپ مکان پر پہنچے تو لرزہ جیسی کیفیت تھی... آپ نے رفیقۂ حیات (حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا) سے کہا: میرے اوپر کپڑا ڈال دو...

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بلائیں لیں' پوچھا کیا بات ہے؟ طبیعت کو سکون ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورا قصہ سنایا... اور یہ بھی فرمایا... مجھے اپنی جان کا ڈر ہے (ایسی بڑی ذمہ داری کس طرح اٹھا سکوں گا)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سمجھدار خاتون تھیں... حضرت محمد (صلی اللہ علیہ

وسلم) کو جس طرح پندرہ سال سے دیکھ رہی تھیں ان کو یقین تھا کہ اس غیر معمولی شخص کے لئے کوئی غیر معمولی صورت نمودار ہوگی جس کی شان نرالی ہوگی...

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے پورا واقعہ سنا... پھر وہ آیتیں سنیں جن میں اس طرف اشارہ تھا کہ خداء قادر جو خون کے لوتھڑے سے جیتا جاگتا انسان بناتا ہے... قلم کے ذریعہ لکھنا پڑھنا سکھاتا ہے انسان کو وہ باتیں بتاتا ہے جن کو وہ خود اپنے ذہن سے نہیں معلوم کر سکتا تھا' وہ خداء قادر کسی استاد یا قلم کی مدد کے بغیر محض اپنی قدرت سے علم کے دروازے آپ پر کھول دے گا...

یہ آیتیں سن کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو یقین ہو گیا کہ جس غیر معمولی صورت کی توقع تھی وہ سامنے آ گئی ہے...

وہ اس واقعہ کے متعلق کوئی فیصلہ تو نہیں کر سکیں... البتہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خطرہ ظاہر کیا تھا کہ ان ذمہ داریوں کے بوجھ سے میری جان جاتی رہے گی... حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس کا اطمینان دلایا کہ ایسا نہیں ہوگا...

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی زندگی کا مرقع پیش کر کے بہت لطیف پیرایہ میں اطمینان دلایا کہ آپ یہ بار اٹھا سکیں گے... کیونکہ اب تک کی زندگی میں جو بوجھ اٹھاتے رہے ہیں وہ کم نہیں ہیں' وہ بھی غیر معمولی ہیں... پس اگر کوئی اس سے بھی بڑی ذمہ داری آپ پر پڑے گی تو آپ اس کو بھی اٹھا سکیں گے...

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اطمینان دلاتے ہوئے فرمایا...

کلا واللہ لایخزیک اللہ ابدا انک لتصل الرحم وتحمل الکل و تکسب المعدوم و تقری الضیف وتعین علی نوائب الحق (بخاری شریف ص ۴۰۷)

ترجمہ: خدا شاہد ہے ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا... کبھی ایسا نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ناکام کر دے... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نہ کرے... آپ رشتہ داروں کا خیال رکھتے ہیں ان کی مدد کرتے ہیں... ہارے' تھکے' درماندہ مسافروں کے لئے سواری کا

انتظام کرتے ہیں' ان کو منزل تک پہنچاتے ہیں... آپ ایسے احسانات کرتے ہیں اور ایسی خدمات انجام دیتے ہیں جن کی نظیر نہیں ملتی' جو دوسری جگہ قطعاً نایاب ہیں... باہر کے مسافر جو بے ٹھکانا ہوتے ہیں آپ ان کو اپنا مہمان بناتے ہیں... برپا ہونے والے گناہوں اور ناگہانی حوادث میں آپ حق کی حمایت کرتے ہیں..." (محمد رسول اللہؐ)

حضرت خدیجہ کے تسلی آمیز جواب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صلۂ رحمی اور مہمانداری اور سخاوت اور ہمدردی کی وجہ سے دنیا میں بھی انسان آفتوں سے مامون و مصئون رہتا ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا آپ کی تسلی کے لئے آپ کے محاسن اور کمالات کا ذکر کرنا اس کی دلیل ہے کہ کسی کے واقعی اور نفس الامری محاسن اور کمالات اس کے منہ پر بیان کرنا بشرطیکہ ممدوح کا اعجاب اور خود پسندی میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہ ہو صرف جائز ہی نہیں بلکہ مستحسن ہے...

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے پہلے اس واقعہ کا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ انسان پر اگر کوئی اہم واقعہ پیش آئے تو اگر اس کے اہل خانہ دیندار اور سمجھدار ہوں تو سب سے پہلے ان سے تذکرہ کرے اور بعد میں جو اہل علم اور اہل فہم ہوں ان سے ذکر کرے... (سیرۃ المصطفیٰؐ)

لالچ و مفاد کے حربے جو ناکام ہوئے

قریش نے جب یہ دیکھا کہ حضرت حمزہ بھی اسلام لے آئے اور دن بدن مسلمانوں کی تعداد بڑھتی جاتی ہے تو ابوجہل اور عتبہ اور شیبہ اور ولید بن مغیرہ اور امیہ بن خلف اور اسود بن المطلب اور دیگر روسائے قریش نے مشورہ کر کے آپ سے گفتگو کرنے کے لئے عتبہ بن ربیعہ کو منتخب کیا جو سحر اور کہانت اور شعر گوئی میں اپنے زمانہ کا یکتا تھا...

عتبہ آپ کے پاس آیا اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے حسب و نسب لائق

وفائق ہونے میں کوئی تردد نہیں مگر افسوس کہ آپ نے تمام قوم میں تفریق ڈال دی... ہمارے بتوں کو برا کہتے ہیں آباؤ اجداد کو احمق اور نادان بتلاتے ہیں اس لئے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوالولید کہو میں سنتا ہوں...

عتبہ نے کہا اے میرے بھائی کے بیٹے تمہارا ان باتوں سے کیا مقصد ہے اگر تم مال و دولت کے خواہاں ہو تو ہم سب تمہارے لئے اتنا مال جمع کر دیں کہ بڑے سے بڑا امیر بھی تمہاری ہمسری نہ کر سکے گا اور اگر تم شادی کرنا چاہتے ہو تو جس عورت سے اور جتنی عورتوں سے چاہو تو ہم شادی کر دیں اور اگر عزت اور سرداری مطلوب ہے تو ہم سب آپ کو اپنا سردار بنالیں اور اگر حکومت اور ریاست چاہتے ہو تو ہم تم کو اپنا بادشاہ بنالیں اور اگر تم کو آسیب ہے تو ہم علاج کرائیں...

آپ نے فرمایا اے ابوالولید کیا تم کو جو کہنا تھا وہ کہہ چکے... عتبہ نے کہا ہاں آپ نے فرمایا اچھا اب جو میں کہتا ہوں وہ سنو... مجھ کو نہ تمہارا مال و دولت درکار ہے... اور نہ تمہاری حکومت اور سرداری مطلوب ہے میں تو اللہ کا رسول ہوں اللہ نے مجھ کو تمہاری طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور مجھ پر ایک کتاب اتاری اور مجھ کو یہ حکم دیا کہ میں تم کو اللہ کے ثواب کی بشارت سناؤں اور اس کے عذاب سے ڈراؤں میں نے تم تک اللہ کا پیغام پہنچا دیا اور بطور نصیحت و خیر خواہی اس سے تمہیں آگاہ کر دیا اگر تم اس کو قبول کرو تو تمہارے لئے سعادت دارین اور فلاح کونین کا باعث ہے اور اگر نہ مانو تو میں صبر کروں گا یہاں تک کہ اللہ میرے اور تمہارے درمیان میں فیصلہ فرمائے اور سورۂ حم السجدہ کی پہلی تیرہ آیتیں تلاوت فرمائیں آپ تلاوت فرماتے رہے اور عتبہ دونوں ہاتھ پیچھے کی جانب زمین پر ٹیکے ہوئے مبہوت سنتا رہا...

لیکن آپ جب اس آخری آیت **فان اعرضوا الآیۃ** پر پہنچے تو عتبہ نے اپنا ہاتھ آپ کے منہ پر رکھ دیا آپ کو قسم دے کر کہا اللہ آپ ہم پر رحم فرمائیں عتبہ کو ڈر رہا کہ کہیں قوم عاد اور قوم ثمود کی طرح اسی وقت مجھ پر کوئی عذاب نازل نہ ہو جائے...

اس کے بعد آپ نے پھر سجدہ تک آیتیں تلاوت فرمائیں اور سجدہ تلاوت فرمایا جب تلاوت ختم فرما چکے تو عتبہ سے مخاطب ہو کر فرمایا اے ابوالولید جو کچھ سننا تھا وہ تم سن چکے اب تم کو اختیار ہے...

عتبہ آپ سے رخصت ہو کر اپنے رفقاء کے پاس آیا لیکن عتبہ وہ عتبہ ہی نہ تھا... چنانچہ ابوجہل بول اٹھا کہ عتبہ وہ عتبہ نظر نہیں آتا... عتبہ تو صابی ہو گیا... عتبہ نے کہا میں نے ان کا کلام سنا... واللہ میں نے کبھی ایسا نہیں سنا نہ وہ شعر ہے نہ وہ سحر ہے اور نہ کہانت ہے... وہ تو کوئی اور ہی چیز ہے... اے قوم اگر تم میرا کہنا مانو تو محمد کو ان کے حال پر چھوڑ دو... خدا کی قسم جو کلام میں ان سے سن کر آیا ہوں عنقریب اس کی ایک شان ہوگی... اگر عرب نے ان کو ہلاک کر دیا تو پھر تمہیں کسی فکر کی ضرورت ہی نہیں اور اگر محمد عرب پر غالب آئے تو ان کی عزت تمہاری عزت ہے اور ان کی حکومت تمہاری حکومت ہے اس لئے کہ وہ تمہاری ہی قوم کے ہیں... قریش نے کہا اے ابوالولید محمد نے تم پر سحر کر دیا ہے عتبہ نے کہا میری رائے تو یہی ہے تم جو چاہو کرو... (سیرۃ المصطفیٰ)

ابن عباس سے مروی ہے کہ قریش نے آپ سے یہ درخواست کی کہ یا تو آپ ہمارے بتوں کی مذمت سے باز آ جائیں اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو ہمارے اور آپ کے درمیان فیصلہ کی ایک یہ صورت ہے کہ ایک سال آپ ہمارے بتوں کی پرستش کیجئے اور ایک سال ہم آپ کے خدا کی عبادت اور بندگی کریں گے... معجم طبرانی میں ہے کہ اس پر یہ سورۃ نازل ہوئی...

قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ لَكُمْ دِیْنُكُمْ وَلِیَ دِیْنِ

آپ کہہ دیجئے اے منکرو نہ میں تمہارے معبودوں کی پرستش کرتا ہوں اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کرتے ہو اور نہ میں تمہارے معبودوں کی پرستش کروں گا اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کرو گے تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین ہے... (سیرۃ المصطفیٰ)

دشمنوں کیلئے بھی شفیق پیغمبر

آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو تکلیف پہنچائی جاتی تھی آپ اس کا انتقام تو کیا لیتے کبھی بددعا بھی نہیں کرتے تھے... البتہ حقوق اللہ کی توہین کی جاتی تھی تو آپ بے چین ہو جاتے تھے اور اس وقت بددعا کے الفاظ بھی زبان مبارک پر آ جاتے تھے...

یہاں اس وقت جو کچھ کیا گیا اُس میں اول حرم کعبہ کی توہین تھی جو خود عقیدہ قریش کے بموجب بھی حق اللہ کی توہین تھی... دوم یہ کہ بارگاہ خدا میں سجدہ ریزی کی توہین تھی جس کو ہر ایک سلیم الفطرت انسان کی فطرت حق اللہ کی توہین سمجھتی ہے... چنانچہ اس موقع پر ان سرداران قریش کے حق میں آپ کی زبان سے بددعائیہ کلمات نکلے اور وہ اس طرح پورے ہوئے کہ یہ سب سردار جنگ بدر میں مارے گئے... بخاری شریف ص ۳۷ وغیرہ (سیرۃ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

گستاخی و بدبختی

ایک دفعہ جب آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم حرم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے... عقبہ بن ابی معیط نے چادر گردن میں ڈال دی اور اتنی زور سے اس کو اینٹھا کہ محبوب خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سانس گھٹ گیا... آنکھیں باہر کو آنے لگیں... اتفاق سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وہاں پہنچ گئے... عقبہ کو دھکیل کر پیچھے کیا... چادر گردن مبارک سے ڈھیلی کی اور ان دشمنان حق سے کہا...

اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَ كُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ

کیا تم ایک آدمی کو اس پر قتل کر رہے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے وہ روشن دلیلیں لایا ہے (جن کا تم انکار نہیں کر سکتے...) (محمد رسول اللہؐ)

دشمن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلم واستقلال سے شکست کھا گئے

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیل سے عاجز ہوئے اور شاہی فرمان کی نقل اتارنے کی اپنے اندر طاقت نہ دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کا جواب نہ دے سکے تو اپنی ندامت وخفت اتارنے یا خجالت رفع کرنے کو ایذادہی پر تل گئے اور جی توڑ کر کوشش کی کہ جس طرح ہو سکے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے عقائد اور قائم کی ہوئی شریعت کا گویا گلا گھونٹ دیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد الحرام میں باوجود اس کے وقف اور تساوی حقوق عامہ کے عبادت کرنے سے روک دیا... گلی کوچوں میں چلنا پھرنا مشکل کر دیا' گھر میں رہنا اور کھانا پینا دشوار بنا دیا' چولھے پر چڑھی ہوئی ہانڈیوں میں گرد اور خاک ڈالی... خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر نجاستیں پھینکیں' ڈرایا دھمکایا' انگوٹھے مٹکائے' تلواریں دکھائیں' سخت الفاظ کہے اور ہر قسم کی دشمنی اور عداوت کے برتاؤ برتے...

مگر آپ مایوس ومتوحش نہ ہوئے اور نہ اپنے ارادے کی تکمیل میں جھجکے' آپ کا باعظمت دعویٰ اس فتنہ ہائلہ میں بھی اسی زور وشور کے ساتھ قائم رہا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عالی ہمت اس مخاصمت کے وقت بھی اسی پیمانہ پر رہی جس پر شروع زمانہ سے قائم ہوئی تھی... آپ نے اپنی خاندانی آبرو اور قومی عزت کو اپنی خدمت پر قربان کر دیا... اپنی نزاکت طبعی وسیادت نسبی کو مخلوق کی اصلاح کے نام وقف بنا دیا' اور حیران کن استقلال کے ساتھ سخت سے سخت مزاحمت کا مقابلہ فرماتے رہے...

یہاں تک کہ اہل عرب نے باہمی اتفاق سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کو گویا برادری سے گرا دیا' اور باہم عہد وپیمان کر لیا کہ ان کے ہاتھ کوئی چیز بیچو نہیں' ان سے کوئی شے خرید و نہیں' ان کو اپنے خاندان کی بیٹی نہ دو' ان کی بیٹی اپنے خاندان میں نہ لو...

غرض معاشرت اور تمدن میں اس درجہ ضیق اور تنگی میں مبتلا کرو کہ پناہ مانگنے لگیں... اپنے دعوے اور خیال سے باز آویں یا زندگی کو خیر باد کہیں' کامل تین سال تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس تکلیف میں مبتلا رہے کہ شیر خوار بچے ماں کی پستان میں دودھ کو ترس گئے' اطفال بھوک کے مارے ایڑیاں رگڑنے لگے اور عام طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان فاقہ اور قید کی تکلیف سے بلبلا اٹھا' مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بھی متاثر نہ ہوئے' بے زبان اور معصوم بچوں کی آہ وزاری سنتے تھے اور فرماتے تھے کہ صبر کرو' صبر کا انجام بہتر ہے...

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیوں کو محض اسی جرم میں طلاق دے کر آپ کے گھر پہنچا دیا گیا کہ آپ اصلاح و رفع بغاوت کے دعویدار کیوں بنے؟ اس پر بھی آپ از جارفتہ نہیں ہوئے اور بیٹیوں کو چھاتی سے لگا کر خدا کا شکر ادا کیا کہ خاوندوں نے چھوڑ کر راحت پہنچائی' تیسری صاحبزادی کو طلاق کی بدنامی سے دشمنوں نے بچایا مگر اس کے ساتھ ہی باپ سے ملنے کی بندش کر دی گئی اور گویا زندگی میں بیٹی کی مفارقت کا صدمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو برداشت کرنا پڑا جو کامل بارہ سال تک قائم رہا مگر اس کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے برداشت کیا اور ایسی عالی ظرفی کے ساتھ برداشت کیا کہ کبھی رنج یا افسوس کے ساتھ اس کا تذکرہ بھی نہیں فرمایا...

قوم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت دیکھ کر بھڑکتی' گرگٹ کی طرح رنگ بدلتی اور ایذاؤں کے نئے نئے پہلو اختیار کرتی تھی...

مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی شوق و رغبت کے ساتھ ان کی طرف بڑھتے' اصلاح کی امید پر ناصحانہ گفتگو میں پیش قدمی فرماتے' محبت کے ساتھ نرم الفاظ میں باغیانہ حرکات پر متنبہ کرتے اور شاہی فرمانبرداری کے صلہ میں صلاح و فلاح کامل کا متوقع بنایا کرتے تھے... قوم آپ سے بھاگتی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا پیچھا

کرتے' لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ستاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حسن مدارات کے ساتھ ان کی مکافات فرماتے تھے...

اسی حالت میں پورے بارہ برس گزر گئے کہ نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قومی و ملکی بہبودی میں کوئی دقیقہ اٹھا رکھا اور نہ قوم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت و دشمنی کا کوئی پہلو ہاتھ سے جانے دیا...

آپ کی اولاد ہوئی اور بحالت طفولیت انتقال کر گئی تو آپ کی قوم نے لاولدی کا طعن دیا اور اس نازک دل پر جو قوم کی جفا سے مصدوم ہونے کے بعد لخت جگر کی موت سے غمگین بنا تھا یوں کہہ کہہ کر صدمہ دوبالا کیا کہ ہمارے دیوی دیوتاؤں کی مخالفت اور آبائی مذہب کی توہین و بے ادبی کی سزا میں بچے مر رہے ہیں اور مدعی سفارت کو بے نام ونشان بنا رہے ہیں...

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کے تمام خطابات سنتے اور بلا خیال انتقام صرف محزون ہو کر رہ جاتے تھے...

قوم چاہتی تھی کہ آپ شب و روز غم میں مبتلا رہیں اور آپ چاہتے تھے کہ قوم کے غلام اور باندیاں بھی امن و راحت کی زندگی گزاریں... دن کو آفتاب نکلتا اور شام کو غروب ہو جاتا تھا' کبھی گرمی ہوتی تھی کبھی سردی' کہیں غم لاحق ہوتا تھا اور کہیں خوشی' عالم میں سب کچھ انقلاب جاری تھا زمانہ پلٹ رہا تھا....

مگر ایک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دم تھا کہ اسی یکساں حالت پر گویا پہاڑ میں پاؤں جمائے ہوئے اپنی قوم کو پکار رہا تھا کہ جس خدمت کو انجام دینے کے لئے آیا ہوں اس کو پورا کرنے کی کوشش میں جان دے دوں گا مگر ٹلوں گا نہیں... سب کچھ سہوں گا مگر اپنی پکار سے باز نہ آؤں گا نہ تھکوں گا' یہاں تک کہ یا تمہاری فلاح آنکھوں سے دیکھ لوں اور یا اسی سعی میں شہید ہو جاؤں... (ماہتاب عرب)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین معجزات

ا...چاند کا دو ٹکڑے ہونا

مشرک سرداروں کا مطالبہ

ہجرت مدینہ سے تقریباً پانچ سال پہلے ایک مرتبہ مشرکین مکہ حضور کے پاس جمع ہو کر آئے جن میں ولید بن مغیرہ' ابوجہل' عاص بن وائل' عاص بن ہشام' اسود بن عبد یغوث' اسود بن مطلب' زمعۃ بن الاسود' نضر بن حارث وغیرہ وغیرہ بھی تھے... آپ سے یہ درخواست کی کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو اپنی نبوت کا کوئی خاص نشان دکھلائیں اور ایک روایت میں ہے کہ یہ کہا کہ چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھلاؤ... رات کا وقت تھا اور چودھویں رات کا چاند طلوع کئے ہوئے تھا...

آپ نے فرمایا اچھا اگر یہ معجزہ دکھلا دوں تو ایمان بھی لے آؤ گے... لوگوں نے کہا ہاں ہم ایمان لے آئیں گے...

اشارہ مبارک سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حق جل شانہٗ سے دعا کی اور انگشت مبارک سے چاند کی طرف اشارہ فرمایا' اسی وقت چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے... ایک ٹکڑا جبل ابی قبیس پر تھا اور دوسرا ٹکڑا جبل قیقعان پر تھا...

دیر تک لوگ حیرت سے دیکھ رہے تھے... حیرت کا یہ عالم تھا کہ اپنی آنکھوں کو کپڑے سے پونچھتے تھے اور چاند کی طرف دیکھتے تھے تو صاف دو ٹکڑے نظر آتے تھے... اور حضور اس وقت یہ فرما رہے تھے... اشہدوا... اشہدوا... اے لوگو گواہ رہو... اے لوگو گواہ رہو... عصر اور مغرب کے درمیان جتنا وقت ہوتا ہے اتنی دیر چاند اسی طرح رہا اور اس کے بعد پھر ویسا ہی ہو گیا...

مسافروں کی گواہی

مشرکین مکہ نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو نے جادو کر دیا ہے کہ تم باہر سے آنے والے مسافروں کا انتظار کرو اور ان سے دریافت کرو...

کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں پر جادو کر دیں اگر وہ بھی اسی طرح اپنا مشاہدہ بیان کریں تو سچ ہے اور اگر یہ کہیں کہ ہم نے نہیں دیکھا تو سمجھنا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تم پر سحر کیا ہے... چنانچہ مسافروں سے دریافت کیا گیا... ہر طرف سے آنے والے مسافروں نے اپنا مشاہدہ بیان کیا کہ ہم نے شق قمر دیکھا ہے...

مشرکین کے بہتان کا رد

مگر ان شہادتوں کے باوجود بھی معاندین ایمان نہ لائے اور یہ کہا کہ یہ سحر مستمر ہے... یعنی عنقریب اس کا اثر زائل ہو جائے گا... اس پر یہ آیت نازل ہوئی...

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَ يَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ

وعلیٰ ایمائه انشق القمر شاهدو ما بين فرقيه الجبل

ترجمہ:... آپ کے اشارہ کی وجہ سے چاند پھٹ گیا اور حاضرین نے اس کے دونوں ٹکڑوں کے درمیان میں پہاڑ کو دیکھ لیا...

تشریح: یہ ماخوذ ہے اس حدیث مبارک سے جس کو شیخین نے بروایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے کہ ہم لوگ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے تو دیکھا کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے ایک ٹکڑا پہاڑ کے اس طرف اور ایک اس طرف اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس معجزے کے گواہ رہو... اسی قسم کی حدیث ابونعیم نے بروایت جبیر بن مطعم بسند عطا اور ضحاک نے بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہم بیان کی ہے کہ عہد نبوی میں مشرکین جمع ہو کر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ اگر آپ فی الواقع خدا کے سچے رسول ہیں تو چاند کے دو

ٹکڑے کر کے دکھائیے...اس کا ایک ٹکڑا کوہ ابی قبیس پر ہو اور دوسرا ٹکڑا کوہ قیقعان پر...اور یہ رات چودھویں کی تھی...حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ یہ معجزہ ظاہر ہو اسی وقت چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے...آدھا کوہ ابی قبیس پر اور آدھا قیقعان پر اس وقت آپ نے فرمایا کہ تم سب گواہ رہو...

علماء نے فرمایا ہے کہ شق قمر ایسا معجزہ ہے کہ سابقہ انبیاء علیہم السلام کے تمام معجزات میں سے کوئی معجزہ اس کی برابری نہیں کر سکتا ہے کیونکہ اس کا تعلق عالم سماوی سے ہے جو کہ اس عالم ارضی سے بالکل خارج ہے...

مخالفین اسلام کا اعتراض

مخالفین اس معجزہ پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اول تو یہ بات محال اور ناممکن الوقوع ہے کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو جائیں دوسرے یہ کہ اس واقعہ کا کسی تاریخ میں ذکر نہیں...

جواب

جواب یہ ہے کہ آج تک کسی دلیل عقلی سے اس قسم کے واقعہ کا محال اور ناممکن ہونا ثابت نہیں ہوا...اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے...

جس طرح اجسام سفلیہ میں کون وفساد عقلاً محال اور ناممکن نہیں اسی طرح اللہ کی قدرت اور مشیت سے اجسام علویہ میں بھی کون وفساد محال نہیں...خداوند ذوالجلال کی قدرت کے اعتبار سے آسمان اور زمین شمس اور قمر شجر اور حجر سب برابر ہیں جس خدا نے شمس وقمر کو بنایا ہے وہ خدا ان کو توڑ بھی سکتا ہے اور جوڑ بھی سکتا ہے...

رہا یہ امر کہ اس واقعہ کا ذکر تاریخوں میں نہیں تو صدہا اور ہزارہا ایسے عجیب و غریب واقعات ہیں کہ جو وقوع میں آئے مگر تاریخوں میں ان کا ذکر نہیں...توریت اور انجیل میں بہت سے ایسے واقعات ہیں جن کا کسی تاریخ میں کہیں نام ونشان نہیں...

نیز شق قمر کا واقعہ رات کا واقعہ ہے جو عموماً لوگوں کے آرام کا وقت ہے جو صرف تھوڑی

دیر کے لئے رہا... اس لئے اگر عام طور پر لوگوں کو اس کا علم نہ ہو تو تعجب نہیں... بسا اوقات چاند اور سورج گہن ہوتے ہیں اور بہت سے لوگوں کو علم ہی نہیں ہوتا...

نیز اختلاف مطالع کی وجہ سے بہت سے مقامات پر اس وقت دن ہوگا اور کسی جگہ آدھی رات ہوگی عموماً لوگ سوتے ہوں گے نیز اس معجزہ سے مقصود فقط اہل مکہ کو دکھلانا اور ان پر حجت تمام کرنا تھا وہ مقصود حاصل ہوگیا... تمام عالم کو دکھلانا مقصود بھی نہ تھا... نیز کسی شے کا دیکھنا اللہ کے دکھلانے پر موقوف ہے... اگر کوئی شے نظروں کے سامنے بھی ہو اور اللہ تعالیٰ نہ دکھلانا چاہیں تب بھی وہ شے نظر نہیں آتی... (سیرت المصطفیٰ)

۲... سورج کا لوٹ آنا

حضور کے مشہور معجزات میں سے معجزہ ردشمس بھی ہے یعنی آفتاب کا غروب ہو کر پھر نکل آنا اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور خیبر کے قریب مقام صہبا میں تھے اور سر مبارک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی گود میں تھا اور ہنوز حضرت علی نے عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی کہ اسی حالت میں وحی کا نزول شروع ہوگیا...

یہاں تک کہ آفتاب غروب ہوگیا... حضور نے پوچھا کہ تم نے عصر کی نماز پڑھی... عرض کیا نہیں حضور اسی وقت دست بدعا ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ علی تیرے رسول کی اطاعت میں تھا... آفتاب کو واپس بھیج دے تاکہ نماز عصر اپنے وقت پر ادا کر سکے... اسماء بنت عمیس کہتی ہیں کہ آفتاب غروب کے بعد لوٹ آیا اور اس کی شعاعیں زمین اور پہاڑوں پر پڑیں...

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں... ابن جوزی اور ابن تیمیہ نے اس حدیث کو موضوع اور بے اصل بتلایا ہے اور شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے بارے میں ایک مستقل رسالہ لکھا اور اس کا نام کشف الملبس عن حدیث ردشمس رکھا جس میں اس حدیث کے طرق

اور اسانید پر کلام فرمایا اور اس حدیث کا صحیح ہونا ثابت کیا اور علامہ زرقانی نے بھی شرح مواہب میں اس حدیث کا صحیح اور مستند ہونا ثابت کیا...(سیرت المصطفیٰ)

ردت الشمس وکانت قد ھوت فاجابت اذ دعا ھاتقتبل

ترجمہ: آفتاب لوٹا دیا گیا حالانکہ وہ غروب ہو چکا تھا اور جب آپ نے اس کو بلایا تو وہ لبیک کہتا ہوا سامنے آ گیا...

تشریح: یہ واقعہ اس حدیث مبارک سے ماخوذ ہے جس کو ابن مندہ اور ابن شاہین اور طبرانی (اس میں ایسی سندیں بھی ہیں جن میں سے بعض صحیح کی شرط کے موافق ہیں) نے بروایت اسماء بنت عمیس بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی ہو رہا تھا اور آپ کا سر مبارک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی گود میں رکھا ہوا تھا...اس مشغولی کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ عصر کی نماز نہ پڑھ سکے کہ آفتاب غروب ہو گیا...تو آپ نے دعا کی کہ بارالہا! علی تیرے اور تیرے رسول کی اطاعت میں مصروف تھے...اب تو آفتاب کو حکم دے کہ وہ پھر واپس ہو...حضرت اسماء فرماتی ہیں کہ میں دیکھ چکی تھی کہ آفتاب غروب ہو گیا ہے لیکن پھر میں نے دیکھا کہ غروب کے بعد ہی اس نے پھر طلوع کیا' طبرانی کے الفاظ میں اس طرح ہے کہ آفتاب نے طلوع کیا اور پہاڑوں پر اور زمین پر اس کی دھوپ پڑنے لگی...حضرت علی نے اٹھ کر وضو کیا اور نماز عصر پڑھی...اس کے بعد ہی آفتاب پھر غائب ہو گیا...یہ واقعہ مقام صہبا کا ہے جو مدینہ اور خیبر کے درمیان میں ایک پڑاؤ ہے...اسی قسم کا مضمون ابن مردویہ نے بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی بیان کیا ہے...(لامیۃ المعجزات)

۳...سورج کا رک جانا

یہ معجزہ مکہ مکرمہ میں واقع ہوا...آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج سے واپس آئے اور قریش کے سامنے اسراء ومعراج کی کیفیت بیان کی قریش نے بیت

المقدس کی علامتیں دریافت کیں اور آپ نے ایک قافلہ کا حال پوچھا کہ جو بغرض تجارت شام کی طرف گیا ہوا تھا کہ وہ قافلہ کب واپس آئے گا...

آپ نے فرمایا کہ وہ قافلہ بدھ کے روز مکہ میں داخل ہوگا جب بدھ کا دن اخیر ہونے لگا اور شام ہونے لگی تو کفار نے شور مچایا...

اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی.... اللہ تعالیٰ نے آفتاب کو اسی جگہ ٹھہرا دیا... جہاں تھا.... یہاں تک کہ قافلہ آ گیا... اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کی تصدیق ظاہر کی... (سیرت المصطفیٰ)

مدفی طول النهار اذرست تبتغی الاذن لها شمس الطفل

ترجمہ: دن کو دراز کیا جبکہ شام کی تاریکی (کے وقت) کا آفتاب اپنے غروب ہونے کی اجازت مانگنے لگا تھا...

(ف) یہ واقعہ اس حدیث شریف سے ماخوذ ہے جس کو طبرانی نے بسند حسن بروایت جابر رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آفتاب کو حکم دیا تو وہ دن میں کچھ دیر کے بعد ڈوبا... (لامیۃ المعجزات)

سب سے زیادہ سخت دن

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک بار عرض کیا یا رسول اللہ آپ پر کیا اُحُد سے بھی زیادہ سخت دن گزرا ہے... آپ نے فرمایا تیری قوم سے جو تکلیفیں پہنچیں سو پہنچیں لیکن سب سے زیادہ سخت دن وہ گزرا کہ جس دن میں نے اپنے آپ کو عبد یالیل کے بیٹے پر پیش کیا...

نادیدہ مخلوق کی حاضری و تسخیر

طائف سے واپسی پر راستہ میں جن حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سنا اور اس سے متاثر ہوئے...

طائف سے واپسی اور جنوں کی حاضری

واپسی میں آپ نے چند روز مقام نخلہ میں قیام کیا... ایک رات آپ نماز پڑھ رہے تھے کہ نصیبین کے سات جن اس طرف سے گزرے اور کھڑے ہو کر آپ کا قرآن سنا اور چلے گئے آپ کو ان کی آمد کا بالکل علم نہیں ہوا...

یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی...

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْآنَ ط فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قالوا انصتوا فلما قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ... يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ...وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ اولٰئك فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ...

اور اس وقت کو یاد کیجئے کہ جب ہم نے جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف بھیجا تاکہ آپ کا قرآن سنیں پس جب وہ حاضر ہو گئے تو آپس میں کہنے لگے کہ خاموش رہو یعنی اس کلام کو سنو...

پس جب قرآن پڑھا جا چکا یعنی آپ کی نماز ختم ہو گئی تو یہ لوگ اپنی قوم کی طرف واپس ہوئے تاکہ ان کو آگاہ کریں... جا کر یہ بیان کیا ہم عجیب کتاب سن کر آئے ہیں جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد نازل ہوئی جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور حق راہ راست کی رہنمائی کرتی ہے... اے ہمارے بھائیو! اللہ کے داعی کی دعوت قبول کرو اور اس پر ایمان لاؤ... اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو معاف کرے گا اور جو اللہ کے داعی کی دعوت کو قبول نہ کرے تو وہ روئے زمین میں چھوٹ کر کہیں نکل نہیں سکتا اور نہ اس کا کوئی حامی ہوگا ایسے لوگ صریح گمراہی میں ہیں...

نادیدہ مخلوق کی تسخیر

میں تو یہ کہہ رہا تھا کہ جس سے لیا گیا تھا... جب ردعمل میں اس کو دیا جانے لگا تو کس عجیب ترتیب سے دیا گیا... شہادت و محسوس سے پہلے غیب عطا ہوا غیب میں پہلے ملاء اعلیٰ پر قابو دیا گیا... ملاء اعلی کے بعد ملاء ادنیٰ پر قبضہ کرایا گیا...

اس کے بعد کیا ہونا چاہئے عقل کے لئے یہ باور کرنا آسان ہے کہ غیب اور نا محسوس سے تڑپ کر یکا یک یہ ترتیب محسوس اور عالم شہادت میں آ جائے! اگر ایسا ہوگا تو بھی غیب کی اور بہت سی غیر مرئی ہستیاں' ایسی ہستیاں جنہیں گو سب نہیں دیکھتے لیکن سب میں ان کے دیکھنے والے موجود ہیں... کیا وہ اس کے قابو سے باہر رہ جائیں گی جس کو سب پر قبضہ عطا کیا گیا! مالکم کیف تحکمون

نہ کہا جاتا تو سوچا جاتا سمجھا جاتا... لیکن جب کہا گیا اور صحیح روایتوں میں یقین کے ساتھ کہا گیا کہ تسخیر کا یہ سلسلہ اسی ترتیب کے ساتھ غیب سے شہادت کی طرف بڑھا اور شہادت تک تسخیری آثار اس عالم کی چیزوں سے گزر کر پہنچے... جن کو ان دونوں دنیاؤں کے درمیان برزخی واسطہ کی حیثیت حاصل ہے... تو کیا عقل بھی اسی ترتیب کو نہیں ڈھونڈتی ہے لوگوں نے بے پروائی کے ساتھ کیوں سنا... جب ان کو یہی سنایا گیا... صحیح حدیثوں میں تھا کہ ملک الجبال کے واقعہ کے بعد ہی نخلہ کے نخلستان میں اس برزخی تسخیر کا ظہور ہوا اور ٹھیک ایسے وقت میں ظہور ہوا جو رات کی تاریکی کو دن کی روشنی سے ملانے میں واسطہ اور برزخ کا کام دیتا ہے صحیح بخاری میں ہے کہ صبح کا وقت تھا کھجوروں کے جھنڈ میں فجر کی نماز کا قرآن گونج رہا تھا عین اس وقت

صَرَفْنَآ اِلَیْکَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ یَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ

ہم نے تیری طرف جنوں کی ایک ٹولی پھیری تا کہ وہ قرآن سنیں... وہ چیخنے لگے

اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا یَّھْدِیْٓ اِلَی الرُّشْدِ

ہم نے پڑھنے کی ایک عجیب چیز سنی جو سوجھ کی راہ بتاتی ہے...

اور ٹھیک جس طرح کچھ نہیں ہوتا ہے لیکن شمع کے روشن ہونے کے ساتھ ہی بھانت بھانت کے کتنے کچھ پروانے جو نامحسوس تھے محسوس ہونے لگتے ہیں... یہ بھی قرآن کی روشنی پر گرے اور پروانوں ہی کی طرح قربان ہو گئے... جنوں میں آواز بلند ہوئی:...

آمنا بہ (ہم نے اس کو مان لیا)

اور قبل اس کے کہ "دیدوں" کی طرف تبلیغی مہم روزانہ ہو "نادیدوں" کا یہ گروہ ان ہی نامحسوس علاقوں کی طرف تبلیغی مہم کے پہلے دستہ کی حیثیت سے روانہ ہو گیا...(النبی الخاتم)

واقعہ معراج

10 نبوی گزر گیا... ابتلاء اور آزمائش کی سب منزلیں طے ہو چکیں... ذلت اور رسوائی کی کوئی نوع ایسی باقی نہ رہی جو کہ خداوند ذوالجلال کی راہ میں نہ برداشت کی گئی ہو اور ظاہر ہے کہ خدائے رب العزت کی راہ میں ذلت اور رسوائی کا انجام سوائے عزت اور رفعت اور سوائے معراج اور ترقی کے کیا ہو سکتا ہے؟

چنانچہ جب شعب ابی طالب اور سفر طائف سے ذلت انتہا کو پہنچ گئی تو خداوند ذوالجلال نے اسراء و معراج کی عزت سے سرفراز فرمایا اور آپ کو اس قدر اونچا کیا کہ افضل الملائکہ۔۔المقربین یعنی جبریل بھی پیچھے رہ گئے اور ایسے مقام تک سیر کرائی کہ جو کائنات کا منتہیٰ ہے یعنی عرش عظیم تک جس کے بعد اب اور کوئی مقام نہیں...

حق جل وعلا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اور مسجد اقصیٰ سے سبع سمٰوٰت تک اسی جسم اور روح کے ساتھ بحالت بیداری ایک ہی شب میں سیر کرائی جس کو "اسراء و معراج" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے...

اسی وجہ سے بعض عارفین کا قول ہے کہ عرش تک سیر کرانے میں ختم نبوت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ تمام کائنات عرش پر ختم ہو جاتی ہے...

کتاب وسنت سے عرش کے بعد کسی مخلوق کا وجود ثابت نہیں...اسی طرح نبوت و رسالت کے تمام کمالات آپ پر ختم ہیں (سیرۃ المصطفیٰ)

ایسے سخت امتحان میں روحانی ترقی کہاں تک ہوسکتی ہے وہ محتاج بیان نہیں... چنانچہ اسی زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کا شرف عظیم حاصل ہوا... معراج میں پنج وقتہ نمازیں فرض ہوئیں...نماز کے آخر میں التحیات پڑھی جاتی ہے جس میں نہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوران بزرگوں پر جو اس امتحان میں کامیاب ہوئے تھے بلکہ ان کے طفیل میں تمام عباد صالحین پر سلام بھیجا جاتا ہے...

!السلام علینا و علیٰ عباداللہ الصالحین... (محمد میاںؒ)

ان بھولے بھالوں سے کوئی کیا کہہ سکتا ہے' آخر جو نیچے سے دبایا گیا اور مسلسل اتنی بیدردیوں سے دبایا گیا اور وہ تنہا ہی چلا گیا کس قدر عجیب بات ہے کہ اسی کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اوپر کی طرف کس طرح چڑھا اور کیوں چڑھتا گیا جن کو یہی نہیں معلوم ہے کہ عالم کیا ہے؟ انسان کیا؟ اور دونوں کا بنانے والا کیا ہے؟ عالم انسان میں ہے یا انسان عالم میں ہے! جن پر یہی معمہ نہیں کھلا ہے تو پھر وہ اس گرہ کو کیا کھول سکتے ہیں...جس میں انسان اپنے خالق کے ساتھ بندھا ہوا ہے...خالق عرش پر بھی ہے اور جس کو خلیفہ اور آدمی کہتے ہیں وہی جس میں خالق کی روح پھونکی گئی ہے' اس کی گردن کی ورید کے پاس بھی عرش ہی والا خالق ہے جب تک ان متناقضات کے تناقض کو تم سلجھا نہیں سکتے اس قسم کے حقائق کے ادراک سے قاصر رہیں گے... (النبی الخاتم)

سفر معراج میں غلبہ اسلام کی مشکلاتِ راہ کے اشارات

آسمانوں میں انہی چند حضرات انبیاء کرام کو آنحضرت کی ملاقات کیلئے خاص کرنے میں ان خاص حالات کی طرف اشارہ تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد میں وقتاً فوقتاً پیش آئے جیسا کہ علماء تعبیر کا قول ہے کہ جس نبی کو خواب میں دیکھے اس کی تعبیر یہ ہے کہ ایسے ہی حالات اس کو پیش آئیں...

ہجرت کا اشارہ

پہلے آسمان میں حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات کی چونکہ حضرت آدم علیہ السلام اول الانبیاء ہیں اور اول الاباء ہیں اس لئے سب سے پہلے ان سے ملاقات کرائی گئی اور اس ملاقات میں ہجرت کی طرف اشارہ تھا کہ جس سے حضرت آدم نے ایک دشمن کی وجہ سے آسمان اور جنت سے زمین کی طرف ہجرت فرمائی... اسی طرح آپ بھی مکہ سے مدینہ کی جانب ہجرت فرمائیں گے اور حضرت آدم کی طرح آپ کو وطن مالوف کی مفارقت طبعاً شاق ہو گی...

یہود کی ایذاءرسانیوں کا اشارہ

دوسرے آسمان میں حضرت عیسیٰ وحضرت یحییٰ علیہما السلام سے ملاقات ہوئی حدیث میں ہے... میں تمام انبیاء میں عیسیٰ بن مریم کے ساتھ سب سے زیادہ قریب ہوں... میرے اور ان کے درمیان میں کوئی نبی نہیں... نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام اخیر زمانہ میں دجال کے لئے آسمان سے اتریں گے اور امت محمدیہ میں ایک مجدد ہونے کی حیثیت سے شریعت محمدیہ کو جاری فرمائیں گے اور قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمام اولین وآخرین کو لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوں گے...

شفاعت کبریٰ کی درخواست کریں گے... ان وجوہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کرائی گئی اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی معیت کی وجہ سے محض قرابت نسبی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام دونوں خالہ زاد بھائی ہیں...

اس ملاقات میں یہود کی تکالیف اور ایذارسانیوں کی طرف اشارہ تھا کہ یہود آپ کے درپے آزار ہوں گے اور آپ کے قتل کے لئے طرح طرح کے مکر اور حیلے کریں گے مگر جس طرح اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو یہود بے بہبود کے شر سے محفوظ رکھا اسی طرح اللہ تعالیٰ آپ کو بھی ان کے شر سے محفوظ رکھے گا...

برادری کی ایذا کا اشارہ

تیسرے آسمان میں یوسف علیہ السلام سے ملاقات فرمائی...اس ملاقات میں اشارہ اس طرف تھا کہ یوسف علیہ السلام کی طرح آپ بھی اپنے بھائیوں سے تکلیف اٹھائیں گے اور بالآخر آپ غالب آئیں گے اور ان سے درگزر فرمائیں گے... چنانچہ فتح مکہ کے دن آپ نے قریش کو اسی خطاب سے مخاطب کیا جس سے یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو خطاب کیا تھا... چنانچہ فرمایا...

لا تثریب علیکم الیوم یغفراللہ لکم وھو ارحم الراحمین

اذھبوا فانتم الطلقاء ای العتقاء

آج تم پر کوئی ملامت نہیں... اللہ تم کو معاف کرے... وہ ارحم الراحمین ہے اور جاؤ تم سب آزاد ہو...

نیز امت محمدیہ جب جنت میں داخل ہوگی تو یوسف علیہ السلام کی صورت پر ہوگی

سلاطین کی دعوت اور بلند مرتبہ پانے کا اشارہ

حضرت ادریس علیہ السلام کی ملاقات میں اس طرف اشارہ تھا کہ آپ سلاطین کو دعوت اسلام کے خطوط روانہ فرمائیں گے....

کیونکہ خط اور کتابت کے اول موجد ادریس علیہ السلام ہیں نیز حضرت ادریس علیہ السلام کے بارے میں ورفعنٰہ مکانا علیا آیا ہے تو ان کی ملاقات میں اس طرف اشارہ تھا کہ آپ کو بھی اللہ تعالیٰ رفعت منزلت اور علومرتبت عطا فرمائے گا... چنانچہ جب آپ نے شاہ روم کے نام والا نامہ تحریر فرمایا تو شاہ روم مرعوب ہوگیا...

قریشی سرداروں کے قتل کا اشارہ

اور حضرت ہارون علیہ السلام کی ملاقات میں اس طرف اشارہ تھا کہ جس طرح

سامری اور گوسالہ پرستوں نے حضرت ہارون کے ارشاد پر عمل نہ کیا تو ان کا انجام یہ ہوا کہ اس ارتداد کی سزا میں قتل کئے گئے... اسی طرح جنگ بدر میں قریش کے ستر سردار مارے گئے اور ستر قید کئے گئے اور عرنیین کو مرتد ہو جانے کی وجہ سے قتل کیا گیا...

ملک شام کے مفتوح ہونے کا اشارہ

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات میں اس طرف اشارہ تھا کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام ملک شام میں جبارین سے جہاد و قتال کے لئے گئے اور اللہ نے آپ کو فتح دی اس طرح آپ بھی ملک شام میں جہاد و قتال کیلئے داخل ہوں گے چنانچہ آپ شام میں غزوہ تبوک کیلئے تشریف لے گئے اور دومتہ الجندل کے رئیس نے جزیہ دے کر صلح کی درخواست کی....

آپ نے اس کی صلح کی درخواست منظور فرمائی اور جس طرح ملک شام حضرت موسیٰ کے بعد حضرت یوشع کے ہاتھ پر فتح ہوا اس طرح حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عمر کے ہاتھ پر پورا ملک شام فتح ہوا اور اسلام کے زیر نگین آیا...

حجتہ الوداع کا اشارہ

اور ساتویں آسمان میں ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی... دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت معمور سے پشت لگائے بیٹھے ہیں...

بیت معمور ساتویں آسمان میں ایک مسجد ہے جو خانہ کعبہ کے محاذات میں واقع ہے ستر ہزار فرشتے روزانہ اس کا حج اور طواف کرتے ہیں...

چونکہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ بانی کعبہ ہیں اس لئے ان کو یہ مقام عطا ہوا...

اس آخری ملاقات میں حجتہ الوداع کی طرف اشارہ تھا کہ حضور پرنور وفات سے پیشتر حج بیت اللہ فرمائیں گے اور علماء تعبیر کے نزدیک خواب میں حضرت ابراہیم کی زیارت حج کی بشارت ہے...

فتح مکہ اور وصال کا اشارہ

ابن منیر فرماتے ہیں کہ یہاں تک سات معراجیں ہوئیں آٹھویں معراج سدرۃ المنتہیٰ تک ہوئی اس میں فتح مکہ کی طرف اشارہ تھا جو ۸ھ میں فتح ہوا اور نویں معراج سدرۃ المنتہیٰ سے مقام صریف الاقلام تک ہوئی اس معراج میں غزوہ تبوک کی طرف اشارہ ہوا... جو ۹ھ میں پیش آیا اور دسویں معراج رفرف اور مقام قرب اور دنوں تک ہوئی جہاں دیدار خداوندی ہوا وصال کا اشارہ اور کلام ربانی سنا اس دسویں معراج میں چونکہ بقاء خداوندی حاصل ہوا اس لئے اس میں اشارہ اس طرف تھا کہ ہجرت کے دسویں سال حضور کا وصال ہوگا اور اس سال خداوند ذوالجلال کا لقاء ہوگا اور دار دنیا کو چھوڑ کر رفیق اعلیٰ سے جا ملیں گے...

مدینہ میں استقبال..... پہلا خطبہ اور اہل مدینہ کی خوشی

اہل مدینہ کا استقبال

جمعہ کے روز صبح سویرے' مدینہ کے حضرات آراستہ ہوئے... تلواریں سجائیں... اور آقائے دو جہان کو اپنے یہاں لانے کے لئے قباء پہنچ گئے...

کچھ دن چڑھا تو تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ناقہ قصواء پر سوار ہوئے... صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ساتھ بٹھایا (ردیف بنایا) تقریباً پانچ سو مسلح انصار کی دو صفیں دائیں بائیں ہوگئیں...

راستہ پر زیارت کرنے والے مردوں کا اور کوٹھوں اور چھتوں پر خانہ نشین خواتین کا ہجوم تھا... جو مسلمان نہیں ہوئے تھے وہ بھی دیدار کیلئے بیتاب تھے... لڑکے اور بچے جوش مسرت میں نعرہ لگا رہے تھے...

اللہ اکبر... جاء محمد... اللہ اکبر جاء محمد

یثرب اور اہل یثرب کے لئے اس سے زیادہ مسرت کا دن کونسا ہوسکتا تھا؟ آج آسمان نبوت کا آفتاب زمین یثرب پر اتر رہا ہے... آج وہ نبی رونق افروز ہو

رہا ہے جسکی بشارتیں کتب سابقہ کے صفحات میں اور اہل کتاب کی زبانوں پر عرصہ سے تھیں... آج ہر طرف یہی صدا ہے، یہی چرچا ہے... جاء نبی الله... جاء نبی الله اللہ کے نبی آ گئے... اللہ کے نبی آ گئے...

قبیلہ بنی سالم تک پہنچے تھے کہ نماز کا وقت ہو گیا... آپ نے جمعہ کی نماز یہیں ادا فرمائی

نماز جمعہ اور مدینہ میں سب سے پہلا خطاب

الحمدللہ... اللہ کی حمد کرتا ہوں اور اسی سے اعانت اور مغفرت اور ہدایت کا طلب گار ہوں اور اللہ پر ایمان رکھتا ہوں اس کا کفر نہیں کرتا... بلکہ اسکے کفر کرنے والوں سے عداوت اور دشمنی رکھتا ہوں اور شہادت دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور محمد اس کے بندہ اور رسول ہیں جس کو اللہ نے ہدایت اور نور حکمت اور موعظت دے کر ایسے وقت میں بھیجا کہ جب انبیاء و رسل کا سلسلہ منقطع ہو چکا تھا اور زمین پر علم برائے نام تھا اور لوگ گمراہی میں تھے اور قیامت کا قرب تھا جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اس نے ہدایت پائی اور جس نے اللہ اور رسول کی نافرمانی کی وہ بلاشبہ بے راہ ہوا اور کوتاہی کی اور شدید گمراہی میں مبتلا ہوا اور میں تم کو اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں...

اس لئے کہ ایک مسلمان کی دوسرے مسلمان کو بہترین وصیت یہ ہے کہ اس کو آخرت پر آمادہ کرے اور تقویٰ اور پرہیز گاری کا اس کو حکم دے پس بچو اس چیز سے کہ جس سے اللہ نے تم کو ڈرایا ہے تقویٰ سے بڑھ کر کوئی نصیحت اور موعظت نہیں اور بلاشبہ اللہ کا تقویٰ اور خوف خداوندی آخرت کے بارے میں سچا معین اور مددگار ہے

اور جو شخص ظاہر و باطن میں اپنا معاملہ اللہ کے ساتھ درست کر لے جس سے مقصود محض رضائے خداوندی ہو... اور کوئی دنیاوی غرض اور مصلحت پیش نظر نہ ہو تو یہ ظاہر و باطن کی مخلصانہ اصلاح دنیا میں اس کے لئے باعث عزت و شہرت ہے اور مرنے کے بعد ذخیرہ آخرت ہے کہ جس وقت انسان اعمال صالحہ کا غایت درجہ محتاج

ہو گا اور خلاف تقویٰ اس امور کے متعلق اس دن یہ تمنا کرے گا کہ کاش میرے اور اس کے درمیان مسافت بعیدہ حائل ہوتی اور اللہ تعالیٰ تم کو اپنی عظمت اور جلال سے ڈراتے ہیں اور یہ ڈرانا اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں پر نہایت ہی مہربان ہیں اللہ اپنے قول میں سچا ہے اور وعدہ وفا کرنے والا ہے اس کے قول اور وعدے میں خلف نہیں مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ پس دنیا اور آخرت میں ظاہر میں اور باطن میں اللہ سے ڈرو... جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کا کفارہ فرماتے ہیں اور اجر عظیم عطا فرماتے ہیں اور جو شخص اللہ سے ڈرے تحقیق وہ بلاشبہ بڑا کامیاب ہوا...

اور تحقیق اللہ کا تقویٰ ایسی شے ہے کہ اللہ کے غضب اور اس کی عقوبت اور سزا اور ناراضگی سے بچاتا ہے اور تقویٰ ہی قیامت کے دن چہروں کو روشن اور منور بنائے گا اور رضاء خداوندی اور رفع درجات کا ذریعہ اور وسیلہ ہو گا اور تقویٰ میں جس قدر حصہ لے سکتے ہو وہ لے لو اس میں کمی نہ کرو اور اللہ کی اطاعت میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرو... اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعلیم کے لئے کتاب اتاری اور ہدایت کا راستہ تمہارے لئے واضح کیا تاکہ صادق اور کاذب میں امتیاز ہو جائے...

پس جس طرح اللہ نے تمہارے ساتھ احسان کیا اسی طرح تم حسن اور خوبی کے ساتھ اس کی اطاعت بجالاؤ اور اس کے دشمنوں سے دشمنی رکھو اس کی راہ میں کما حقہ جہاد کرو... اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنے لئے مخصوص اور منتخب کیا ہے اور تمہارا نام اور لقب ہی مسلمان رکھا ہے یعنی اپنا مطیع اور فرمانبردار رکھا... بس اس نام کی لاج رکھو منشاء خداوندی یہ ہے کہ جس کو ہلاک اور برباد ہونا ہے وہ قیام حجت کے بعد ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ بھی قیام حجت کے بعد بصیرت کے ساتھ زندہ رہے کوئی بچاؤ اور کوئی طاقت اور کوئی قوت بغیر اللہ کی مدد کے ممکن نہیں پس کثرت سے اللہ کا ذکر کرو اور آخرت کے لئے عمل کرو... جو شخص اپنا معاملہ خدا سے درست کرے گا...

اللہ تعالیٰ لوگوں سے اس کی کفایت کرے گا کوئی شخص اس کو ضرر نہیں پہنچا سکتا... وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم تو لوگوں پر چلتا ہے اور لوگ اللہ پر حکم نہیں چلا سکتے... اللہ ہی تمام لوگوں کا مالک ہے اور لوگ اللہ کی کسی چیز کے مالک نہیں... لہٰذا تم اپنا معاملہ اللہ سے درست کرلو... لوگوں کی فکر میں مت پڑو اور اللہ سب کی کفایت کرے گا... اللہ اکبر ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم...

شرف میزبانی کے لئے ہر قبیلہ کی درخواست

نماز جمعہ کے بعد آپ سوار ہونے لگے تو قبیلہ والوں نے مہار تھام لی اور اصرار کیا کہ آپ یہیں قیام فرمائیں... اس کے بعد حضرات انصار (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کا جو قبیلہ بھی آتا رہا... یہی اصرار کرتا رہا کہ غریب خانہ کو دولت خانہ بنائیے... مکان حاضر ہے... مال حاضر ہے... جان حاضر ہے لیکن وہ رؤف رحیم جس کا دامن شفقت ہر ایک کے لئے پھیلا ہوا تھا... جس کو کسی کی دل شکنی گوارہ نہیں تھی...

جس طرح اس کا پورا سفر غیبی اشاروں پر ہوا تھا اس کے ارحم الراحمین رب نے یہاں بھی ایسی صورت کردی کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کسی کی دل شکنی نہ ہو آپ نے خود ہی ناقہ کی مہار چھوڑ دی اور اصرار کرنیوالوں سے بھی یہی فرمایا کہ وہ مہار چھوڑ دیں یہ ناقہ مامور ہے... جہاں بیٹھ جائے گی وہیں قیام ہوگا...

لگام کو آپ نے بالکل ڈھیلا چھوڑ دیا تھا... کسی جانب لگام کو دست مبارک سے حرکت نہیں دیتے تھے...

اہل مدینہ کا جوش وجذبہ

جوش کا یہ عالم تھا کہ خواتین جمال نبوی کے دیکھنے کے لئے چھتوں پر چڑھی ہوئی تھیں اور یہ شعر گاتی تھیں...

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع

چودھویں رات کے چاند نے ثنیات الوداع سے ہم پر طلوع کیا ہے...

وجب الشکر علینا ما دعا اللہ داع

ہم پر اللہ کا شکر واجب ہے جب تک اللہ کو کوئی پکارنے والا باقی ہے

ایھا المبعوث فینا جئت بالامر المطاع

اے وہ مبارک ذات کہ جو ہم میں پیغمبر بنا کر بھیجے گئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے امور کو لے کر آئے ہو... جن کی اطاعت واجب ہے...

بے مثال مسرت کا مظاہرہ

اور فرط مسرت سے ہر بڑے چھوٹے کی زبان پر یہ الفاظ تھے...

جاء نبی اللہ جاء رسول اللہ آئے اللہ کے نبی... آئے اللہ کے رسول

صحیح بخاری میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں نے اہل مدینہ کو کسی چیز سے اتنا خوش ہوتے نہیں دیکھا جتنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے خوش ہوتے دیکھا...

سنن ابی داؤد میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو حبشیوں نے آپ کی تشریف آوری کی مسرت میں نیزہ بازی کے کرتب دکھائے...

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں رونق افروز ہوئے تو مدینہ کا ذرہ ذرہ روشن تھا...

تعمیر ملت کا دور اول

آپ کو فراموش نہ ہونا چاہئے کہ حضرات صحابہ نے اس دور کو تعمیر ملت کا دور اول قرار دیا تھا... چنانچہ اسی سال کو اسلامی سنہ (سنہ ہجری کا پہلا سال) مانا گیا... کلام الٰہی نے بھی "من اول یوم" کا لفظ استعمال کر کے صحابہ کرام کے اس تخیل کی تائید فرمائی (محمد میاں)

ہجرت ہی سے حق اور باطل میں فرق قائم ہوا اور ہجرت ہی سے اسلام کی عزت اور غلبہ کی ابتداء ہوئی شعائر اسلام یعنی جمعہ اور عیدین علی الاعلان ادا کئے گئے بحث و تمحیص کے بعد سب کا اتفاق اس پر ہوا کہ ہجرت سے تاریخ مقرر ہونی چاہیے...

ایک عجیب واقعہ

مجاہد فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ کہا کرتے تھے کہ قسم ہے اس ذات پاک کی کہ جس کے سوا کوئی خدا نہیں کہ میں بسا اوقات بھوک کی وجہ سے اپنا شکم سینہ زمین پر لگا دیتا (تا کہ زمین کی نمی اور برودت سے بھوک کی حرارت میں کچھ خفت آجائے) اور بسا اوقات پیٹ پر پتھر باندھ لیتا تھا تا کہ سیدھا کھڑا ہو سکوں...

ایک روز سرراہ جا کر بیٹھ گیا... اتنے میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ادھر سے گزرے... میں نے ان سے ایک آیت قرآنی کا مطلب دریافت کیا اور غرض یہ تھی کہ وہ میری صورت اور ہیئت کو دیکھ کر کھانا کھانے کے لیے اپنے ہمراہ لے جائیں لیکن ابو بکر رضی اللہ عنہ چلے گئے (غرض کو سمجھے نہیں)...

اسی طرح پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ گزرے ان سے بھی اسی طرح آیت قرآنی کا مطلب دریافت کیا مگر وہ بھی گزرے چلے گئے...

کچھ دیر بعد ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم (جن کو خداوند ذوالجلال نے خیرات و برکات کا قاسم (تقسیم کرنے والا ہی بنا کر بھیجا تھا) ادھر سے گزرے دیکھتے ہی پہچان گئے اور مسکرائے اور فرمایا اے ابو ہر (یعنی اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ)...

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں حاضر ہوں آپ نے فرمایا میرے ساتھ چلے آؤ... میں آپ کے ساتھ ہولیا... آپ گھر پہنچے... دیکھا تو ایک پیالہ دودھ رکھا ہے...

دریافت فرمایا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا... گھر والوں نے کہا فلاں نے آپ کو یہ ہدیہ بھیجا ہے... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اصحاب صفہ کو بلا لاؤ...

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اصحاب صفہ اسلام کے مہمان تھے نہ ان کا گھرانہ اور نہ ان کے پاس کچھ مال تھا غرض یہ کہ ان کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا... آپ کے پاس جب کہیں سے صدقہ آتا تو اصحاب صفہ کے پاس بھیج دیتے اور خود اس میں سے کچھ نہ لیتے (اس لئے کہ صدقہ آپ پر حرام تھا) اور اگر ہدیہ آتا تو خود بھی اس میں سے کچھ تناول فرماتے اور اصحاب صفہ کو بھی اس میں شریک کرتے اس وقت آپ کا یہ حکم دینا کہ اصحاب صفہ کو بلا لاؤ... میرے نفس کو کچھ شاق گزرا اور اپنے دل میں کہا کہ یہ ایک پیالہ دودھ کا اصحاب صفہ کے لیے کافی ہوگا... اس دودھ کا تو سب سے زیادہ حقدار میں تھا کہ کچھ پی کر طاقت اور توانائی حاصل کرتا پھر یہ کہ اصحاب صفہ کے آنے کے بعد مجھ ہی کو اس کی تقسیم کا حکم دیں گے اور تقسیم کے بعد یہ امید نہیں کہ میرے لیے اس میں سے کچھ بچ جائے... لیکن اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے چارہ نہ تھا...

چنانچہ اصحاب صفہ کو بلا کر لایا اور آپ کے حکم سے ایک ایک کو بلانا شروع کیا... سب سیراب ہو گئے تو میری طرف دیکھ کر آپ مسکرائے اور فرمایا کہ صرف میں اور تو باقی رہ گئے... میں نے عرض کیا بالکل درست ہے... آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ اور پینا شروع کرو... میں نے پینا شروع کیا اور آپ برابر یہ فرماتے رہے اور پیو اور پیو یہاں تک کہ میں بول اٹھا... قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا... اب بالکل گنجائش نہیں... آپ نے پیالہ میرے ہاتھ سے لے لیا اور اللہ کی حمد کی اور بسم اللہ پڑھ کر جو باقی تھا اس کو پی لیا...

حضور کا حضرت ابودجانہ کو تلوار عطا فرمانا

غزوہ احد میں جب فریقین کی صفیں مرتب ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تلوار ہاتھ میں لے کر یہ فرمایا کون ہے جو کہ اس تلوار کو اُس کے حق کے ساتھ لے... یہ سن کر بہت سے ہاتھ اس سعادت کے حاصل کرنے کے لئے آگے بڑھے مگر

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک روک لیا اتنے میں ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھے اور عرض کیا یا رسول اللہ اس تلوار کا کیا حق ہے...آپ نے فرمایا اس کا حق یہ ہے کہ اس سے خدا کے دشمنوں کو مارے یہاں تک کہ خم ہو جائے...

حافظ ابو بشیر دولابی نے اس حدیث کو کتاب الکنیٰ میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے...اس میں یہ ہے کہ آپ نے فرمایا اس تلوار کا حق یہ ہے کہ اس سے کسی مسلمان کو کبھی قتل نہ کرنا اور اس کو لے کر کبھی کسی کافر کے مقابلہ سے فرار نہ ہونا...

ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اس کو اس کے حق کے ساتھ لیتا ہوں یعنی اس کا حق ادا کروں گا...آپ نے فوراً وہ تلوار ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کو مرحمت فرما دی...غالباً آپ کو بذریعہ وحی الٰہی کے یہ معلوم ہوا ہوگا کہ سوائے ابو دجانہ کے کوئی اس تلوار کا حق نہ ادا کرے گا...اس لئے صرف ابو دجانہ رضی اللہ عنہ ہی کو عطا فرمائی...

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظین

ابن سعد فرماتے ہیں کہ اس ہلچل اور اضطراب میں چودہ اصحاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے...سات مہاجرین میں سے اور سات انصار میں سے جن کے نام حسب ذیل ہیں...

اسماء مہاجرین	اسماء انصار
۱- ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	۱- ابو دجانہ رضی اللہ عنہ
۲- عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ	۲- حباب بن منذر رضی اللہ عنہ
۳- عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ	۳- عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ
۴- سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ	۴- حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ
۵- طلحہ رضی اللہ عنہ	۵- سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہ
۶- زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ	۶- سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ

۷- ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ
۷- اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ

مہاجرین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا نام اس لئے نہیں ذکر کیا گیا کہ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے شہید ہو جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم حضرت علی کو عطا فرما دیا تھا وہ مصروف جہاد وقتال تھے...

یہ چودہ اصحاب آپ کے ساتھ تھے لیکن کبھی کبھی کسی ضرورت کی وجہ سے بعض حضرات کہیں چلے بھی جاتے تھے مگر جلد ہی واپس ہو جاتے تھے... اس لئے کبھی آپ کے ساتھ بارہ آدمی رہے...

اور کبھی گیارہ اور کبھی سات اختلاف اوقات اور اختلاف حالات کی وجہ سے حاضرین بارگاہ رسالت کے عدد میں روایتیں مختلف ہیں ہر ایک راوی کا بیان اپنے اپنے وقت کے لحاظ سے بجا اور درست ہے کسی وقت بارہ اور کسی وقت گیارہ اور کسی وقت سات آدمی آپ کے ساتھ رہے...

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ

قتادۃ بن النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں احد کے دن آپ کے چہرہ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور اپنا چہرہ دشمنوں کے مقابل کر دیا...

تاکہ دشمنوں کے تیر میرے چہرے پر پڑیں اور آپ کا چہرہ انور محفوظ رہے...
دشمنوں کا آخری تیر میری آنکھ پر ایسا لگا کہ آنکھ کا ڈھیلہ باہر نکل پڑا جس کو میں نے اپنے ہاتھ میں لے لیا اور لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے اور میرے لیے دعا فرمائی کہ اے اللہ جس طرح قتادہ نے تیرے نبی کے چہرہ کی حفاظت فرمائی اسی طرح تو اس کے چہرہ کو محفوظ رکھ اور اس آنکھ کو دوسری آنکھ سے بھی زیادہ خوبصورت اور تیز نظر بنا اور آنکھ اسی جگہ رکھ دی... اسی وقت آنکھ بالکل صحیح اور سالم بلکہ پہلے سے بہتر اور تیز ہو گئی...

ایک روایت میں ہے کہ قتادہ اپنی آنکھ کی پتلی کو ہاتھ میں لئے ہوئے حضور پرنور کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا اگر تو صبر کرے تو تیرے لئے جنت ہے اور اگر چاہے تو اسی جگہ رکھ کر تیرے لئے دعا کردوں قتادہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میری ایک بیوی ہے جس سے مجھ کو بہت محبت ہے مجھ کو یہ اندیشہ ہے کہ اگر بے آنکھ رہ گیا تو کہیں وہ میری بیوی مجھ سے نفرت نہ کرنے لگے... آپ نے دست مبارک سے آنکھ اسکی جگہ پر رکھ دی اور یہ دعا فرمائی... اے اللہ اسکو حسن و جمال عطا فرما...

ثمامۃ بن اثال کی گرفتاری

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ لوگ سردار بنی حنیفہ ثمامہ بن اثال کو گرفتار کر کے آپ کی خدمت میں لائے آپ نے ان کو مسجد کے ایک ستون سے باندھنے کا حکم دیا... (تاکہ مسلمانوں کی نماز اور بارگاہ خداوندی میں عجز و نیاز کا نظارہ کریں جن کے دیکھنے سے خدا یاد آتا تھا اور ان کے عمل کو دیکھ کر آخرت کی رغبت پیدا ہوتی تھی... ان کے انوار و برکات اندر ہی اندر دلوں کی ظلمتوں اور تاریکیوں کو صاف کرتے تھے)

ثمامہ کا مسلمان ہونا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کے پاس سے گزرے تو فرمایا اے ثمامہ میری نسبت تمہارا کیا گمان ہے... ثمانہ نے کہا میرا گمان آپ کے ساتھ اچھا ہے...

اگر آپ قتل کریں تو ایک خونی کو قتل کریں گے جو قتل کا مستحق ہے اور اگر انعام و احسان فرمائیں تو آپ کا شکر گزار پر انعام و احسان ہوگا اور اگر مال مطلوب ہے تو جتنا چاہیں حاضر کروں...

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سن کر خاموش گزر گئے دوسرے روز پھر ادھر سے گزرے اور ثمامہ سے دریافت فرمایا اے ثمامہ میری نسبت تمہارا کیا گمان ہے... ثمامہ

نے آپ کی نرمی محسوس کر کے پہلا اور تیسرا جملہ حذف کر دیا اور صرف اس قدر کہا...

اگر احسان فرمائیں تو ایک شکر گزار پر احسان ہو گا... آپ سن کر پھر خاموش گزر گئے... تیسرے روز پھر اس طرف سے گزرے اور وہی سوال فرمایا.. ثمامہ نے کہا میرا گمان وہی ہے جو میں کل عرض کر چکا ہوں...

آج ثمامہ نے اپنا معاملہ آپ کے خلق جمیل اور عفو و کرم پر چھوڑ دیا... آپ نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا ثمامہ کو کھول دو... ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ خود ثمامہ سے آپ نے یہ فرمایا...

اے ثمامہ میں نے تجھ کو معاف کیا اور آزاد کیا.. ثمامہ نے رہا ہوتے ہی مسجد کے قریب کے ایک نخلستان تھا وہاں جا کر غسل کیا اور پھر مسجد میں آئے اور کہا:

اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمداً رسول الله

اور آپ سے مخاطب ہو کر کہا اے محمد اس سے پیشتر آپ کے چہرہ سے زیادہ کوئی چہرہ مجھ کو دنیا میں مبغوض نہ تھا اور آج آپ کے چہرے سے زیادہ روئے زمین پر کوئی چہرہ مجھ کو محبوب اور پیارا نہیں اور اس سے پہلے آپ کے دین سے زیادہ کوئی دین مجھ کو مبغوض نہ تھا اور آج سب سے زیادہ آپ ہی کا دین مجھ کو محبوب ہے اور آپ کے شہر سے زیادہ کوئی شہر مبغوض نہ تھا اور آج آپ کے شہر سے زیادہ مجھ کو کوئی شہر محبوب نہیں... میں عمرہ کے ارادہ سے جا رہا تھا کہ آپ کے سوار مجھ کو گرفتار کر لائے اب جو ارشاد ہو... آپ نے ان کو عمرہ کرنے کا حکم دیا اور بشارت دی... (یعنی تم صحیح اور سلامت رہو گے کوئی تم کو ضرر نہیں پہنچا سکے گا)

حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ کا قریشیوں کا غلہ رکوا دینا

ثمامہ رضی اللہ عنہ جب مکہ آئے تو کسی کافر نے کہا کہ ثمامہ تو بے دین ہو گیا... ثمامہ نے کہا... ہرگز نہیں میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسلمان ہو گیا ہوں

یعنی میں بے دین نہیں ہو گیا اس لئے کہ کفر اور شرک کوئی دین نہیں بلکہ لغو اور بیہودہ خیال ہے... بلکہ میں تو اللہ کا مطیع اور فرمانبردار بندہ ہو گیا ہوں اور اپنے آپ کو اسی کے حوالہ اور سپرد کر دیا ہے... خدا کی قسم میں کبھی تمہارے مذہب کی طرف رجوع نہ کروں گا اور خوب سمجھ لو کہ یمامہ سے جو غلہ تمہارے پاس آتا ہے اب ایک دانہ بھی تمہارے پاس نہ آئے گا... یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت دیں... ثمامہ نے یمامہ پہنچ کر غلہ کا آنا بند کر دیا... قریش نے مجبور ہو کر آپ کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ آپ تو صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں ہم آپ کے رشتہ دار ہیں آپ ثمامہ کو لکھ بھیجیں کہ غلہ بھیجنا بدستور جاری کر دیں... آپ نے ثمامہ کو خط لکھوا کر روانہ فرمایا کہ غلہ نہ روکیں...

مسیلمہ کے مقابلہ میں حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ کی تبلیغ

حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ تعالیٰ عنہ فضلاء صحابہ میں سے تھے... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب اہل یمامہ مرتد ہوئے اور مسیلمہ کذاب کے ساتھ ہو گئے تو حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیتیں لوگوں کے سامنے تلاوت فرمائیں...

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِى الطَّوْلِ. لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ. اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ

یہ کتاب اتاری گئی ہے اس اللہ کی جانب سے جو غالب ہے اور دانا ہے اور گناہوں کا بخشنے والا اور توبہ کا قبول کرنے والا اور مجرموں کو سخت سزا دینے والا اور دوستوں کو بڑا انعام دینے والا ہے... اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کی طرف لوٹ کر سب کو جانا ہے... اور بعد ازاں لوگوں سے مخاطب ہو کر یہ فرمایا بھلا انصاف تو کرو کہ اس کلام معجزہ نظام کو مسیلمہ کذاب کے ہذیان سے کیا نسبت...

حضرت ثمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حقانیت اور اخلاص میں ڈوبے ہوئے یہ کلمات اثر کر گئے تین ہزار آدمی مسیلمہ کذاب کا ساتھ چھوڑ کر آغوش اسلام میں آ گئے...

ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ جب اہل یمامہ مرتد ہوئے تو حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو مسیلمہ کذاب کے اتباع سے روکا اور یہ فرمایا...:

اے لوگو تم اپنے کو اس تاریک امر سے بچاؤ اس میں کہیں نور کا نام ونشان نہیں البتہ تحقیق یہ شقاوت اور بدبختی ہے جس کو اللہ عزوجل نے ان لوگوں کے حق میں لکھ دیا ہے جنہوں نے اس کو قبول کیا اور ابتلاء اور امتحان ہے ان لوگوں کے حق میں جنہوں نے اسے اختیار نہیں کیا اے بنی حنیفہ اس نصیحت کو خوب سمجھ لو...

مسیلمہ کے شہر سے ہجرت کر جانا

لیکن حضرت ثمامہ نے جب یہ دیکھا کہ نصیحت کارگر نہیں ہوئی اور لوگ کثرت سے اس کے متبع ہو گئے تو جو مسلمان ان کے ساتھ تھے ان سے فرمایا خدا کی قسم میں اس شہر میں ہرگز نہ رہوں گا... میں دیکھ رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو فتنہ میں مبتلا کیا ہے جو میرے ساتھ چلنا چاہے وہ چلے... ثمامہ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے ایک گروہ کے ساتھ وہاں سے روانہ ہوئے اور جا کر علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل گئے...

شاہ عمان کے نام نامۂ مبارک

نامہ مبارک کا متن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

من محمد بن عبدالله و رسوله الی جیفر وعبد ابنی الجلندی سلام علی من اتبع الهدیٰ اما بعد فانی ادعوکما بدعایة الاسلام اسلما تسلما فانی رسول الله الی الناس کافة لانذرمن کان حیا و یحق القول علی الکافرین و انکما ان اقررتما بالاسلام و لیتکما و ان ابیتما ان تقرابالاسلام فان ملککما زائل عنکما و خیلی تحل بساحتکما و تظهر نبوتی علیٰ ملککما...

نامہ مبارک کا اردو ترجمہ

یہ خط ہے محمد بن عبداللہ رسول اللہ کی طرف سے جیفر اور عبد پسران جلندی کی طرف... سلام ہے اس پر جو ہدایت کا اتباع کرے... اما بعد میں تم دونوں کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں اسلام لے آؤ سلامت رہو گے...

اس لئے کہ میں اللہ کا رسول ہوں تمام لوگوں کی طرف تا کہ ڈراؤں اللہ کے عذاب سے اس کو کہ جو زندہ ہو اور ثابت ہو اللہ کی حجت کافروں پر تم اگر اسلام کا اقرار کرو تو تم کو تمہارے ملک پر بدستور باقی رکھیں گے ورنہ سمجھ لو کہ تمہاری سلطنت عنقریب زائل ہونے والی ہے... اور میرے سوار تمہارے گھر کے صحن تک پہنچیں گے اور میری نبوت اور رسالت تمہارے ملک کے تمام ادیان پر غالب آ کر رہے گی...

قاصد نبوی کی شاہ سے گفتگو

ذی قعدۃ الحرام ۸ھ میں عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ نے والا نامہ دے کر پسران جلندی عبد اور جیفر کی طرف روانہ فرمایا... عمرو بن العاص فرماتے ہیں کہ میں آپ کا والا نامہ لے کر عمان پہنچا اول عبد سے ملاقات ہوئی نہایت حلیم اور بردبار اور نیک خو تھے میں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد ہوں...

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو یہ خط دے کر آپ اور آپ کے بھائی کی طرف بھیجا ہے... عبد نے کہا کہ اعلیٰ رئیس اور بادشاہ میرے بڑے بھائی جیفر ہیں میں آپ کو ان سے ملا دوں گا... یہ خط ان کے سامنے پیش کر دینا اس کے بعد مجھ سے کہا کہ تم ہم کو کس چیز کی طرف دعوت دینے آئے ہو...

عمرو بن العاص: ایک اللہ کی عبادت کرو... بت پرستی کو چھوڑ دو اور اس بات کی گواہی دو کہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں...

عبد:... اے عمرو بن العاص تم اپنی قوم کے سردار کے بیٹے ہو بتلاؤ کہ تمہارے باپ نے کیا کیا ہم انہیں کی اقتداء کریں گے...

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ:...میرے باپ مر گئے اور آپ پر ایمان نہیں لائے اور میری تمنا تھی کہ کاش وہ اسلام لاتے اور آپ کی تصدیق کرتے...

ایک عرصہ تک میں انہیں کی رائے پر رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اسلام کی ہدایت اور توفیق سے سرفراز فرمایا...

عبد:...تم کب مسلمان ہوئے...

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ:...چند ہی روز ہوئے...

عبد:...کہاں مسلمان ہوئے...

عمرو بن العاص:...نجاشی شاہ حبشہ کے ہاتھ پر اور نجاشی بھی مسلمان ہو چکا ہے

عبد:...نجاشی کے اسلام لے آنے کے بعد اس کی قوم نے اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا

عمرو بن العاص:...حسب سابق اس کو بادشاہت پر برقرار رکھا اور اس کے متبع اور پیرو بنے...

عبد:...اساقفہ (پادریوں) اور رہبان نے کیا کیا...

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ:...سب نے اس کا اتباع کیا...

عبد:...اے عمرو غور کرو کیا کہہ رہے ہو...خوب سمجھ لو کہ جھوٹ سے بڑھ کر کوئی بری خصلت نہیں اور انسان کے لئے جھوٹ سے زیادہ رسوا کرنے والی کوئی چیز نہیں...

عمرو بن العاص:...حاشا وکلا میں نے جھوٹ نہیں کہا اور نہ ہمارے دین میں جھوٹ بولنا حلال ہے...

عبد:...معلوم نہیں کہ ہرقل قیصر روم کو نجاشی کے اسلام لانے کی خبر ہوئی یا نہیں...

عمرو بن العاص:...ہرقل کو نجاشی کے مسلمان ہونے کا علم ہے...

عبد:...تم کو کیسے معلوم ہوا...

عمرو بن العاص:...نجاشی قیصر روم کو خراج ادا کرتا تھا...مسلمان ہونے کے بعد خراج دینے سے انکار کر دیا اور یہ کہا کہ خدا کی قسم اگر قیصر روم مجھ سے ایک درہم بھی

مانگے تو وہ بھی نہ دوں گا... قیصر روم کو جب نجاشی کی یہ بات پہنچی تو قیصر روم خاموش ہو گیا... قیصر کی خاموشی کو دیکھ کر قیصر روم کے بھائی نیاق نے نہایت غصہ سے یہ کہا کہ کیا آپ اپنے اس غلام یعنی نجاشی کو ایسے ہی چھوڑ دیں گے کہ خراج بھی ادا نہ کرے اور آپ کا مذہب چھوڑ کر نیا دین اختیار کر لے... قیصر نے کہا نجاشی کو اختیار ہے کہ وہ جس دین کو چاہے اختیار کرے اس نے اس دین کو پسند کیا خدا کی قسم اگر مجھ کو اپنی سلطنت کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں بھی یہی دین اختیار کرتا...

عبد:... بہت متعجب ہو کر... اے عمرو کیا کہہ رہے ہو...

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ:... خدا کی قسم میں نے بالکل سچ کہا ہے...

عبد:... اچھا یہ بتاؤ کہ تمہارے پیغمبر کس چیز کا حکم دیتے ہیں اور کس چیز سے منع کرتے ہیں...

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ:... اللہ عزوجل کی اطاعت کا حکم دیتے ہیں اور اس کی معصیت اور نافرمانی سے منع فرماتے ہیں... بھلائی اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں... ظلم اور تعدی زنا اور شراب خوری بت پرستی اور صلیب پرستی سے منع فرماتے ہیں...

عبد:... کیا ہی اچھی دعوت اور کیا ہی عمدہ تلقین ہے... کاش میرا بھائی بھی میرے ساتھ اتفاق کرے اور دونوں مل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوں... آپ پر ایمان لائیں اور آپ کی تصدیق کریں... لیکن ممکن ہے کہ میرا بھائی اپنی سلطنت کی وجہ سے اس بارے میں تامل کرے...

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ:... اگر اسلام لے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بادشاہت کو بدستور برقرار رکھیں گے اور یہ حکم دیں گے کہ اپنی قوم کے امراء اور اغنیا سے صدقات وصول کریں اور اپنی قوم کے فقراء اور مساکین پر ان کو تقسیم کریں...

عبد:... یہ تو نہایت عمدہ بات ہے... یہ بتاؤ کہ صدقات کتنے اور کس طرح لئے جاتے ہیں...

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ:... میں نے تفصیلاً بتایا کہ سونے اور چاندی میں اتنی زکوٰۃ لی جاتی ہے اور اونٹ اور بکریوں میں اتنی...

عبد اور جیفر کا مسلمان ہونا

بعد ازاں عبد نے مجھ کو اپنے بھائی جیفر کے سامنے پیش کیا میں نے آپ کا والا نامہ سر بمہر اس کو دیا... مہر کھول کر اس کو پڑھا اور مجھ کو بیٹھنے کا حکم دیا اور قریش کا کچھ حال دریافت کیا... ایک دو روز کے تامل کے بعد جیفر بھی اسلام پر آمادہ ہو گیا اور دونوں بھائیوں نے مل کر ایک روز اپنے اسلام کا اعلان کیا... بہت سے لوگ ان کے ساتھ مسلمان ہو گئے اور جو مسلمان نہیں ہوئے ان پر جزیہ قائم کر دیا گیا...

حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ اصل بادشاہ ان کا باپ جلندی تھا... شاید بوڑھے ہو جانے کی وجہ سے سلطنت بیٹوں کے سپرد کر دی ہو...

ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو جلندی کی طرف دعوت اسلام کی غرض سے روانہ فرمایا ممکن ہے کہ آپ نے عمرو بن العاص کو باپ اور بیٹوں سب کی طرف روانہ فرمایا ہو...

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی جلندی کو دعوت

علامہ سہیلی لکھتے ہیں کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے جلندی سے مخاطب ہو کر یہ فرمایا اے جلندی تو اگرچہ ہم سے بہت دور ہے لیکن اللہ عزوجل سے دور نہیں جس ذات پاک نے تجھ کو بلا کسی شریک کے تنہا پیدا کیا تو تنہا اسی کی عبادت کر اور جو ذات تیرے پیدا کرنے میں خدا کی شریک نہیں تو اس خدا کی عبادت میں شریک نہ کر اور یقین رکھ کہ جس خدا نے تجھ کو زندہ کیا ہے وہ تجھ کو موت دینے والا ہے اور جس نے تمہاری پیدائش کی ابتداء کی وہی پھر تم کو اپنی طرف لوٹائے گا... پس اس نبی امی کے بارے میں خوب غور اور فکر کر لو کہ جو دنیا اور آخرت کی بھلائی اور بہبودی لے کر آیا ہے... اگر وہ تم سے کسی قسم کا کوئی اجر اور معاوضہ چاہتے ہوں تو وہ روک لو اور اگر ان

کے کسی قول اور فعل میں ہوائے نفسانی کا شائبہ محسوس کرو تو اس کو چھوڑ دو پھر آپ کے لائے ہوئے دین میں غور کرو... کہ آپ کا دین لوگوں کے خود ساختہ قوانین کے مشابہ ہے یا نہیں... اگر آپ کی شریعت اور آپ کا دین لوگوں کے بنائے ہوئے دین کے مشابہ ہے تو بتلاؤ کس کے مشابہ ہے اور اگر آپ کا دین لوگوں کے بنائے ہوئے دین کے مشابہ نہیں تو سمجھ لو کہ وہ اللہ جل جلالہ کا دین ہے پس اس کو قبول کرو اور جو حکم دیتا ہے اس کی تعمیل کرو اور جس سے ڈراتا ہے اس سے ڈرو...

جلندی کا جواب

جلندی نے کہا میں نے اس نبی امی کے بارے میں غور کیا... بے شک وہ کسی خیر اور بھلائی کا حکم نہیں دیتے مگر سب سے پہلے اس پر عمل کرنے والے وہ خود ہوتے ہیں اور کسی برائی سے منع نہیں کرتے مگر سب سے پہلے خود اس کے ترک کرنے والے ہوتے ہیں... جب وہ اپنے دشمنوں پر غالب آتے ہیں تو اتراتے نہیں اور جب مغلوب ہوتے ہیں تو گھبراتے نہیں... عہد کو پورا کرتے ہیں وعدہ کی وفا کرتے ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ بلاشبہ نبی ہیں...

عمرۃ القضاء

عمرۃ القضاء کی تیاری

صلح حدیبیہ میں قریش سے یہ معاہدہ ہوا تھا کہ اس سال بغیر عمرہ کئے ہوئے واپس چلے جائیں اور سال آئندہ عمرہ کے لئے آئیں اور عمرہ کر کے تین دن میں واپس ہو جائیں اس بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذیقعدہ کا چاند دیکھ کر صحابہ کو حکم دیا کہ اس عمرہ کی قضا کے لئے روانہ ہوں جس سے مشرکین نے حدیبیہ میں روکا تھا اور یہ بھی حکم دیا کہ جو لوگ حدیبیہ میں شریک تھے ان میں سے کوئی رہ نہ جائے چنانچہ بجز ان لوگوں کے کہ جو اس عرصہ میں شہید ہو چکے تھے یا وفات پا چکے تھے کوئی شخص بغیر شریک ہوئے باقی نہ رہا...

روانگی

اس طرح دو ہزار آدمیوں کی جمعیت کے ساتھ آپ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے... ہدی کے ستر اونٹ آپ کے ہمراہ تھے... ذوالحلیفہ پہنچ کر مسجد میں آپ نے اور صحابہ نے احرام باندھا... لبیک کہتے ہوئے روانہ ہوئے احتیاطاً ہتھیار ساتھ رکھ لئے مگر چونکہ معاہدۂ حدیبیہ میں یہ شرط تھی کہ ہتھیار ساتھ نہ لائیں اس لئے ہتھیار بطن یاجج میں چھوڑ دیئے جو مکہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے اور دو سو آدمیوں کا ایک دستہ ان کی حفاظت کے لئے چھوڑ دیا... اور آپ مع اصحاب کے تلبیہ کہتے ہوئے حرم کی طرف بڑھے...

مکہ میں داخلہ اور عمرہ کی ادائیگی

اس شان سے مکہ میں داخل ہوئے بیت اللہ کا طواف کیا اور سعی بین الصفا والمروہ کر کے ہدی کو قربان فرمایا اور حلال ہو گئے بعد ازاں کچھ لوگوں کو حکم دیا کہ وہ بطن یاجج چلے جائیں اور جو آدمی اسلحہ کی حفاظت کے لئے وہاں چھوڑ دیئے گئے تھے وہ آ کر طواف اور سعی کر لیں اور یہ فرما کر کعبۃ اللہ کے اندر تشریف لے گئے... ظہر تک اندر ہی رہے... آپ کے حکم سے خانہ کعبہ کی چھت پر حضرت بلال نے ظہر کی اذان دی...

قریشی سرداروں کا حسد

قریش نے اگرچہ از روئے معاہدہ آپ کو عمرہ کرنے کی اجازت دے دی لیکن شدید غیظ اور انتہائی حسد کی وجہ سے آپ کو اور آپ کے صحابہ کو دیکھ نہ سکے اس لئے سرداران قریش اور ان کے کبراء و اشراف مکہ مکرمہ چھوڑ کر پہاڑوں میں چلے گئے...

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

عمرہ ادا کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین دن مکہ میں مقیم رہے اور حضرت میمونہ بنت الحارث سے نکاح فرمایا... جب تین دن گزر گئے تو قریش نے چند آدمی آپ کی خدمت میں بھیجے کہ مدت گزر گئی ہے... آپ چلے جائیں... آپ نے

فرمایا اگر تم مہلت دو تو مکہ میں میمونہ بنت الحارث کی عروسی اور دعوت ولیمہ کرلوں...

ان لوگوں نے نہایت ترشروئی سے یہ جواب دیا کہ ہمیں آپ کے ولیمہ اور دعوت کی ضرورت نہیں آپ چلے جائیں...

عروسی' ولیمہ اور مدینہ واپسی

آپ نے فوراً صحابہ کو کوچ کرنے کا حکم دیا اور اپنے غلام ابورافع کو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ کے پاس چھوڑ گئے... وہ ان کو لے کر مقام سرف میں آپ کے پاس لائے... یہاں آپ نے عروسی فرمائی... اور یہاں سے چل کر ماہ ذی الحجہ داخل مدینہ ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی... لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْ یَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ مُحَلِّقِیْنَ رُءُ وْسَكُمْ وَمُقَصِّرِیْنَ لَا تَخَافُوْنَ ط فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِیْبًا

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی

عمرۃ القضاء سے فارغ ہو کر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے روانہ ہونے لگے تو حضرت حمزہ کی چھوٹی صاحب زادی آپ کو چچا چچا پکارتی ہوئیں آپ کے پاس آئیں حضرت علی نے فوراً ان کو اٹھا لیا اب حضرت علی اور حضرت جعفر اور حضرت زید بن حارثہ میں اختلاف ہوا...

ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ میری پرورش میں رہے... حضرت علی نے کہا کہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور میں نے اس کو اٹھا لیا ہے... حضرت جعفر نے کہا میرے چچا کی لڑکی ہے اور اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے... حضرت زید نے کہا کہ میرے اسلامی اور دینی بھائی کی لڑکی ہے...

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا کہ لڑکی اپنی خالہ کے پاس رہے اور یہ ارشاد فرمایا کہ خالہ ماں کی جگہ ہوتی ہے...

خالد بن ولید و عثمان بن طلحہ و عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم کا اسلام لانا مسلمان ہونے کا سال

اسی عرصہ میں اسلام کے مشہور سپہ سالار خالد بن ولید اور عرب کے مشہور عاقل عمرو بن العاص مسلمان ہوئے ان کے زمانہ اسلام میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ صفر ۸ھ میں مشرف باسلام ہوئے اور بعض کہتے ہیں کہ خیبر کے بعد ۷ھ میں مسلمان ہوئے...

یہ امر روایت صحیحہ اور صریحہ سے ثابت ہے کہ غزوۂ حدیبیہ کے وقت خالد بن ولید کفار کی فوج میں تھے اور آئندہ غزوۂ موتہ کے بیان میں بخاری کی روایت سے معلوم ہو جائے گا کہ خالد بن ولید غزوۂ موتہ میں شریک ہوئے اور اخیر میں یہی امیر ہوئے اور انہی کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے فتح دی معلوم ہوا کہ صلح حدیبیہ اور غزوۂ موتہ کے درمیانی مدت میں مسلمان ہوئے ہیں...

خالد بن ولید کے خیالات میں تبدیلی

خالد بن ولید کہتے ہیں کہ جب حق تعالیٰ جل شانہ نے میرے ساتھ خیر کا ارادہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام کی محبت ڈال دی... یکا یک میرے دل میں یہ خیال آیا کہ میں جس لڑائی میں بھی قریش مکہ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں جاتا ہوں اور پھر واپس آتا ہوں واپسی پر میرے دل کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ دل اندر سے یہ کہتا ہے کہ تیری یہ تمام کوشش اور یہ تمام جدوجہد لاحاصل اور بے سود ہے... اور تحقیق محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ضرور غالب ہوں گے...

چنانچہ حدیبیہ کے موقع پر میں مشرکین مکہ کے سواروں میں سے تھا تو میں نے آپ کو مقام عسفان میں دیکھا کہ اپنے اصحاب کو صلوٰۃ الخوف پڑھا رہے ہیں میں نے ارادہ کیا کہ نماز کی حالت میں حضور پر حملہ کروں مگر حضور میرے ارادہ سے مطلع

ہو گئے اور میں حملہ نہ کر سکا.. تو اس وقت میں یہ سمجھ گیا کہ یہ شخص من جانب اللہ مامون اور محفوظ ہے غیب سے اس کی حفاظت ہو رہی ہے میں ناکام واپس ہو گیا...

بھائی کا خط

اور آنحضرت جب قریش سے صلح کر کے واپس ہوئے تو میرے دل میں یہ خیال آیا کہ قریش کی قوت اور طاقت ختم ہوئی اور شاہ حبشہ یعنی نجاشی آپ کا پیرو ہو چکا ہے اور آپ کے اصحاب حبشہ میں امن وامان کے ساتھ رہتے ہیں اب اس کے سوا کیا صورت ہے کہ میں ہرقل شاہ روم کے پاس چلا جاؤں اور وہاں جا کر یہودی یا نصرانی ہو جاؤں اور عجم کے تابع اور ماتحت رہ کر عیب کی زندگی گزاروں اور چند روز اپنے وطن ہی میں رہ کر دیکھوں کہ پردۂ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے اسی خیال میں تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سال آئندہ عمرۃ القضاء کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لائے تو اس وقت میں مکہ سے نکل گیا اور روپوش ہو گیا...

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب عمرہ سے فارغ ہو گئے تو میرا بھائی ولید بن ولید جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا اس نے مجھے تلاش کیا.. مگر میں نہ ملا... بعد ازاں میرے بھائی نے میرے نام اس مضمون کا ایک خط لکھا...

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اما بعد... میں نے اس سے زیادہ کوئی تعجب خیز امر نہیں دیکھا کہ تیری رائے اسلام جیسے پاکیزہ مذہب کے قبول کرنے سے منحرف ہے حالانکہ تیری عقل، تیری عقل ہے (جو معروف ومشہور ہے) اور اسلام جیسے پاکیزہ مذہب سے کسی کا بے خبر رہنا نہایت تعجب خیز ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے تمہارا حال دریافت کیا اور فرمایا کہ خالد کہاں ہے میں نے عرض کیا۔

یا رسول اللہ عنقریب اللہ تعالیٰ اس کو لے کر آئے گا... آپ نے فرمایا کہ تعجب ہے کہ اس جیسا عاقل اسلام جیسے پاکیزہ مذہب سے بے خبر و نادان ہو جائے اور فرمایا کہ

اگر خالد مسلمانوں کے ساتھ مل کر دین حق کی مدد کرتا اور اہل باطل کا مقابلہ کرتا تو یہ اس کے لئے بہتر ہوتا اور ہم اس کو دوسروں پر مقدم رکھتے... پس اے بھائی تجھ سے جو عمدہ مقامات فوت ہو گئے ہیں تو ان کی تلافی اور تدارک کر لے ابھی تدارک کا وقت ہے...

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں
سدا دور دوراں دکھاتا نہیں

خواب

خالد بن ولید کہتے ہیں کہ میرے بھائی کا یہ خط جب میرے پاس پہنچا تو اس خط نے میری رغبت اسلام میں اور زیادہ کر دی اور سفر ہجرت کا ایک خاص نشاط اور انبساط دل میں پیدا ہو گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے بارے میں جو کچھ فرمایا تھا اس نے مجھ کو مسرور کیا اور اسی اثناء میں میں نے ایک خواب دیکھا کہ میں تنگ بلاد میں ہوں جن میں قحط ہے... میں اس قحط اور تنگ علاقہ سے نکل کر سرسبز اور کشادہ شہروں میں چلا گیا ہوں... میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ خاص خواب ہے جو میری تنبیہ کے لئے مجھ کو دکھلایا گیا ہے...

خالد بن ولید عثمان بن طلحہ اور عمرو بن عاص کی مدینہ حاضری

میں مکہ مکرمہ حاضر ہوا اور اسباب سفر مہیا کر کے مدینہ کی طرف چلا اور یہ چاہا کہ کوئی اور بھی میرے ساتھ ہو جائے میں نے صفوان بن امیہ سے ملاقات کی اور کہا کہ تم دیکھتے ہی نہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عرب و عجم پر غلبہ پالیا... اگر ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جائیں اور ان کا اتباع کریں تو یہ ہمارے لئے بہتر ہوگا... محمد کا شرف ہمارا شرف ہوگا... صفوان نے نہایت سختی سے انکار کیا اور یہ کہا کہ اگر روئے زمین پر میرے سوا کوئی بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اتباع سے باقی نہ رہے تو میں جب بھی آپ کا اتباع نہ کروں گا... میں نے اپنے دل میں کہا کہ اس شخص کا باپ اور بھائی بدر میں مارے گئے ہیں اس لئے اس سے کوئی توقع نہیں کی جا سکتی...

بعد ازاں میں عکرمہ بن ابی جہل سے ملا اور جو بات میں نے صفوان سے کہی تھی وہی عکرمہ سے کہی... عکرمہ نے بھی مجھے وہی جواب دیا جو صفوان نے دیا تھا... خالد کہتے ہیں کہ میں اپنے گھر گیا اور اونٹنی کو تیار کیا اور یہ خیال کیا کہ لاؤ عثمان بن طلحہ سے ملاقات کرلوں وہ میرا سچا دوست ہے لیکن مجھ کو اس کے باپ دادا کا قتل ہونا یاد آیا... اور متردد ہوگیا کہ عثمان سے ذکر کروں یا نہ کروں پھر یہ خیال آیا کہ ذکر کرنے میں میرا کیا نقصان ہے میں تو اب جا ہی رہا ہوں... چنانچہ میں نے عثمان بن طلحہ سے وہی امر ذکر کیا کہ جو صفوان سے ذکر کیا تھا... عثمان بن طلحہ نے میرے مشورہ کو قبول کیا اور کہا کہ میں بھی مدینہ چلتا ہوں مقام یاجج میں تم سے مل لوں گا... تم اگر پہلے پہنچ جاؤ تو میرا انتظام کرنا اور اگر میں پہلے پہنچ گیا تو میں تمہارا انتظام کروں گا...

خالد بن ولید کہتے ہیں کہ میں بھی روانہ ہوا اور حسب وعدہ مقام یاجج میں عثمان بن طلحہ مجھے مل گئے... علی الصباح ہم دونوں وہاں سے روانہ ہوئے ہم دونوں جب مقام ہدہ میں پہنچے تو عمرو بن عاص سے ملاقات ہوئی کہ وہ بھی اسلام کے ارادہ سے مدینہ جا رہے ہیں عمرو بن العاص نے ہم کو دیکھ کر مرحبا کہا ہم نے بھی مرحبا کہا اور پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو... کہا کہ اسلام میں داخل ہونے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کے ارادہ سے جا رہا ہوں... ہم نے کہا کہ ہم بھی اسی ارادہ سے نکلے ہیں...

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی

خالد بن ولید کہتے ہیں کہ اس طرح ہم تینوں ساتھ ہو لئے اور مدینہ میں داخل ہوئے اور اپنے سواری کے اونٹ مقام حرہ میں بٹھلائے کسی نے ہماری خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائی... آپ ہماری آمد کی خبر سن کر بہت مسرور ہوئے اور فرمایا کہ مکہ نے اپنے جگر گوشوں کو پھینک دیا ہے... خالد کہتے ہیں کہ میں نے عمدہ کپڑے پہنے اور آپ کی خدمت میں حاضری کے لئے چلا راستہ میں مجھے میرا بھائی ولید آ ملا اور کہا کہ جلدی چلو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہاری آمد کی خبر پہنچ گئی ہے... حضور پرنور تمہاری آمد سے بہت

مسرور ہوئے اور تمہارے منتظر ہیں ... ہم تیزی کے ساتھ چلے اور حضور پرنور کی خدمت میں حاضر ہوئے ... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیکھ کر مسکرائے میں نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ آپ نے نہایت خندہ پیشانی سے میرے سلام کا جواب دیا میں نے عرض کیا اشهد ان لا اله الا الله و ان محمدا رسول الله

سابقہ خطاؤں کی معافی

آپ نے ارشاد فرمایا قریب ہو جاؤ اور یہ فرمایا... ''حمد ہے اس ذات پاک کی جس نے تجھے اسلام کی توفیق دی میں دیکھتا تھا کہ تجھ میں عقل ہے اور امید کرتا تھا کہ وہ عقل تجھ کو خیر اور بھلائی کی طرف تیری رہنمائی کرے گی''...

خالد کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ آپ دیکھتے تھے کہ مقامات جنگ میں آپ کے اور حق کے مقابلہ میں حاضر ہوتا تھا (جس سے میں شرمندہ اور نادم ہوں) اس لئے آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میری ان تمام خطاؤں کو معاف کر دے... آپ نے ارشاد فرمایا...

''اسلام ان تمام امور کا خاتمہ کر دیتا ہے جو اس سے پہلے ہو چکے ہیں''...

میں نے پھر یہی درخواست کی تو آپ نے میرے لئے یہ دعا فرمائی...

''اے اللہ تو خالد بن ولید کی ان تمام خطاؤں کو معاف کر دے جو خالد نے خدا تعالیٰ کی راہ سے روکنے کے لئے کی ہیں... خالد کہتے ہیں کہ میرے بعد عثمان بن طلحہ اور عمرو بن العاص آگے بڑھے اور حضور پرنور کے دست مبارک پر بیعت کی...

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی کیفیت

عمرو بن العاص کہتے ہیں کہ حضور پرنور کی خدمت میں حاضر ہونے کے بعد پہلے خالد بن ولید نے بیعت کی اور پھر عثمان بن طلحہ نے بیعت کی... پھر میں بیعت کے لئے آگے بڑھا مگر اس وقت میری حالت یہ تھی...

خدا کی قسم میں حضور کے سامنے بیٹھ تو گیا مگر شرم اور ندامت کی وجہ سے آپ کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ نہیں سکتا تھا... عمرو کہتے ہیں کہ بالآخر میں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی اور عرض کیا کہ اس شرط پر بیعت کرتا ہوں کہ میری تمام گذشتہ خطائیں اور قصور معاف کر دیئے جائیں عمرو کہتے ہیں کہ اس وقت یہ خیال نہ آیا کہ یہ بھی عرض کر دیتا کہ میرے آئندہ اور پچھلے قصور میں معاف کر دیئے ہیں...

آپ نے ارشاد فرمایا کہ اسلام ان تمام گناہوں کو منہدم کر دیتا ہے کہ جو اسلام سے پہلے کفر کی حالت میں کیئے گئے ہیں اور اسی طرح ہجرت بھی تمام گذشتہ گناہوں کو منہدم کر دیتی ہے...

کعبۃ اللہ کی چابی

خطبہ سے فارغ ہو کر آپ مسجد میں بیٹھ گئے اور بیت اللہ کی کنجی آپ کے ہاتھ میں تھی... حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ یہ کنجی ہم کو عطا فرما دیجئے تا کہ زمزم کا پانی پلانے کے ساتھ بیت اللہ کی دربانی کا شرف بھی ہم کو حاصل ہو جائے اس پر یہ آیت نازل ہوئی...

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا (نساء، آیۃ :۵۸)

تحقیق اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں پہنچا دو امانت والوں کو...

آپ نے عثمان بن طلحہ کو بلا کر کنجی مرحمت فرمائی اور یہ فرمایا کہ یہ کنجی ہمیشہ کے لئے لے لو... (یعنی ہمیشہ تمہارے ہی خاندان میں رہے گی)

میں نے خود نہیں دی بلکہ اللہ نے تم کو دلائی ہے... سوائے ظالم اور غاصب کے کوئی تم سے نہ چھین سکے گا...

بیت اللہ کی چھت پر ظہر کی اذان

ظہر کی نماز کا وقت آیا تو آپ نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ بام کعبہ پر چڑھ کر اذان دیں...

قریش مکہ دین حق کی فتح مبین کا یہ عجیب و غریب منظر پہاڑوں کی چوٹیوں سے دیکھ رہے تھے...

اور جو سرداران قریش کفر وشرک کی ذلت اور دین برحق کی عزت کا یہ منظر نہ دیکھ سکے وہ روپوش ہو گئے... ابوسفیان اور عتاب و خالد پسران اسید اور حارث بن ہشام (جو بعد میں مسلمان ہو گئے) اور دیگر سرداران قریش صحن کعبہ میں بیٹھے ہوئے تھے... عتاب اور خالد نے کہا کہ اللہ نے ہمارے باپ کی بڑی عزت رکھ لی کہ اس آواز کے سننے سے پہلے ہی ان کو دنیا سے اٹھالیا... حارث نے کہا خدا کی قسم اگر مجھ کو یہ یقین ہو جاتا کہ آپ حق پر ہیں تو ضرور آپ کا اتباع کرتا... ابوسفیان نے کہا میں کچھ نہیں کہتا... اگر میں نے کوئی لفظ اپنی زبان سے نکالا تو یہ سنگریزے آپ کو خبر دے دیں گے... آپ کو بذریعہ وحی کے اطلاع ہوگئی جب آپ ادھر سے گزرے تو ان لوگوں سے فرمایا کہ جو کچھ تم نے کہا مجھے اس کی اطلاع ہوگئی ہے اور انہوں نے جو گفتگو کی تھی وہ سب بیان فرمادی... حارث اور عتاب نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں... اس لئے کہ ہم میں سے تو کسی نے آپ کو اس امر کی اطلاع نہیں دی... (معلوم ہوا کہ اللہ ہی نے بذریعہ وحی کے اپنے رسول کو ہماری ان باتوں کی خبر دی ہے)

ایک ہذیلی کے قتل پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب

ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ فتح مکہ کے دوسرے دن ایک خزاعی نے ایک ہذیلی مشرک کو مار ڈالا... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کا علم ہوا تو صحابہ کو جمع کر کے کوہ صفا پر کھڑے ہو کر یہ خطبہ دیا...

اے لوگو بے شک اللہ تعالیٰ نے جس روز آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اسی دن مکہ کو حرام اور محترم پیدا کیا... پس وہ قیامت تک حرام اور محترم رہے گا... پس کسی شخص کے لئے جو اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو یہ جائز نہیں کہ مکہ میں کوئی خون بہائے اور

نہ کسی کے لئے کسی درخت کا کاٹنا جائز ہے...مکہ نہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال ہوا اور نہ میرے بعد کسی کے لئے حلال ہوگا...اور میرے لئے بھی صرف اسی ساعت اور اسی گھڑی کے لئے حلال کیا گیا...اہل مکہ کی نافرمانی پر اور ناراضی کی وجہ سے اور آگاہ ہو جاؤ کہ اس کی حرمت پھر ویسی ہی ہوگئی جیسا کہ کل تھی...

پس تم میں سے جو حاضر ہے وہ میرا یہ پیام ان لوگوں تک پہنچا دے کہ جو غائب ہیں پس تم میں سے جو شخص یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں قتال کیا تو تم اس سے یہ کہہ دینا کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے صرف اپنے رسول کے لئے مکہ کو کچھ وقت کے لئے حلال کر دیا اور تمہارے لئے حلال نہیں کیا...اے گروہ خزاعہ قتل سے اپنے ہاتھوں کو اٹھاؤ تم نے ایک شخص کو مار ڈالا جس کی دیت (خوںبہا) میں دوں گا جو شخص آج کے بعد کسی کو قتل کرے گا مقتول کے گھر والوں کو دو باتوں میں سے ایک بات کا اختیار ہوگا یا تو خون کے بدلے قاتل کا خون لے لیں یا مقتول کی دیت (خوںبہا) لے لیں...

بعد ازاں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس سے سو اونٹ اس شخص کی دیت ادا فرمائی جس کو خزاعہ نے قتل کیا تھا...

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی بہن کا واقعہ

انہیں اسیران جنگ میں آپ کی رضاعی بہن حضرت شیماء بھی تھیں...لوگوں نے جب ان کو گرفتار کیا تو انہوں نے کہا میں تمہارے پیغمبر کی بہن ہوں...لوگ تصدیق کے لئے آپ کی خدمت میں لے کر آئے... شیماء نے کہا اے محمد میں تمہاری بہن ہوں اور علامت بتلائی کہ لڑکپن میں ایک مرتبہ تم نے دانت سے کاٹا تھا جس کا یہ نشان موجود ہے...آپ نے پہچان لیا اور مرحبا کہا اور بیٹھنے کے لئے چادر بچھا دی اور فرط مسرت سے آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا اگر تم میرے پاس رہنا چاہو تو نہایت عزت و احترام کے ساتھ تم کو رکھوں گا اور اگر اپنے قبیلہ میں

جانا چاہو تو تم کو اختیار ہے... شیما نے کہا میں اپنی قوم میں جانا چاہتی ہوں اور مسلمان ہو گئی... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چلتے وقت ان کو کچھ اونٹ اور بکریاں اور تین غلام اور ایک باندی عطا فرمائی...

فوج در فوج قبائل عرب کا اسلام لانا

عرب میں سب سے بڑا قبیلہ قریش کا تھا... جس کی سرداری مسلم تھی... قریش کی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں ہونے سے کسی کو انکار نہ تھا... فہم وفراست سخاوت وشجاعت میں مشہور تھے... بیت اللہ اور بلد حرام کے مجاور تھے... مگر اسلام کی مخالفت اور عداوت پر کمر بستہ تھے... قبائل عرب کی نظریں قریش پر لگی ہوئی تھیں کہ دیکھئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کیسے نپٹتی ہے...

قریش کے نوجوانوں نے تو ابتداہی میں اسلام قبول کر لیا تھا اور کرتے رہے مگر بوڑھے باقی تھے... جب مکہ فتح ہو گیا اور بوڑھوں نے بھی اسلام کی اطاعت قبول کر لی تو اس وقت عرب کو معلوم ہو گیا کہ دین اسلام دین الٰہی ہے... ضرور تمام عالم میں پھیل کر رہے گا... اور کوئی قوت اس کی مخالفت میں کامیاب نہیں ہوسکتی اس لئے مکہ فتح ہوتے ہی ہر طرف سے سفارتیں آنے لگیں اور ہر قبیلہ کے وکلاء اور وفود بارگاہ رسالت میں حاضر ہونے لگے... اسلام کی حقیقت معلوم کرتے خود بھی مشرف باسلام ہوتے اور اپنی ساری قوم کے مسلمان کرنے کا وعدہ کر کے واپس ہوتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے...

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ... اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا جب اللہ کی نصرت اور فتح آجائے اور آپ لوگوں کو اللہ کے دین میں داخل ہوتا ہوا جوق در جوق دیکھ لیں تو تسبیح اور تحمید اور استغفار میں مشغول ہو جایئے... اللہ تعالیٰ بڑا توجہ فرمانے والا ہے...

وفود کی ابتداء تو ۸ھ کے اخیر ہی سے ہوگئی تھی لیکن زیادہ تسلسل ۸ھ اور ۱۰ھ میں رہا... اس لئے ان دونوں سالوں کو عام الوفود کہا جاتا ہے... ابن سعد اور دمیاطی اور مغلطائی اور عراقی نے وفود کی تعداد ساٹھ سے کچھ زیادہ بیان کی ہے مگر علامہ قسطلانی نے مواہب میں پینتیس وفود کا ذکر کیا ہے...

ایک نوجوان کے لئے دعا

چلتے وقت پوچھا کہ تم میں سے کوئی باقی تو نہیں رہ گیا... انہوں نے کہا ایک نوجوان لڑکا رہ گیا ہے... جس کو ہم نے سامان کی حفاظت کے لئے چھوڑ دیا تھا... آپ نے فرمایا اس کو بلاؤ... وہ حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے میرے قبیلہ کے لوگوں کی حاجتیں پوری فرمائیں ایک میری حاجت ہے... آپ نے فرمایا وہ کیا ہے...

اس نوجوان نے کہا کہ میں فقط اس لئے گھر سے نکلا ہوں کہ آپ میرے لئے خدا تعالیٰ سے یہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرمائے اور مجھ پر رحم کرے اور میرے دل کو غنی بنادے... آپ نے دعا فرمائی...

اللھم اغفرله' و ارحمه و اجعل غناه فی قلبه

اے اللہ اس کو بخش دے اور اس پر رحم فرما اور اس کے دل کو غنی بنا اور اس کے بعد اس نوجوان کے لئے بھی انعام و اکرام کا حکم دیا...

دُعا کا اثر

۱۰ھ میں جب اس قبیلہ کے لوگ حج کے لئے آئے اور منیٰ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے تو آپ نے اس نوجوان کا حال دریافت فرمایا... لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کے زہد اور قناعت کا عجب حال ہے...

ہم نے اس سے بڑھ کر زاہد اور قانع نہیں دیکھا... کتنا ہی مال و دولت اس کے سامنے تقسیم ہوتا ہو مگر وہ کبھی نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا... وفات کے بعد جب اہل یمن

اسلام سے پھرنے لگے تو اس نوجوان نے لوگوں میں وعظ کیا جس سے سب اسلام پر قائم رہے اور بحمد اللہ کوئی شخص اسلام سے نہیں پھرا... صدیق اکبر آنے جانے والوں سے ان کا حال دریافت کرتے رہتے تھے... یہاں تک جب اس واقعہ کی اطلاع پہنچی تو زیاد بن ولید کو لکھ کر بھیجا کہ اس نوجوان کا خاص طور پر سے خیال رکھیں...

وفات حسرت آیات

سفر آخرت کی تیاری

حجۃ الوداع سے واپسی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر آخرت کی تیاری شروع فرمادی اور تسبیح و تحمید اور توبہ اور استغفار میں مشغول ہو گئے...

قرب وصال کی پہلی علامت

سب سے پہلے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی وفات کا قریب آ جانا منکشف ہوا وہ حق جل شانہ کا یہ ارشاد ہے...

بسم اللہ الرحمن الرحیم... اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ وَرَاَيۡتَ النَّاسَ يَدۡخُلُوۡنَ فِىۡ دِيۡنِ اللّٰهِ اَفۡوَاجًا فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ وَاسۡتَغۡفِرۡهُ... اِنَّهٗ کَانَ تَوَّابًا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم... جب اللہ کی نصرت اور فتح آ جائے اور آپ لوگوں کو دیکھیں کہ اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہو رہے ہیں تو اب اللہ کی تسبیح و تحمید اور استغفار میں مشغول ہو جایئے تحقیق اللہ بڑا توجہ فرمانے والا ہے...

یعنی جب فتح و نصرت آ چکی جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا اور کفر اور شرک کا سر کچل دیا گیا اور توحید کا علم سربلند ہوا اور حق کو باطل کے مقابلہ میں فتح مبین حاصل ہوئی اور لوگ فوج کی فوج دین مبین میں داخل ہو گئے اور دنیا کو اللہ کا پیغام پہنچ گیا اور دین کی تکمیل ہو گئی تو آپ کے دنیا میں بھیجنے کا جو مقصد تھا وہ پورا ہو گیا اور آپ کا جو کام تھا وہ کر چکے... اب ہمارے پاس آنے کی تیاری کیجئے... بیت اللہ کا حج (زیارت) کر چکے اب رب البیت کے

حج (زیارت) کی تیاری کیجئے... خداتعالیٰ نے آپ کو جس کام کے لئے دنیا میں بھیجا تھا وہ کام ختم ہو گیا جس نے آپ کو دنیا میں بھیجا تھا اب اس کے پاس واپس ہو جایئے اور اس کے پاس جانے کی تیاری کیجئے یہ عالم فانی آپ کے رہنے کی جگہ نہیں آپ جیسی ارواح مقدسہ کے لئے ملاءِ اعلیٰ اور رفیق اعلیٰ کا لحوق اور اتصال مناسب ہے...

چنانچہ آپ اٹھتے اور بیٹھتے اور آتے جاتے یہ پڑھتے تھے...

سبحٰنک اللهم ربنا و بحمدک اللهم اغفرلی و تب علی انک انت التواب الرحیم اور کبھی **سبحان الله و بحمده استغفرالله و اتوب الیه** پڑھتے اور کبھی یہ پڑھتے... **سبحانک اللهم و بحمدک استغفرک و اتوب الیک**

قرب وصال کی دوسری نشانی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ سے ایک بار فرمایا کہ جبرئیل امین ہر رمضان میں میرے ساتھ قرآن کریم کا صرف ایک مرتبہ دور کیا کرتے تھے لیکن اس رمضان میں دو مرتبہ دور فرمایا... میں گمان کرتا ہوں کہ میری روانگی کا وقت قریب آ گیا ہے... ہر سال آپ رمضان المبارک میں ایک عشرہ کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے مگر اس سال آپ نے بیس دن کا اعتکاف فرمایا...

تیسرا اشارہ

حجۃ الوداع میں جب یہ آیت **اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ** الخ نازل ہوئی تو آپ اشارۂ خداوندی کو سمجھ گئے...

اس لئے حجۃ الوداع کے خطبہ میں اعلان فرمایا کہ شاید اب اس کے بعد تم سے ملنا نہ ہو اور شاید پھر تمہارے ساتھ حج نہ کر سکوں اور پھر غدیر خم کے خطبہ میں فرمایا کہ میں بشر ہوں... (اور بشر کے لئے خلود و دوام نہیں... **وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد**) شاید عنقریب میرے رب کا قاصد مجھے بلانے اور لینے کے لئے آ جائے...

صحابہ رضی اللہ عنہم سے خطاب

اسی بناء پر حجۃ الوداع سے واپسی کے بعد ایک دن آپ جنت البقیع میں تشریف لے گئے اور آٹھ سال کے بعد شہداء احد پر نماز جنازہ پڑھی اوران کے لئے دعاء خیر فرمائی جیسا کوئی کسی سے رخصت ہوتا ہے...

بقیع سے واپس آ کر مسجد میں منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور خطبہ دیا کہ میں تم سے پہلے جا رہا ہوں تا کہ تمہارے لئے حوض وغیرہ کا انتظام کروں اور میرا تم سے حوض کوثر پر ملنے کا وعدہ ہے اور میں اپنے اسی مقام پر حوض کوثر کو دیکھ رہا ہوں اور تحقیق مجھ کو زمین کے خزانوں کی کنجیاں دے دی گئی ہیں اور مجھ کو اپنے بعد اس کا اندیشہ نہیں کہ تم (مجموعی طور پر) سب کے سب شرک میں مبتلا ہو جاؤ گے...

یعنی پہلے کی طرح پوری قوم مشرک بن جائے... یہ اندیشہ نہیں البتہ خوف یہ ہے کہ تم دنیا کی حرص اور طمع اور باہمی تنافس (مقابلہ) میں مبتلا ہو جاؤ گے اور آپس میں لڑو گے اور ہلاک ہو گے...

علالت کی ابتداء

ماہ صفر کے اخیر عشرہ میں آپ ایک بار شب کو اٹھے اور اپنے غلام ابومویہبہ کو جگایا اور فرمایا کہ مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ اہل بقیع کے لئے استغفار کروں... وہاں سے واپس تشریف لائے تو دفعۃً مزاج ناساز ہو گیا' سر میں درد اور بخار کی شکایت پیدا ہو گئی...

یہ ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی باری کا دن تھا اور بدھ کا روز تھا... اسی حالت میں آپ باری باری ازواج مطہرات کے یہاں تشریف لے جاتے رہے...

مرض کی شدت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں منتقل ہونا

جب مرض میں شدت ہوئی تو ازواج مطہرات سے اجازت لے کر حضرت عائشہ کے یہاں تشریف لے آئے... پیر کے روز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ

میں منتقل ہوئے اور آئندہ پیر کو حضرت عائشہ ہی کے حجرہ میں رحلت فرمائی... عالم آخرت کی طرف روانہ ہوئے... تیرہ یا چودہ روز آپ علیل رہے... جس میں سے آخری ہفتہ کی تیمارداری حضرت عائشہ صدیقہ کے حصہ میں آئی...

جھوٹے مدعیان کی سرکوبی کا حکم فرمانا

اثنائے علالت میں آپ کو اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب اور طلیحہ اسدی مدعیان نبوت اور لوگوں کے مرتد ہونے کی خبر معلوم ہوئی... آپ نے مرتدین سے جہاد کی وصیت اور تاکید فرمائی اور اسود عنسی کی سرزنش کے لئے انصار کی ایک جماعت روانہ فرمائی... آپ کی وفات سے ایک روز پیشتر اسود عنسی قتل کیا گیا...

دوران علالت کی بعض تفصیلات

صحیح بخاری میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ مرض الوفات میں یہ فرماتے تھے کہ یہ اسی زہر کا اثر ہے جو میں نے خیبر میں کھایا تھا...

بخاری کی دوسری روایت میں ہے کہ آپ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب بیمار ہوتے تو معوذات یعنی سورۂ اخلاص اور سورۂ فلق اور سورۂ ناس پڑھ کر اپنے اوپر دم کرتے اور پھر اپنا ہاتھ تمام بدن پر پھیر لیتے... عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ میں آپ کی آخری علالت میں معوذات پڑھ کر آپ پر دم کرتی مگر برکت کے لئے آپ ہی کا دست مبارک آپ کے بدن پر پھیر دیتی...

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے خصوصی گفتگو

اسی بیماری میں آپ نے حضرت فاطمہ کو بلایا اور سرگوشی کی... حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رو پڑیں اس کے بعد کچھ اور سرگوشی کی تو ہنس پڑیں... عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ہم نے آپ کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ سے اس کا سبب دریافت کیا تو یہ کہا کہ اول آپ نے مجھ سے یہ فرمایا کہ جبرئیل مجھ سے ہر سال رمضان میں

قرآن کا ایک مرتبہ دور کیا کرتے تھے...اس سال دو مرتبہ دور کیا میرا خیال ہے کہ اسی بیماری میں میری وفات ہوگی... یہ سن کر میں رو پڑی بعد ازاں آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ میرے گھر والوں میں تو سب سے پہلے مجھ سے آ ملے گی... یہ سن کر میں ہنس پڑی... چنانچہ چھ ماہ بعد ہی حضرت سیدہ اس عالم سے رحلت فرما گئیں...ایک روایت میں ہے کہ آپ نے دوسری بار یہ فرمایا کہ تو بہشت کی تمام عورتوں کی سردار ہوگی...

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے گفتگو

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بقیع سے تشریف لائے تو میرے سر میں درد تھا تو اس حالت میں میری زبان سے یہ لفظ نکلا... وار أساه... ہائے میرے سر...کہ تو اب چلا یعنی شاید اس تکلیف میں موت آ جائے...آپ نے فرمایا... بل انااقول وار اساه' بلکہ میں کہتا ہوں کہ ہائے میرا سر...مطلب یہ تھا کہ میرے سر میں شدید درد ہے شاید یہی درد میری موت کا پیش خیمہ ہو اور اس کے بعد فرمایا اے عائشہ اگر تو مجھ سے پہلے مر جائے تو میرا کیا نقصان ہے۔

میں تیرے کفن اور دفن کا انتظام کروں گا اور تیری نماز جنازہ پڑھوں گا اور تیرے لئے دعا مغفرت کروں گا... عائشہ صدیقہ نے (بطور ناز) فرمایا گویا کہ میری موت چاہتے ہیں کہ اگر میں اس جہاں سے رخصت ہوگئی تو آپ اسی روز میرے ہی گھر میں کسی اور زوجہ کے ساتھ آرام کرنے والے ہوں گے... مطلب یہ تھا کہ میرے مرنے کے بعد آپ مجھے بھول جائیں گے اور دوسری بیبیوں میں مشغول ہو جائیں گے... آپ یہ سن کر مسکرائے (کہ یہ غافلات المومنات میں سے ہے' اسے خبر نہیں کہ میں ہی دنیا سے جا رہا ہوں اور یہ میرے بعد زندہ رہے گی)

وصیت نامہ کی تحریر کا ارادہ

وفات سے چار یوم پیشتر بروز جمعرات جب مرض میں شدت ہوئی تو جو لوگ حجرۂ نبوی میں حاضر تھے ان سے فرمایا کاغذ قلم دوات لے آؤ تا کہ تمہارے لئے ایک

وصیت نامہ لکھوا دوں... اس کے بعد تم گمراہ نہ ہوگے... یہ سن کر اہل مجلس اختلاف کرنے لگے... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ بیمار ہیں... درد کی شدت ہے ایسی حالت میں تکلیف دینا مناسب نہیں... کتاب اللہ ہمارے پاس ہے (جو ہم کو گمراہی سے بچانے کے لئے) کافی ہے...

بعض نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تائید کی اور بعض نے کہا کہ دوات قلم لا کر لکھوالینا چاہئے... اور یہ کہا اھجر استفھموہ کیا آپ نے بیماری کی شدت اور غفلت اور بیہوشی کی حالت میں معاذ اللہ کوئی لغو اور ہذیان کی بات کہی ہے خود آپ سے دریافت کرلو... یعنی آپ اللہ کے نبی ورسول ہیں... آپ کی زبان اور دل خطا اور غلط سے معصوم اور مامون ہے...

معاذ اللہ اوروں کی طرح نہیں کہ جو بیماری کی حالت میں واہی تباہی بولنے لگتے ہیں... حدیث میں ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے... اس زبان سے (کسی حالت میں) سوائے حق کے کچھ نہیں نکلتا...

یہ جملہ (اھجر استفھموہ) حضرت عمر کا مقولہ نہیں بلکہ ان لوگوں کا ہے جن کی رائے حضرت عمر کے خلاف تھی... حضرت عمر کی رائے یہ تھی کہ حضور پرنور کو لکھنے کی تکلیف نہ دی جائے اور بعض لوگ جن کی رائے یہ تھی کہ دوات قلم لا کر لکھوالیا جائے ان لوگوں نے حضرت عمر کے جواب میں یہ کہا اھجر استفھموہ... اور مطلب یہ تھا کہ جب حضور پرنور حکم دے رہے ہیں تو کیوں نہ لکھوالیا جائے... معاذ اللہ حضور پرنور کی زبان مبارک سے کسی ہذیان یا لغویات کا نکلنا ناممکن ہے اسی وجہ سے ان لوگوں نے اہجر بطور استفہام انکاری الزاماً کہا.. خود اس کے قائل نہ تھے اور جن روایتوں میں یہ جملہ بغیر حرف استفہام کے آیا ہے وہ بھی استفہام پر محمول ہیں اور حرف استفہام وہاں مقدر ہے...

مجلس میں جب اختلاف زیادہ ہوا اور شور و شغب ہونے لگا تو آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس سے اٹھ جاؤ مجھ کو میرے حال پر چھوڑ دو... میں جس حالت میں ہوں وہ بہتر ہے اس سے کہ جس کی طرف تم مجھ کو بلا رہے ہوے...

زبانی وصیت

بعدازاں باوجود اس تکلیف کے آپ نے لوگوں کو تین چیزوں کی زبانی وصیت فرمائی

(۱) مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو یعنی جزیرہ عرب میں کوئی مشرک رہنے نہ پائے

(۲) وفود کو رخصت کے وقت ہدیہ و تحفہ دیا کرو جس طرح میں انکو دیا کرتا تھا...

(۳) تیسری بات سے آپ نے سکوت فرمایا یا راوی بھول گیا (بخاری و مسلم)

بعض کہتے ہیں کہ تیسری بات یہ تھی کہ قرآن پر عمل کرنا یا جیش اسامہ کو روانہ کرنا... یا میرے بعد میری قبر کو بت اور سجدہ گاہ نہ بنانا... یا یہ کہ نماز کی پابندی کرنا اور غلاموں کا خیال رکھنا...

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت

بخاری اور مسلم میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس بیماری کی حالت میں) یہ فرمایا کہ میرا ارادہ ہوا تھا ابوبکر اور ان کے فرزند (عبدالرحمٰن) کو بلانے کے لئے کسی کو بھیج دوں اور ان کو وصیت کر دوں اور ان کو اپنا ولی عہد بنا دوں تاکہ کہنے والے کچھ کہہ نہ سکیں اور تمنا کرنے والے کچھ تمنا نہ کر سکیں لیکن پھر میں نے اپنا یہ ارادہ فسخ کر دیا اور یہ کہا کہ وصیت کی ضرورت نہیں... اللہ تعالیٰ انکار کرے گا کہ سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کوئی اور خلیفہ ہو اور اہل ایمان بھی سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اور کسی کی خلافت کو قبول نہیں کریں گے...

ان احادیث سے صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دلی منشا یہ تھا کہ آپ کے بعد ابوبکر خلیفہ ہوں... لیکن آپ نے قضاء و قدر اور اجماع پر چھوڑ دیا کہ قضاء و قدر سے یہی ہوگا کہ ابوبکر ہی خلیفہ ہوں گے اور مسلمانوں کے اہل حل و عقد کے اجماع اور اتفاق سے ان کی خلافت منعقد ہوگی اور سب مسلمان انہی کی خلافت

پر متفق ہوں گے امام بخاری رحمہ اللہ کے کلام سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے کہ اس حدیث سے صدیق اکبر کی خلافت لکھوانا مراد ہے... اس لئے کہ امام بخاری نے کتاب الاحکام میں اس حدیث پر جو ترجمہ رکھا وہ یہ ہے' باب الاستخلاف معلوم ہوا کہ اس حدیث سے اشارہ خلافت کی طرف ہے...

آخری خطبہ

جس مجلس مین قرطاس کا واقعہ پیش آیا اور لوگوں کے اختلاف اور شور کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما دیا کہ میرے پاس سے اٹھ جاؤ پیغمبر خدا کے سامنے اختلاف اور شور مناسب نہیں لوگ اٹھ کر چلے گئے...

لوگوں کے چلے جانے کے بعد آپ نے آرام فرمایا ظہر کی نماز کے وقت جب طبیعت کو کچھ سکون ہوا اور مرض کی شدت میں کچھ افاقہ ہوا تو یہ ارشاد فرمایا کہ سات مشکیں پانی کی میرے سر پر ڈالو شاید کچھ سکون ہو... اور میں لوگوں کو وصیت کر سکوں... چنانچہ حسب الحکم آپ پر پانی کی سات مشکیں ڈالی گئیں... اسی طرح غسل سے آپ کو ایک گونہ سکون ہوا اور آپ حضرت عباس اور حضرت علی کے سہارا سے مسجد تشریف لائے اور نماز پڑھائی... یہ ظہر کی نماز تھی اور بعد ازاں آپ نے خطبہ دیا اور یہ آپ کا آخری خطبہ تھا...

آپ نماز سے فارغ ہو کر منبر پر رونق افروز ہوئے حق جل شانہ کی حمد وثناء کے بعد سب سے پہلے اصحاب احد کا ذکر فرمایا اور ان کے لئے دعا مغفرت کی... پھر مہاجرین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم زیادہ ہوں گے اور انصار کم ہوں گے... دیکھو انصار نے مجھ کو ٹھکانہ دیا ان میں سے جو محسن اور نیکوکار ہو اس کے ساتھ احسان کرنا اور ان میں سے جو غلطی کر گزرے تم اس سے درگزر کرنا...

پھر فرمایا... اے لوگو اللہ نے اپنے ایک بندہ کو اختیار دیا ہے کہ خواہ دنیا کی نعمتوں کو اختیار کرے یا خدا کے پاس کی نعمتوں یعنی آخرت کو اختیار کرے... لیکن اس بندہ

نے خدا کے پاس کی نعمتوں کو یعنی آخرت کو اختیار کر لیا... ابوبکر چونکہ سب سے زیادہ علم والے تھے اس لئے سمجھ گئے کہ اس بندہ سے حضور پر نور ہی مراد ہیں... سنتے ہی رو پڑے اور کہنے لگے یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں...

آپ نے فرمایا اے ابوبکر ٹھہرو اور قرار پکڑو... پھر مسجد کی طرف لوگوں کے جتنے دروازے کھلے ہوئے تھے ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ سب دروازے بند کر دئے جائیں... صرف ایک ابوبکر کا دروازہ کھلا رہنے دیا جائے جان و مال صحبت و رفاقت کے اعتبار سے سب سے زیادہ احسان کرنے والا مجھ پر ابوبکر ہے... ابوبکر سے بڑھ کر میرا کوئی محسن نہیں... جس جس نے میرے ساتھ کوئی احسان کیا میں نے اس کی مکافات کر دی سوائے ابوبکر کے کہ اس کے احسانات کا بدلہ اور صلہ اللہ ہی اس کو قیامت کے دن دے گا... اگر میں اپنے پروردگار کے سوا کسی کو اپنا جانی دوست بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن ان سے اسلامی اخوت اور مودت ہے...

جس میں وہ سب سے افضل اور برتر ہیں اور اس اخوت اور مودت میں کوئی دوسرا انکا ہمسر نہیں...

پھر اسی خطبہ میں یہ فرمایا کہ جیش اسامہ کو جلدی روانہ کرو اور فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ بعض لوگ (ابن سعد کہتے ہیں کہ یہ منافقین تھے) اسامہ کی امارت اور سرداری پر معترض ہیں کہ بوڑھوں کے ہوتے ہوئے نوجوان کو یہ منصب کیوں عطا کیا گیا...

آگاہ ہو جاؤ کہ انہی لوگوں نے اس سے پہلے اس کے باپ (زید) کی امارت اور اس کی سرداری پر بھی اعتراض کیا تھا... خدا کی قسم اس کا باپ زید بھی امارت اور سرداری کا اہل تھا اور اس کے بعد اس کا بیٹا اسامہ بھی امارت کا اہل ہے اور میرے نزدیک محبوب ترین لوگوں میں سے ہے...

اور یہ فرمایا کہ لعنت ہو اللہ کی یہود اور نصاریٰ پر جنہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا... مقصود آپ کا اپنی امت کو آگاہ اور خبردار کرنا تھا کہ تم

یہود ونصاریٰ کی طرح میری قبر کو سجدہ گاہ نہ بنانا...

اور فرمایا' اے لوگو مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم اپنے نبی کی موت سے خوف زدہ ہو کیا کوئی نبی مجھ سے پہلے اپنی امت میں ہمیشہ رہا ہے جو میں تم میں ہمیشہ رہوں...

آ گاہ ہو جاؤ کہ میں خدا سے ملنے والا ہوں اور آ گاہ ہو جاؤ کہ تم بھی خدا سے ملنے والے ہو... میں تمام مسلمانوں کو وصیت کرتا ہوں کہ مہاجرین اولین کے ساتھ خیر اور بھلائی کا معاملہ کریں اور مہاجرین اولین کو وصیت کرتا ہوں کہ تقویٰ اور عمل صالح پر قائم رہیں کیونکہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے... وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ

اے مسلمانو میں تمہیں انصار کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ ان کے ساتھ خیر اور حسن سلوک کا معاملہ کرنا... انصار نے اسلام اور ایمان کو ٹھکانہ دیا... اور مکانوں اور زمینوں اور باغوں اور پھلوں میں تم کو اپنا شریک بنایا اور باوجود فقر وفاقہ کے تم کو اپنے نفسوں پر ترجیح دی...

اور فرمایا کہ آ گاہ ہو جاؤ میں تم سے پہلے جا رہا ہوں اور تم بھی مجھ سے آ کر ملو گے حوض کوثر پر ملنے کا وعدہ ہے... اس کے بعد منبر پر اتر آئے اور حجرہ مبارکہ میں تشریف لے گئے

آخری نماز جو مسجد شریف میں پڑھائی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں جب تک طاقت رہی اس وقت تک آپ برابر مسجد میں تشریف لاتے رہے اور نماز پڑھاتے رہے... سب سے آخری نماز جو آپ نے پڑھائی وہ جمعرات کی مغرب کی نماز تھی جس کے چار روز بعد' بروز سوموار آپ کا وصال ہو گیا... صحیح بخاری میں ام فضل رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو مغرب کی نماز پڑھائی... جس میں والمرسلات پڑھی اس کے بعد آپ نے ہم کو کوئی نماز نہیں پڑھائی... یہاں تک کہ آپ کی وفات ہو گئی...

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امامت کا حکم

جب عشاء کا وقت آیا تو دریافت فرمایا کہ کیا لوگ نماز پڑھ چکے ہیں عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ لوگ آپ کے منتظر ہیں... آپ نے کئی بار اٹھنے کا قصد فرمایا مگر مرض کی شدت کی وجہ سے بے ہوش ہو ہو جاتے تھے... اخیر میں فرمایا کہ ابوبکر کو میری طرف سے حکم دو کہ وہ نماز پڑھائیں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ ابوبکر بہت رقیق القلب ہیں یعنی نرم دل ہیں جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو (ان پر ایسی رقت طاری ہوگی کہ) لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکیں گے اور گریہ وزاری کی وجہ سے لوگوں کو اپنی قرات نہیں سنا سکیں گے... لہٰذا آپ عمر کو نماز پڑھانے کے لئے کہہ دیں... حضرت عائشہ نے ظاہر تو یہ کیا مگر دل میں یہ تھا کہ جو شخص آپ کی جگہ کھڑا ہوگا لوگ اس کو منحوس سمجھیں گے' اس لئے آپ نے خفا ہو کر فرمایا کہ تم یوسف کے ساتھ والیاں ہو (کہ زبان پر کچھ ہے اور دل میں کچھ ہے) ابوبکر کو حکم دو کہ وہی نماز پڑھائیں...

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے

صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم دینے کے بعد عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے تین بار انکار کیا مگر آپ نے ہر بار تاکید اور اصرار کے ساتھ یہی فرمایا کہ ابوبکر کو حکم دو کہ وہی نماز پڑھائیں... چنانچہ ابوبکر نماز پڑھانے لگے...

امام غزالی قدس اللہ سرہ نے احیاء العلوم میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا کلام نقل کیا ہے کہ وہ اپنے جلیل القدر باپ کی امامت کو کیوں ناپسند کرتی تھیں...

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں اپنے باپ کی امامت سے اس لئے انکار کرتی تھی کہ میرا باپ دنیا سے بالکل علیحدہ رہے اس لئے کہ عزت و وجاہت خطرہ سے خالی نہیں ہوتی... اس میں ہلاکت کا اندیشہ ہے مگر جس کو اللہ صحیح و سالم رکھے وہی دنیا کے فتنہ سے بچ سکتا ہے اور نیز یہ بھی اندیشہ تھا کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں آپ کی جگہ پر کھڑا ہوگا تو لوگ اس پر حسد کریں گے اور عجب نہیں کہ

حسد میں اس پر کوئی زیادتی بھی کریں اور ان کو منحوس بھی سمجھیں... پس جب اللہ کا حکم اور اس کی قضا وقدر یہی ہے کہ میرا باپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قائم مقام بنے اور ان کی جگہ پر امامت کرے تو پھر دعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے باپ کو دنیا اور دین کے ہر خوفناک امر سے محفوظ اور مامون رکھے...

اور باپ یعنی ابوبکر صدیق کا حال بیعت کے وقت کے خطبہ سے معلوم کرو...

فرمایا کہ خدا کی قسم میں نے اس امارت وخلافت کی نہ کبھی دل سے تمنا کی اور نہ کبھی زبان سے دعا مانگی مسلمانوں پر فتنہ کے خوف سے اسے قبول کرلیا...

صدیق اور صدیقہ کی یہی شان ہوتی ہے کہ ان کا دل مال وجاہ کی طمع سے بالکل پاک اور منزہ ہوتا ہے... مگر سمجھ لینا چاہئے کہ اللہ کا نبی اور اس کا رسول جس کے امام بنانے پر مصر ہو وہ بالیقین امام المتقین ہوگا اور اس کا ظاہر و باطن امارت اور خلافت کی طمع سے بالکل منزہ ہوگا اور کسی فتنہ کی مجال نہ ہوگی کہ اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی دیکھ سکے...

جس طرح کسی بادشاہ کا اپنی زندگی میں کسی کو اپنا تخت اور چتر سپرد کر دینا اس کو ولی عہد بنانے کے مرادف ہے... اسی طرح امام المتقین کا کسی کو اپنے مصلے پر امامت کے لئے کھڑا کر دینا یہ اس کے مرادف ہے کہ یہ شخص اللہ کے رسول کا ولی عہد اور اس کا جانشین ہے...

مسجد شریف میں آخری تشریف آوری

ہفتہ یا اتوار کو مزاج مبارک کچھ ہلکا ہوا تو حضرت عباس اور حضرت علی کے سہارے آپ مسجد میں تشریف لائے ابوبکر رضی اللہ عنہ اس وقت ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے... آپ ابوبکر کی بائیں جانب جا کر بیٹھ گئے اور باقی نماز لوگوں کو آپ نے پڑھائی اب آپ امام تھے اور ابوبکر آپ کی اقتدا کرنے لگے اور باقی نمازی حضرت ابوبکر کی تکبیروں پر نماز ادا کرنے لگے... (بخاری شریف)

یہ ظہر کی نماز تھی اور حضور پرنور کی یہ امامت آخری امامت تھی اس کے بعد مسجد کی حاضری سے بالکلیہ انقطاع ہوگیا اور ام فضل کی روایت میں جو یہ گزرا ہے کہ حضور کی آخری نماز مغرب کی نماز تھی اس سے مستقل امامت کی نفی مراد ہے کہ از اول تا آخر جس نماز میں امامت اور قرات فرمائی ہو وہ مغرب کی نماز ہے...

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اور دیگر حضرات کا آپ کی زیارت کو آنا

ہفتہ کے روز حضرت اسامہ اور دیگر صحابہ جن کو جہاد پر مامور فرمایا تھا... آپ سے ملنے کے لئے آئے اور آپ سے رخصت ہو کر روانہ ہوئے... مدینہ سے ایک کوس چل کر مقام جرف میں پڑاؤ ڈالا... تعمیل ارشاد کے لئے روانہ ہو گئے مگر آپ کی علالت کی وجہ سے کسی کا قدم نہیں اٹھتا تھا...

اتوار کو پھر مرض میں شدت ہو گئی حضرت اسامہ یہ خبر سنتے ہی پھر افتاں و خیزاں آپ کو دیکھنے کے لئے مدینہ واپس آئے دیکھا تو مرض کی شدت ہے آپ بات نہیں کر سکتے... حضرت اسامہ نے جھک کر پیشانی مبارک پر بوسہ دیا... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے پھر اسامہ پر رکھ دیئے اسامہ کہتے ہیں میں سمجھا کہ آپ میرے لئے دعاء فرما رہے ہیں بعد ازاں اسامہ جرف میں واپس آ گئے جہاں پڑاؤ تھا...

دوائی پلانا

ابن سعد طبقات میں اور زرقانی شرح مواہب میں لکھتے ہیں کہ اسی روز یعنی اتوار کے دن لدود کا واقعہ پیش آیا...

صحیح بخاری میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ مرض کی شدت میں ذات الجنب سمجھ کر آپ کے منہ میں دوائی ڈالی... آپ اشارہ سے منع بھی فرماتے رہے مگر ہم یہ سمجھے کہ غالباً یہ طبعی ناگواری ہے جیسا کہ مریض عموماً دوا کو ناپسند کرتا ہے... بعد میں جب آپ کو افاقہ ہوا تو فرمایا کیا میں نے تم کو منع نہیں کیا تھا... تمہاری سزا یہ ہے کہ سب کے منہ میں دوا ڈالی جائے سوائے عباس کے کہ وہ اس میں شریک نہ تھے...

زندگی کا آخری دیدار

یہ سوموار کا روز ہے جس میں آپ نے اس عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرمائی اور رفیق اعلیٰ سے جا ملے... اسی سوموار کی صبح کو آپ نے حجرہ کا پردہ اٹھایا دیکھا کہ لوگ صف باندھے ہوئے صبح کی نماز میں مشغول ہیں... صحابہ کو دیکھ کر آپ مسکرائے چہرۂ انور کا یہ حال کہ گویا مصحف شریف کا ایک ورق ہے... یعنی سپید ہو گیا ہے ادھر صحابہ کی فرط مسرت سے یہ حالت کہ کہیں نماز نہ توڑ ڈالیں...

صدیق اکبر نے ارادہ کیا کہ پیچھے ہٹیں... آپ نے اشارہ سے فرمایا کہ نماز پوری کرو... ضعف اور ناتوانی کی وجہ سے آپ زیادہ کھڑے نہ ہو سکے حجرہ کا پردہ ڈال دیا اور اندر واپس تشریف لے گئے...

مرض میں افاقہ اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا اطمینان

صدیق اکبر جب صبح کی نماز سے فارغ ہوئے تو سیدھے حجرۂ مبارکہ میں گئے اور آپ کو دیکھ کر عائشہ صدیقہ سے کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اب سکون ہے جو کرب اور بے چینی پہلے تھی وہ اب جاتی رہی اور چونکہ یہ دن صدیق اکبر کی دو بیبیوں میں اس بیوی کی نوبت کا دن تھا جو مدینہ سے ایک کوس کے فاصلہ پر رہتی تھیں...

اس لئے صدیق اکبر نے عرض کیا... یا نبی اللہ میں دیکھتا ہوں کہ آپ نے اللہ کی نعمت اور فضل سے اچھی حالت میں صبح کی ہے اور آج میری ایک بیوی حبیبہ بنت خارجہ کی نوبت کا دن ہے اگر اجازت ہو تو وہاں ہو آؤں... آپ نے فرمایا ہاں چلے جاؤ... اور دوسرے لوگوں کو جب یہ معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سکون ہے تو وہ بھی اپنے گھروں کو واپس ہو گئے...

حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک مشورہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ حجرۂ مبارکہ سے باہر آئے لوگوں نے آپ کے مزاج دریافت کئے... حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا بحمد اللہ آپ اچھے ہیں لوگ مطمئن ہو کر

منتشر ہو گئے... حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کے کہا... اے علی خدا کی قسم تین دن کے بعد تو عبدالعصا (لاٹھی کا غلام) ہوگا یعنی اور کوئی حاکم ہوگا... اور تم اس کے محکوم ہو گے... خدا کی قسم میں یہ سمجھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بیماری میں وفات پائیں گے... بہتر ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارہ میں دریافت کرلیں کہ آپ کے بعد کون خلیفہ ہوگا...

اگر ہم میں سے ہوگا تو معلوم ہو جائے گا... ورنہ آپ اس کو ہمارے بارے میں وصیت فرماویں گے... حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا ممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے متعلق انکار فرماویں تو پھر ہم ہمیشہ کے لئے اس سے محروم ہو جائیں گے... خدا کی قسم میں آپ سے اس بارہ میں ایک حرف بھی نہ کہوں گا...

کیفیتِ نزع کا آغاز

لوگ تو یہ سمجھ کر کہ آپ کو افاقہ اور سکون ہے منتشر ہو گئے کچھ دیر نہ گزری تھی کہ عالم نزع شروع ہو گیا... عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے آغوش میں سر رکھ کر لیٹ گئے... اتنے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر ہاتھ میں مسواک لئے آ گئے... آپ ان کی طرف دیکھنے لگے... میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ کے لئے مسواک لے لوں... آپ نے اشارہ فرمایا ہاں... میں نے کہا اس کو نرم کر دوں... آپ نے اشارہ سے فرمایا ہاں... میں نے چبا کر وہ مسواک آپ کو دی اسی وجہ سے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بطور فخر اور بطور تحدیث بالنعمۃ یہ کہا کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے اخیر وقت میں میرا آب دہن آپ کے آب دہن کے ساتھ ملا دیا اور آپ کی وفات میرے حجرہ میں اور میری نوبت کے دن میں اور میرے سینہ اور ہنسلی کے درمیان ہوئی...

آخری لمحات کے ارشادات

آپ کے پاس پانی کا ایک پیالہ رکھا ہوا تھا درد سے بے تاب ہو کر بار بار ہاتھ اس پیالہ میں ڈالتے اور منہ پر پھیر لیتے اور یہ کہتے جاتے تھے... لآ الٰہ الا اللہ ان

للموت سکرات اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں... بے شک موت کی بڑی سختیاں ہیں... پھر چھت کی طرف دیکھا اور ہاتھ اٹھا کر یہ فرمایا اللھم فی الرفیق الاعلیٰ... اے اللہ میں رفیق اعلیٰ میں جانا چاہتا ہوں (یعنی حظیرۃ القدس جو انبیاء و مرسلین کا مسکن ہے وہاں جانا چاہتا ہوں)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو صدمہ کا یقین

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں بار بار آپ سے سن چکی تھی کہ کسی پیغمبر کی روح اس وقت تک قبض نہیں کی جاتی کہ جب تک اس کا مقام جنت میں اس کو دکھلا نہ دیا جائے اور اس کو اختیار نہ دیا جائے کہ دنیا و آخرت میں سے جس کو چاہے اختیار کرے... جس وقت آپ کی زبان سے یہ کلمات نکلے میں اسی وقت سمجھ گئی کہ اب آپ ہم میں نہ رہیں گے... آپ نے ملا اعلیٰ اور قرب خداوندی کو اختیار کر لیا ہے...

وفات حسرت آیات

الغرض آپ کی زبان مبارک سے یہ کلمات نکلے... اللھم فی الرفیق الاعلیٰ اور روح مبارک عالم بالا کو پرواز کر گئی اور دست مبارک نیچے گر گیا... (بخاری شریف) انا للہ و انا الیہ راجعون ... انا للہ و انا الیہ راجعون... انا للہ و انا الیہ راجعون...

تاریخ وفات

یہ جان گداز اور روح فرسا واقعہ جس نے دنیا کو نبوت و رسالت کے فیوض و برکات اور وحی ربانی کے انوار و تجلیات سے محروم کر دیا... بروز سوموار دوپہر کے وقت ۱۲ ربیع الاول کو پیش آیا...

اس میں تو کسی کو اختلاف نہیں کہ آپکی وفات ماہ ربیع الاول میں بروز سوموار کو ہوئی اختلاف دو امر میں ہے ایک یہ کہ کس وقت وفات ہوئی دوسرے اس امر میں کہ ربیع الاول کی کونسی تاریخ تھی...

عمر مبارک

انتقال کے وقت آپ کی عمر شریف تریسٹھ سال کی تھی... یہی جمہور کا قول ہے اور یہی صحیح ہے اور بعض پینسٹھ اور بعض ساٹھ بتلاتے ہیں...

تجہیز و تکفین وغیرہ

غسل

صدیق اکبر کی بیعت سے فارغ ہونے کے بعد لوگ تجہیز و تکفین میں مشغول ہوئے... جب غسل کا ارادہ کیا تو یہ سوال پیدا ہوا کہ کپڑے اتارے جائیں یا نہیں... ہنوز ابھی کوئی تصفیہ نہیں ہوا تھا کہ یکلخت سب پر ایک غنودگی طاری ہو گئی اور غیبی طور پر یہ آواز سنائی دی کہ اللہ کے رسول کو برہنہ نہ کرو... کپڑوں ہی میں غسل دو چنانچہ پیراہن مبارک ہی میں آپ کو نہلایا گیا... اور بعد میں وہ نکال لیا گیا...

حضرت علی کرم اللہ وجہہ غسل دے رہے تھے اور حضرت عباس اور ان کے دونوں صاحبزادے فضل اور قثم کروٹیں بدلتے تھے اور اسامہ اور شقران پانی ڈال رہے تھے...

تجہیز

غسل کے بعد سحول کے بنے ہوئے تین کپڑوں میں آپ کو کفن دیا گیا جن میں قمیص اور عمامہ نہ تھا... اور وہ پیراہن جس میں آپ کو غسل دیا گیا وہ اتار لیا گیا...

لحد مبارک کی تیاری

تجہیز و تکفین کے بعد یہ سوال پیدا ہوا کہ آپ کہاں دفن ہوں، صدیق اکبر نے کہا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ پیغمبر اسی جگہ دفن ہوتے ہیں جہاں ان کی روح قبض ہوتی ہے...

چنانچہ اسی جگہ آپ کا بستر ہٹا کر قبر کھودنا تجویز ہوا لیکن اس میں باہم اختلاف ہوا کہ کس قسم کی قبر کھودی جائے... مہاجرین نے کہا کہ مکہ کے دستور کے مطابق بغلی قبر

کھودی جائے... انصار نے کہا مدینہ کے طریقہ پر لحد تیار کی جائے اور ابو عبیدہ بغلی قبر اور ابو طلحہ لحد کھودنے میں ماہر تھے یہ طے پایا کہ دونوں کو بلانے کے لئے آدمی بھیج دیا جائے جونسا شخص پہلے آ جائے وہ اپنا کام کرے... چنانچہ ابو طلحہ پہلے آ پہنچے اور آپ کے لئے لحد تیار کی... اور قبر کو کوہان کی شکل پر بنایا گیا جیسا کہ بخاری شریف میں ہے...

جنازہ شریف

سنن ابن ماجہ میں عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ منگل کے روز جب آپ کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہوئے تو جنازہ شریف کو قبر کے کنارہ پر رکھ دیا گیا ایک ایک گروہ حجرۂ شریفہ میں آتا تھا اور تنہا نماز پڑھ کر باہر واپس آ جاتا تھا کوئی کسی کی امامت نہیں کرتا تھا الگ الگ بغیر امام کے نماز پڑھ کے واپس آ جاتے تھے...

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ آپ پر حقیقۃً نماز جنازہ پڑھی گئی اور یہی جمہور کا مسلک ہے... انتہی کلامہ اور اسی کو امام شافعی رحمہ اللہ نے کتاب الام میں جزم کے ساتھ بیان کیا ہے کہ آپ پر نماز جنازہ پڑھی گئی...

بعض کہتے ہیں کہ آپ پر نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی بلکہ لوگ حجرۂ شریف میں فوج درفوج داخل ہوتے تھے اور صلوٰۃ وسلام اور درود و دعا پڑھ کر واپس آ جاتے تھے...

جب مرد فارغ ہو گئے تو عورتوں نے اور عورتوں کے بعد بچوں نے اسی طرح کیا... ابن دحیہ فرماتے ہیں کہ تیس ہزار آدمیوں نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی...

تدفین

سوموار کو دوپہر کے وقت آپ کا وصال ہوا یہ وہی دن اور وہی وقت تھا کہ جب آپ ہجرت کر کے مدینہ میں داخل ہوئے تھے... بدھ شب میں آپ دفن ہوئے... جمہور کا یہی قول ہے اور بعض روایات اس بارے میں صریح ہیں جن میں تاویل کی گنجائش نہیں... بعض کہتے ہیں کہ سہ شنبہ کو مدفون ہوئے...

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے دونوں صاحب زادے فضل اور قثم نے آپ کو قبر میں اتارا جب دفن سے فارغ ہوئے تو کوہان کی شکل آپ کی تربت تیار کی اور پانی چھڑکا...

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دفن سے فارغ ہو کر کف افسوس ملتے ہوئے اور خون کے آنسو بہاتے ہوئے اور اس مصیبت کبریٰ پر **انا للہ و انا الیہ راجعون** پڑھتے ہوئے گھروں کو واپس ہوئے...

داڑھی مبارک

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک گھنی اور گنجان تھی... شمائل ترمذی میں ہے کہ اتنی گہری اور گنجان تھی کہ سینہ مبارک کو بھر دیتی تھی... (اسوہ رسول بحوالہ شمائل ترمذی)

اسی طرح کتاب الشفاء للقاضی عیاض میں بھی ہے کہ آپ کی ریش مبارک کے بال اس کثرت سے تھے کہ سینہ مبارک کو بھر دیتے تھے... (اسوہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کث اللحیۃ تھے... یعنی آپ کی داڑھی بھرپور اور گنجان بالوں کی تھی... (شمائل ترمذی)

آپ داڑھی مبارک کو بالکل نہیں کترواتے تھے... البتہ گاہ بگاہ جو بال زائد ہو جاتے تھے ان کو کتروا دیتے تا کہ صورت بدنما معلوم نہ ہو... (سیرت المصطفیٰ ۵۴۴ ج ۲)

فائدہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مونچھیں کترواتے تھے... آپ کے زمانہ میں مجوس مونچھیں بڑھاتے اور داڑھی کٹاتے تھے... حالانکہ یہ فعل خلاف فطرت ہے اس لئے آپ نے ان کے خلاف کرنے کا حکم دیا... صحیح مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ داڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں کٹاؤ اور مجوس کی مخالفت کرو... اور داڑھی کا رکھنا صرف سنت محمدیہ اور طریقۂ اسلام ہی نہیں بلکہ تمام پیغمبروں جن کی تعداد تقریباً ایک

لاکھ چوبیس ہزار ہے کی سنت ہے... اس لئے حدیث میں من سنن المرسلین کے الفاظ ہیں یعنی تمام انبیاء مرسلین کی سنت ہے...

نیز داڑھی شعائر اسلام میں سے ہے اس لئے داڑھی کٹانا علی الاعلان شعائر اسلام کی بے حرمتی اور گناہ کبیرہ ہے... حتیٰ کہ داڑھی کا مذاق اڑانا کفر ہے... اس لئے کہ یہ صرف داڑھی کا ہی نہیں بلکہ تمام انبیاء اور تمام امت کے علماء کا مذاق ہے... خدا مسلمانوں کو ہدایت عطاء فرمائے اکثر لوگ اس مہلک مرض میں مبتلا ہیں... ائمہ حضرات کے نزدیک داڑھی کی مقدار ایک مشت ہے اس سے کم نہ ہونی چاہئے... اس مضمون کے تحت مضطر صاحب فرماتے ہیں...

گھنی ریش مبارک تھی کہ بھر دیتی تھی سینے کو
نظارے کو مسیح و خضر نے مانگا تھا جینے کو

سفید بال

کتنے بال سفید تھے

حضرت انس رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ لم یرمن الشیب الا قلیلا یعنی آپ کے بالوں میں سفیدی زیادہ نہیں تھی... بلکہ چند ہی بال سفید ہوئے تھے... (مسلم شریف ص۲۵۹ ج۲)

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے معلوم کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال سفید ہوئے تھے تو انہوں نے جواب دیا کہ اتنے کم تھے کہ جب آپ تیل کا استعمال فرماتے تو معلوم نہیں ہوتے اور اگر تیل لگائے ہوئے نہ ہوتے تو معلوم ہوتے تھے... (مسلم شریف ص۲۵۹ ج)

مطلب یہ ہے کہ آپ کے بال بہت کم سفید ہوئے تھے لیکن کتنے تھے ان کی گنتی کسی نے کم بتلائی کسی نے زائد... البتہ بیس سے زائد کسی حدیث سے ثابت نہیں ہیں اور چودہ سے کم بھی ثابت نہیں ہیں... چودہ اور بیس کے مابین

تھے پھر جس صحابی کو جتنے معلوم ہوئے بیان کر دیئے یہ گننے کا فرق ہے...

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک اور داڑھی شریف میں چودہ سے زائد سفید بال نہیں گنے (یہ سب سے کم مقدار ہے) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید بال بیس تھے... (یہ سب سے زائد مقدار ہے...) (شمائل ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کی وفات تک آپ کے بیس بال سفید نہیں ہوئے تھے... یعنی بیس سے کم ہی رہے... (بخاری ص ۵۰۲)

سفید بال کہاں کہاں تھے

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کی سفیدی کچھ تو بچہ ریش (داڑھی بچہ) میں تھی... کچھ صدغین یعنی کن پٹیوں میں کچھ سر میں تھی... (مسلم ص ۲۵۹ ج ۲)

مطلب یہ ہے کہ اولاً تو سفید بالوں کی تعداد ہی کم تھی پھر وہ بھی تین جگہ منتشر تھے... کچھ سر میں کچھ پنڈلیوں میں اور کچھ داڑھی بچہ میں...

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو

خوشبو کا کثرت سے استعمال

آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو کی چیز اور خوشبو کو بہت پسند فرماتے اور کثرت سے استعمال کرتے... دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے... (نشر الطیب)

عطر دان

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سکہ یعنی عطر دان یا مرکب عطر تھا... اس میں سے خوشبو استعمال فرماتے تھے... (شمائل ترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب

سے عمدہ خوشبو لگاتی تھی یہاں تک کہ اس خوشبو کی چمک میں آپ کا سر اور داڑھی دیکھتی تھی...(بخاری ص ۸۷۷ ج ۲)

خوشبو کی خاصیت

زاد المعاد میں صحیح روایت سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خوشبو کی خاصیت یہ ہے کہ ملائکہ معطر آدمی سے محبت کرتے ہیں...اور شیاطین اس سے نفرت کرتے ہیں شیاطین کے لئے سب سے زیادہ پسندیدہ مکروہ اور بدبودار چیز ہے... چنانچہ طیب اور پاک روحوں کو پاک اور طیب بو ہی پسند ہوتی ہے اور ارواح خبیثہ کو خبیث بو ہی پسند ہوتی ہے ہر روح اپنی پسند کی طرف مائل ہوتی ہے...(اسوہ رسول ص ۴۳۰)

یہ ہی وجہ ہے کہ آپ کثرت سے خوشبو استعمال کرتے ورنہ آپ کے بدن سے خوشبو مہکتی تھی گو آپ خوشبو کا استعمال نہ فرمائیں...حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس کوچہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم گزرتے بعد کے گزرنے والے لوگ اس کوچہ کو خوشبو سے مہکتا ہوا پا کر سمجھ جاتے کہ ابھی اس راہ سے حضور کا گزر ہوا ہے...(مشکوۃ ص ۵۱۷ ج ۲)

دست مبارک کی برکت

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک پر دم فرما کر حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کی کمر پر پھیرا جس سے اس قدر خوشبو ان کی پیٹھ سے مہکتی تھی کہ ان کی چار بیویاں تھیں ہر ایک بے حد خوشبو لگاتی تا کہ ان کے برابر خوشبو ہو جائے مگر حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کی خوشبو غالب رہتی تھی...(خصائل نبوی ص ۱۶۱)

پسینہ مبارک کی خوشبو

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ سے زیادہ خوشبودار چیز کوئی نہ تھی... حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی کسی قسم کا مشک یا کوئی عطر حضور کے پسینہ کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار نہیں سونگھا...(بخاری ص ۵۰۳ ج ۱ مسلم ص ۲۵۷ ج ۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر آرام فرما رہے تھے اور آپ کے جسد اطہر سے پسینہ نکل رہا تھا...

میری والدہ نے اس کو ایک شیشی میں جمع کرنا شروع کر دیا... آپ کی آنکھ کھل گئی... آپ نے پسینہ جمع کرنے کی وجہ دریافت کی تو کہنے لگیں کہ اس کو ہم اپنی خوشبو میں ملائیں گے... یہ سب سے زیادہ معطر ہے... (مسلم شریف ص ۲۵۷ ج ۲)

خوشبو کا ہدیہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اگر خوشبو پیش کی جاتی تو اس کو ضرور قبول کر لیتے... خوشبو کی چیز واپس کرنے کو ناپسند فرماتے... (بخاری ص ۸۷۸ ج ۲)

خوشبو لگانے کے اوقات

آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو سر مبارک پر بھی لگایا کرتے اور سونے سے بیدار ہوتے تو قضائے حاجت سے فارغ ہو کر وضو فرماتے پھر خوشبو لباس پر لگاتے خوشبو میں سب سے زیادہ مشک اور عود اور ریحان کو محبوب رکھتے تھے... (اسوہ رسول ص ۱۲۷)

کسی کوچے سے ہوتا جب گزر محبوب باری کا
تو چلتا کارواں اک نکہت باد بہاری کا
فضا ساری مہک جاتی تھی وہ جس راہ سے جاتے
نکلتے جستجو میں جو وہ خوشبو سے پتہ پاتے
پسینہ پونچھ کر رکھتے صحابہ جسم اطہر کا
جو خوشبو میں گلاب و مشک و عنبر سے بھی بہتر تھا
مصافحہ جس کو ہونے کی سعادت ہاتھ آتی تھی
تو پورا دن گزر جاتا مگر خوشبو نہ جاتی تھی
کسی بچے کے سر پر دست رحمت پھیر کر دیتے
تو سب بچوں میں خوشبو سے اسے ممتاز کر دیتے

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواریاں اور مویشی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں دس گھوڑے تھے... اس عدد میں اختلاف بھی ہے... سکب جس پر غزوۂ احد میں سوار تھے...

اس کا رنگ کمیت تھا لیکن پیشانی اور تین پاؤں سفید تھے اور ایک داہنا پاؤں ہم رنگ جسم تھا... اس کی فربہی مناسب جسم کی تھی... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر گھوڑ دوڑ فرمائی اور بازی لے گئے اور مسرور ہوئے... مرتجز یہ وہی گھوڑا ہے کہ خزیمہ بن ثابت نے جس کے لئے گواہی دی تھی... لزاز یہ یہ مقوقس کے ہدایہ ٹیں سے تھا... لحیف یہ ربیعہ نے ہدیہ پیش کیا تھا ضریس' ملاوح' سبحہ' جو یمن کے تاجروں سے خریدا تھا اور تین مرتبہ اس پر دوڑ فرمائی اور دست اقدس اس کے چہرے پر پھیرا اور ماانت الابحر ارشاد فرمایا اور بحر قدم باز تیز رو گھوڑے کو کہتے ہیں...

اور تین خچر دلدل نامی جو مقوقس کے ہدایہ میں سے تھا اور یہ پہلا خچر ہے کہ اسلام میں اس پر سواری ہوئی... فضہ جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پیش فرمایا تھا... ایلیہ شاہ ایلہ نے پیش کیا تھا...

اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سرکار میں ایک دراز گوش بھی تھا جس کا نام یعفور تھا اور گائے بھینس کا ہونا سرکار والا میں ثابت نہیں ہے...

اور بیس اونٹنیاں شیر دار موضع غابہ میں جو مدینہ طیبہ کے قریب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت تھیں اور ایک دودھ والی اونٹنی سعد بن عبادہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی تھی... جو بنی عُقیل کے مواشی میں سے تھے... اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک قصویٰ نامی اونٹنی بھی تھی اور اسی پر ہجرت فرمائی تھی جس وقت وحی نازل ہوتی تھی سوائے قصویٰ کے کوئی چیز ان کا وزن برداشت نہیں کرسکتی تھی اور قصویٰ کو عضبا اور جدعاء کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے...

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک اعرابی کے اونٹ کے ساتھ دوڑ ہو گئی... اور اعرابی کا اونٹ بازی لے گیا یہ بات مسلمانوں پر شاق گزری حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے (بمقتضائے حکمت) یہ لازم کر دیا ہے کہ دنیا میں جس چیز کو غالب کیا جاتا ہے... اس کو کسی نہ کسی وقت مغلوب بھی کیا جاتا ہے... اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سو بکرے بکریاں بھی تھیں...

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہتھیار اور آلات

سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نو تلواریں تھیں ان میں سے ایک کا نام ذوالفقار تھا جو غزوۂ بدر میں بنی الحجاج کے مال غنیمت سے دستیاب ہوئی تھی...

ایک مرتبہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا کہ اس تلوار کے دونوں جانب کچھ دندانے پڑ گئے... آپ نے یہ تعبیر لی کہ مسلمانوں کو ایک گونہ ہزیمت پیش آئے گی... چنانچہ غزوۂ احد میں اس کی تعبیر واقع ہوئی...

اور تین تلواریں قلعی اور بتار اور حتف بنی قینقاع (ایک یہودی قبیلہ) سے مال غنیمت میں دستیاب ہوئی تھیں اور دو تلواریں مخذم اور رسوب تھیں اور ایک تلوار جو والد ماجد سے میراث میں پائی تھی اور تلوار مسمی بہ عضب جو سعد بن عبادہ نے پیش فرمائی تھی اور ایک تلوار قضیب تھی یہ سب سے پہلی تلوار ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حمائل فرمائی اور ذات اقدس کے قبضہ میں چار نیزے تھے... جن میں سے ایک کا نام مثنیٰ تھا اور بقیہ تین نیزے بنی قینقاع سے غنیمت میں دستیاب ہوئے تھے اور ایک چھوٹا نیزہ تھا جو عیدین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے (بغرض سترہ) کھڑا کیا جاتا تھا اور ایک لاٹھی سرکج (یعنی مڑی ہوئی موٹھ) کی ایک ہاتھ لمبی تھی اور ایک نیم عصا تھا جس کو عرجون کہا جاتا تھا... اور ایک پتلی چھڑی جس کا نام ممشوق لیا جاتا تھا اور چار کمان اور ایک ترکش تھا اور ایک ڈھال تھی صحاری اور ایک کرتا سحولی اور ایک جبہ یمنی اور چادر

منقش اور تین چار کو فیہ یعنی چھوٹی پست ٹوپیاں اور ایک لحاف ورس کا رنگا ہوا...

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چمڑے کی تھیلی تھی جس میں آئینہ اور ہاتھی دانت کا کنگھا اور سرمہ دانی اور قینچی اور مسواک رکھا کرتے تھے اور بچھونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چمڑے کا تھا جس میں درخت کھجور کا گودا بھرا ہوا تھا...

اور ایک پیالہ تھا جس میں تین پترے چاندی کے لگے ہوئے تھے اور ایک پیالہ پتھر کا تھا اور ایک برتن کانسی کا تھا جس میں مہندی اور وسمہ بناتے تھے اور اس کو سر اقدس پر رکھ لیتے تھے جس سے مہدی اور وسمہ جلد رنگ چھوڑ دیتے تھے اور کانچ کا پیالہ بھی تھا اور برتن کانسی کا غسل کے لئے تھا اور ایک بادیا بھی تھا اور ایک پیمانہ بھی تھا (اور ایک برتن) چوتھائی صاع کا جس سے صدقۂ فطر ناپ کر دیا کرتے تھے...اور انگوٹھی چاندی جس کا نگینہ بھی چاندی ہی کا تھا اور جس پر محمد رسول اللہ کندہ تھا موجود تھی اور ایک روایت ہے کہ انگوٹھی لوہے کی تھی اور نگینہ چاندی سے جوڑا گیا تھا...جس پر کرگس کی تصویر بنی ہوئی تھی اور بطور ہدیہ آئی تھی...آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اس پر رکھ دیا وہ تصویر غائب ہو گئی...''

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نعل اور قبیعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلواروں کا چاندی کا تھا اور نعل اور قبیعہ کے درمیان بھی چند حلقے چاندی کے تھے...

قبیعہ وہ چیز ہے جو قبضۂ تلوار کے قریب چاندی وغیرہ سے بنائی جاتی ہے اور اسی طرح نعل وہ چیز ہے جو تلوار کی باریک جانب میں چاندی وغیرہ سے بناتے ہیں...

اور دو زرہیں جو بنی قینقاع کے ہتھیاروں سے دستیاب ہوئی تھیں ایک کا نام سعدیہ اور دوسری کی فضہ تھا اور ایک زرہ جو غزوۂ حنین میں پہنی تھی اس کا نام ذات الفضول تھا...

اور روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک زرہ حضرت داؤد علیہ السلام کی (جو انہوں نے جالوت کے قتل کے وقت پہنی تھی) بھی

موجود تھی... اور ایک خود تھا جس کا نام ذوالسبوغ لیا جاتا تھا اور ایک پٹکا چمڑے کا تھا جس میں تین کڑے چاندی کے پڑے ہوئے تھے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کا رنگ سفید تھا...

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ترکہ

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی... حسب ذیل اشیاء چھوڑیں...
دو عدد جبرہ (جبرہ یعنی چادر کو کہتے ہیں) اور تہبند یمنی اور دو کپڑے اور نجاشی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دو موزے سادہ پیش کش کئے تھے... حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو استعمال فرماتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سیاہ کمبل تھا اور ایک عمامہ تھا جس کا نام سحاب لیا جاتا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس استعمالی کپڑوں کے علاوہ دو اور کپڑے بھی تھے جو نماز جمعہ میں استعمال فرماتے تھے اور ایک رومال تھا جس سے بعد وضو روئے انور پونچھتے تھے...

ازواج مطہرات کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن سلوک

حدیث میں ہے... خیرکم خیرکم باهله وانا خیرکم باهلی سب لوگوں میں اچھا وہ ہے جو اپنی بیوی (کنبہ) کے ساتھ اچھا ہے اور میں تم سب سے بڑھ کر اپنی بیویوں کے ساتھ اچھا ہوں...

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر ایک شوہر کے لئے ضروری بتایا کرتے تھے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ خوش مذاق ہو... حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول یہ تھا کہ جب گھر میں داخل ہوتے تو السلام علیکم خود فرمایا کرتے... رات کے وقت سلام ایسی آہستگی سے فرماتے کہ بیوی جاگتی ہو تو سن لے اور سوگئی ہو تو جاگ نہ پڑے...

کھانے' پہننے' مکان اور گزارہ اور ملاقات میں ہر ایک بیوی کے ساتھ برابر سلوک فرمایا کرتے... عموماً بعد عصر ہر ایک کے مکان پر تشریف لے جا کر ان کی

ضروریات کو معلوم فرماتے اور بعد نماز مغرب سب بیویوں سے ایک مکان میں مختصر ملاقات فرماتے... شب کو نوبت بہ نوبت ہر ایک کے گھر میں استراحت فرمایا کرتے...

بیویوں کی سہیلیوں کی عزت فرمایا کرتے اوران کے عزیز واقارب کو حسن سلوک سے خوش رکھتے... سفر میں روانہ ہونے کے وقت قرعہ اندازی کی جاتی... جس بیوی کا نام نکلتا اسی کو ساتھ لیتے... ہر ایک بیوی کے رہنے کا مکان الگ تھا اور یہ سب مکان جن کو اللہ پاک نے حجرات اور بیوت النبیؐ اور بیوتکن فرمایا ہے باہم پیوستہ تھے... مکان نہایت مختصر تھے.. مثلاً عائشہ طیبہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ جس کا دریچہ مسجد نبوی کے اس حصہ پر کھلتا ہے جسے روضة من رياض الجنة خیابانان جنت میں سے ایک چمن فرمایا گیا ہے... اس قدر تھا کہ جب نماز جنازۂ مطہر کے لئے لوگ اندر داخل ہونے لگے تو دس آدمیوں سے زیادہ کی اس میں گنجائش نہ تھی... حجرات کے اندر سامان برائے نام ہوتا تھا... مثلاً حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام فرمانے کے لئے ایک ٹاٹ کا ٹکڑا تھا... جسے دوتہہ کر کے بچھا دیا گیا تھا...

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر چمڑے کا تھا... جس کے اندر کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے...

ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو ام المومنین ہونے کے بعد ام المساکین زینب رضی اللہ عنہا کا گھر ملا تھا... ان کو اس گھر میں جو اثاث البیت نظر آیا وہ ایک چکی اور چند سیر جو تھے... ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بتایا ہے کہ ان کی خالہ ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں پانی ایک مشک میں ہوتا تھا... حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک پیالہ چوبی کا ذکر کیا ہے... جسے مختلف اشربہ میں برتا جاتا تھا... فتح خیبر کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک، بیوی کے لئے ۸۰ وسق کھجور کے اور ۲۰ وسق جو کے سالانہ مقرر کر دیئے تھے... دودھ کے واسطے عموماً ہر ایک بیوی کو ایک ایک دودھ والی اونٹنی ملا کرتی تھی... ازواج مطہرات بھی ہر ایک شے میں ضرورت کی مقدار رکھ کر

باقی سب چیزوں کو بیواؤں اور یتیموں پر خیرات کر دیا کرتی تھیں...

باوجود اس قدر دلداری اور اور مہربانی کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ گوارا نہ تھا کہ کسی بیوی کے منہ سے اپنی سوکن کی نسبت کوئی ایسا لفظ بھی نکلے جو ان کی شان بلند سے گرا ہوا ہو...

ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے ایک بار ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا کو یہودن کہہ دیا... کچھ شک نہیں کہ ان کا نسب یہود بن یعقوب تک منتہی ہوتا تھا... مگر کہنے کا انداز اور لہجہ حقارت آمیز تھا...

اتنی بات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کچھ عرصہ تک ام المؤمنین زینب رضی اللہ عنہا کے گھر نہ گئے... جب انہوں نے توبہ کی تو خطا بخشی ہوئی...

جب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ چھوٹی سی بات یہودن کہنا بھی مرویات میں نقل کی گئی ہے تو ہم کو ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کا صحیح تصور بندھ جاتا ہے... کیونکہ اس سے زیادہ کوئی بات تلخ بھی کہی گئی ہوتی تو وہ بھی ضرور روایت میں آ جاتی... اللہ اکبر یہ نتیجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان عالیہ کا تھا کہ زوجات کو تاثرات طبعی وجنسی سے ارفع واعلیٰ بنا کر محبت صادقہ ایمانیہ میں متفق ومتحد بنا دیا تھا...

اس راز کے سمجھنے سے وہ افراد قاصر ہیں جو تعلقات زوجین کی حقیقت صرف خواہشات طبعی کے نفاذ کو سمجھا کرتے ہیں غالباً یہی وجہ ہے کہ عیسائیوں نے بہشت میں زن وشوہر کے زن وشوہر ہو کر رہے سے انکار کیا ہے...

امہات المومنین کے کام

زنان امت کی خواتین کو تعلیم دینا... ان کے معروضات کو حضور نبوی میں پہنچانا... پھر جواب سمجھانا... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال واقوال وعبادات کو جو حجرات کے اندر کیا کرتے تھے... حفظ واتقان کے ساتھ امت تک پہنچانا مشکلات علمیہ میں فرزندان امت کی رہبری کرنا تھا...

کثرت ازواج

تاریخ انسانیت میں متعدد شادیاں

تاریخ عالم کے مسلمات میں سے ہے کہ اسلام سے پہلے تمام دنیا میں یہ رواج تھا کہ ایک شخص کئی کئی عورتوں کو اپنی زوجیت میں رکھتا تھا اور یہ دستور تمام دنیا میں رائج تھا... حتیٰ کہ حضرات انبیاء کرام بھی اس دستور سے مستثنیٰ نہ تھے... حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو بیویاں تھیں...

حضرت اسحاق علیہ السلام کے بھی متعدد بیویاں تھیں...

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھی کئی بیویاں تھیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے بیسیوں بیویاں تھیں اور حضرت داؤد علیہ السلام کے سو بیویاں تھیں اور توریت وانجیل اور دیگر صحف انبیاء میں حضرات انبیاء کی متعدد ازدواج کا ذکر ہے اور کہیں بھی تعدد ازدواج کی ممانعت کا ادنیٰ اشارہ بھی نہیں پایا جاتا...

اسلام کا کارنامہ

اسلام آیا اور اس نے تعدد ازدواج کو جائز قرار دیا.. مگر اس کی حد مقرر کر دی کہ چار سے تجاوز نہ کیا جائے... اس لئے کہ نکاح سے مقصود پاک دامنی اور شرمگاہ کی زنا سے حفاظت مقصود ہے...

چار عورتوں میں جب ہر تین شب کے بعد عورت کی طرف رجوع کرے گا تو اس کے حقوق زوجیت پر کوئی اثر نہ پڑے گا...

شریعت اسلامیہ نے غایت درجہ اعتدال اور توسط کو ملحوظ رکھا نہ تو جاہلیت کی طرح غیر محدود کثرت کی اجازت دی کہ جس سے شہوت رانی کا دروازہ کھل جائے اور نہ اتنی تنگی کی کہ ایک سے زائد کی اجازت ہی نہ دی جائے... بلکہ بین بین حالت کو برقرار رکھا کہ چار تک اجازت دی...

متعدد نکاح کی اجازت کے اسباب

۱: عفت کا تحفظ

نکاح کی غرض و غایت یعنی عفت اور حفاظت نظر اور تحصین فرج اور تناسل اور اولاد بسہولت حاصل ہو سکے...

اور زنا سے بالکلیہ محفوظ ہو جائے اس لئے کہ قدرت نے بعض لوگوں کو ایسا قوی اور تندرست اور فارغ البال اور خوشحال بنایا ہے کہ ان کے لئے ایک عورت کافی نہیں ہو سکتی اور بوجہ قوت اور توانائی اور پھر خوشحالی اور تونگری کی وجہ سے چار بیویوں کے بلاتکلف حقوق زوجیت ادا کرنے پر قادر ہوتے ہیں...

ایسے لوگوں کو دوسرے نکاح سے روکنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان سے تقویٰ اور پرہیزگاری اور پاکدامنی تو رخصت ہو جائے گی اور بدکاری میں مبتلا ہو جائیں گے...

۲: عورتوں کی خوشحالی

ایسے قوی اور توانا جن کے پاس لاکھوں اور کروڑوں کی دولت موجود ہے اگر وہ اپنے خاندان کے چار غریب عورتوں سے اس لئے نکاح کریں کہ ان کی تنگدستی ختم ہو جائے اور وہ غربت کے گھرانہ سے نکل کر ایک راحت اور دولت کے گھرانے میں داخل ہوں اور حق تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر کریں تو امید ہے کہ ایسا نکاح اسلامی نقطۂ نظر سے بلاشبہ عبادت اور عین عبادت ہوگا اور قومی نقطۂ نظر سے اعلیٰ ترین قومی ہمدردی کا ثبوت ہوگا... جس دولت مند اور زمیندار اور سرمایہ دار کے خزانے سے ہر مہینہ دس ہزار مزدور اور دس ہزار خاندان پرورش پاتے ہوں تو اگر دولت مند کے خاندان کی چار عورتیں بھی اس کی حرم سرائے میں داخل ہو جائیں اور عیش و عشرت اور عزت و راحت کے ساتھ ان کی عزت اور ناموس بھی محفوظ ہو جائے تو عقلاً و شرعاً اس میں کوئی خرابی نظر نہیں آتی...

۳: عورت کی مجبوری کے ایام میں تحفظ

نیز عورت ہر وقت اس قابل نہیں رہتی کہ خاوند سے ہم بستر ہو سکے کیونکہ اول تو لازمی طور پر ہر مہینہ میں عورت پر پانچ چھ دن ایسے آتے ہیں یعنی ایام ماہواری جس میں مرد کو پرہیز کرنا لازمی ہوتا ہے...

دوسرے یہ کہ ایام حمل میں عورت کو مرد کی صحبت سے اس لئے پرہیز ضروری ہوتا ہے کہ جنین کی صحت پر کوئی برا اثر نہ پڑے...

تیسرے یہ کہ بسا اوقات ایک عورت امراض کی وجہ سے یا حمل اور توالد اور تناسل کی تکلیف میں مبتلا ہونے کی وجہ سے اس قابل نہیں رہتی کہ مرد اس سے متمتع ہو سکے...تو ایسی صورت میں مرد کے زنا سے محفوظ رہنے کی عقلاً اس سے بہتر کوئی صورت نہیں کہ اس کو دوسرے نکاح کی اجازت دی جائے ورنہ مرد اپنی خواہش کے پورا کرنے کے لئے ناجائز ذرائع استعمال کریں گے...

۴: عورتوں کی تعداد کی کثرت

نیز تجربہ اور مشاہدہ سے اور مردم شماری کے نقشوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کی تعداد قدرتاً اور عادۃً ہمیشہ مردوں سے زیادہ رہتی ہے جو کہ قدرتی طور پر تعدد ازدواج کی ایک واضح دلیل ہے...

مرد بہ نسبت عورتوں کے پیدا کم ہوتے ہیں...اور مرتے زیادہ ہیں...لاکھوں مرد لڑائیوں میں مارے جاتے ہیں اور ہزاروں مرد جہازوں میں ڈوب کر مر جاتے ہیں...اور ہزاروں مرد کانوں میں دب کر اور تعمیرات میں بلندیوں سے گر کر مر جاتے ہیں اور عورتیں پیدا زیادہ ہوتی ہیں اور مرتی کم ہیں...

پس اگر ایک مرد کی کئی شادیوں کی اجازت نہ دی جائے تو یہ فاضل عورتیں بالکل معطل اور بے کار رہیں کون ان کی معاش کا کفیل اور ذمہ دار ہے اور کس طرح یہ عورتیں اپنی فطری خواہش کو دبائیں اور اپنے کو زنا سے محفوظ رکھیں...

بس تعدد ازدواج کا حکم بے کس عورتوں کا سہارا ہے اور ان کی عصمت اور ناموس کی حفاظت کا واحد ذریعہ ہے اور ان کی جان آور آبرو کا نگہبان اور پاسبان ہے...

۵: تقویٰ کا حصول

تعدد ازدواج کے جواز اور استحسان کا اصل سبب یہ ہے کہ تعدد ازدواج عفت اور پاکدامنی اور تقویٰ اور پرہیز گاری جیسی عظیم نعمت اور صفت کی حفاظت کا ذریعہ ہے... جو لوگ تعدد ازدواج کے مخالف ہیں وہ اندرونی خواہشوں اور بیرونی افعال کا مطالعہ کریں... جو قومیں زنا سے، پاک تعدد ازدواج کے منکر ہیں وہ عملی طور پر ناپاک تعداد ازدواج یعنی زنا اور بدکاری میں مبتلا اور گرفتار ہیں...

ان کی خواہشوں کی وسعت اور دست درازی نے یہ ثابت کر دیا کہ فطرت میں تعدد اور تنوع کی آرزو موجود ہے...

ورنہ ایک عورت پر قناعت کرتے... پس خداوند علیم وحکیم نے اپنے قانون میں انسانوں کی وسیع خواہشوں اور اندرونی میلانوں کی رعایت فرما کر ایسا قانون تجویز فرمایا کہ جو مختلف جذبات والی طبائع کو بھی عفت اور تقویٰ اور طہارت کے دائرہ میں محدود رکھ سکے...

اہل مغرب کا تعصب

اہل مغرب اسلام کے اس جائز اور سراپا مصلحت آمیز تعدد ازدواج پر تو عیش پسندی کا الزام لگائیں اور غیر محدود ناجائز تعلقات اور بلا نکاح کی لاتعداد آشنائی کو تہذیب اور تمدن سمجھیں زنا جو کہ تمام انبیاء ومرسلین کی شریعتوں میں حرام اور تمام حکماء کی حکمتوں میں قبیح اور شرمناک فعل رہا... مغرب کے مدعیان تہذیب کو اس کا قبح نظر نہیں آتا... اور تعدد ازدواج کہ جو تمام انبیاء ومرسلین اور تمام حکماء اور عقلاء کے نزدیک جائز اور مستحسن رہا وہ ان کو قبیح نظر آتا ہے...

ان مہذب قوموں کے نزدیک تعدد ازدواج تو جرم ہے اور زنا اور بدکاری اور غیر عورتوں سے آشنائی جرم نہیں... ان مہذب قوموں میں تعدد ازدواج کی ممانعت کا تو قانون موجود ہے مگر زنا کی ممانعت کا کوئی قانون نہیں...

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد نکاحوں کی حکمت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو ہلاکت اور گرداب مصیبت سے نکالیں... اس کے لئے حق جل شانہ نے ایک مکمل قانون اور دستور العمل یعنی قرآن نازل فرمایا کہ جس کے بعد قیامت تک کسی قانون کی ضرورت نہ رہے اور دوسرے آپ کی زندگی کو لوگوں کے لئے اسوۂ اور نمونہ بنایا کہ اس کو دیکھ کر عمل کریں...

اس لئے کہ محض قانون لوگوں کی اصلاح کے لئے کافی نہیں جب تک کوئی عملی نمونہ سامنے نہ ہو کہ جو لوگوں کو اپنی طرف مائل کر سکے اور دنیا یہ دیکھ لے کہ اللہ کا نبی جس چیز کی دعوت دے رہا ہے اس کے قول اور فعل میں ذرہ برابر اختلاف نہیں...

ہر انسانی زندگی کے دو پہلو ہوتے ہیں ایک بیرونی اور ایک اندرونی کسی کی عملی حالت کا صحیح اندازہ کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ دونوں رخوں کے حالات بے نقاب کئے جائیں...

بیرونی زندگی اس حالت کا نام ہے جو انسان عام لوگوں کے سامنے بسر کرتا ہے اس حصہ کے متعلق انسان کے تفصیلی حالات معلوم کرنے کے لئے کثرت سے شواہد دستیاب ہو سکتے ہیں...

اور اندرونی زندگی سے خانگی زندگی مراد ہے جس سے انسان کی اخلاقی حالت کا صحیح پتہ چل سکتا ہے ہر فرد اپنے گھر کی چہار دیواری میں آزاد ہوتا ہے اور اپنی بیوی اور اہل خانہ سے بے تکلف ہوتا ہے...

انسان کی اخلاقی اور عملی کمزوریاں اہل خانہ سے پوشیدہ نہیں ہوتیں... پس ایسی

صورت میں انسان کی صحیح زندگی کا اندازہ کرنے کے لئے سب سے بہتر کسوٹی یہی ہے کہ اس کے خانگی حالات دنیا کے سامنے آ جائیں...

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ کے دو پہلو تھے ایک بیرونی زندگی اور ایک خانگی زندگی... بیرونی زندگی کے حالات کو بتمام وکمال صحابہ کرام کی جماعت نے دنیا کو پہنچائے جس کی نظیر کسی ملت اور مذہب میں نہیں کسی امت نے اپنے نبی کی زندگی کے حالات اس تفصیل وتحقیق اور تدقیق کے ساتھ تو کیا اس کا عشر عشیر بھی دنیا کے سامنے نہیں پیش کیا...

اور خانگی اور اندرونی زندگی کے حالات کو امہات المومنین یعنی ازواج مطہرات کی جماعت نے دنیا کے سامنے پیش کیا... جس سے اندرون خانہ آپ کی عبادت اور تہجد اور شب بیداری اور فقیری اور درویشی اور اخلاقی اور عملی زندگی کے تمام اندرونی اور خانگی حالات دنیا کے سامنے آ گئے...

جس سے حضور پرنور کی خدا ترسی اور راست بازی اور پاکدامنی روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ رات کی تاریکیوں میں جبکہ سوائے عالم الغیب کے کوئی دیکھنے والا نہ تھا کس طرح آپ اللہ کی عبادت میں ذوق وشوق کے ساتھ مشغول رہتے تھے... جس کے لئے سورۂ مزمل شاہد عدل ہے...

حضور پرنور نے سوائے خدیجۃ الکبریٰ کے دس عورتوں سے نکاح فرمایا تاکہ عورتوں کی ایک کثیر جماعت آپ کی خانگی زندگی دنیا کے سامنے پیش کر سکے... اس لئے کہ بیوی جس قدر شوہر کے رازوں سے واقف ہوسکتی ہے کوئی دوسرا شخص ہرگز ہرگز واقف نہیں ہوسکتا... اس لئے حضور نے متعدد نکاح فرمائے....

تاکہ آپ کی خانگی زندگی کے تمام حالات نہایت وثوق کے ساتھ دنیا کے سامنے آ جائیں اور ایک کثیر جماعت کی روایت کے بعد کسی قسم کا شک اور شبہ باقی نہ

رہےاور شریعت کے وہ احکام ومسائل جو خاص عورتوں سے متعلق ہیں اور مردوں سے بیان کرنے میں حیااور حجاب مانع ہوتا ہے...

ایسے احکام شرعیہ کی تبلیغ ازواج مطہرات کے ذریعہ سے ہو جائے اور حضور پرنور کا متعدد عورتوں سے نکاح کرنا معاذ اللہ حظ نفس کے لئے نہ تھا اس لئے کہ حضور نے سوائے ایک شادی کے تمام شادیاں بیواؤں سے کی ہیں جو نہ اپنے حسن و جمال کی خاطر مشہور تھیں اور نہ مال و دولت کے اعتبار سے بلکہ معاملہ اس کے برعکس تھا...اور نہ آپ کے یہاں کوئی عیش وعشرت کا سامان تھا...

بلکہ فقط مقصود یہ تھا کہ عورتوں کے متعلق جو شریعت کے احکام ہیں ان کی تبلیغ عورتوں ہی کے ذریعے ہو سکتی ہے اور ازواج مطہرات کے حجرے درحقیقت امت کی امہات اور معلمات کے حجرے تھے...

جس ذات بابرکات کے گھر میں دو دو مہینہ تو انہ چڑھتا ہو اور پانی اور کھجور پر اس کا اور اس کی بیویوں کا گزارہ ہو اور جس کا دن مسجد میں اور رات مصلے پر کھڑے ہوئے...اس طرح گزرتی ہو کہ اللہ کے سامنے کھڑے کھڑے پاؤں پر ورم آ جائے... وہاں عیش وعشرت کا تصور ہی محال ہے...

ایک عورت کے لئے متعدد خاوند کیوں ممنوع ہیں؟

ا: ایک عورت کے لئے متعدد خاوند ہونے کی ممانعت کی وجہ (ا) اگر ایک عورت چند مردوں میں مشترک ہو تو بوجہ استحقاق نکاح ہر ایک کو قضاء حاجت کا استحقاق ہو گا اور اس میں غالب اندیشہ فساد اور عناد کا ہے...شاید ایک ہی وقت میں سب کو ضرورت ہو اور عجب نہیں کہ قتل تک نوبت پہنچے...

۲: نیز مرد فطرۃً حاکم ہوتا ہے اور عورت محکوم اس لئے کہ طلاق کا اختیار مرد کو ہے جب تک وہ آزاد کرے نہ کرے تو عورت دوسرے مرد سے نکاح نہیں کر سکتی... جیسے

باندی اور غلام خود آزاد نہیں ہو سکتے...

جب تک کہ مالک کی طرف سے اعتاق (آزاد کرنا) نہ ہو...اسی طرح عورت بھی بغیر مرد کے آزاد کرنے کے خود بخود نکاح سے آزاد نہیں ہو سکتی جب تک طلاق نہ ہو...غلاموں میں اگر اعتاق ہے تو یہاں طلاق ہے...

پس اگر ایک عورت کے متعدد خاوند ہوں گے تو یوں کہو کہ ایک عورت کے حاکم متعدد ہوں گے اور جتنے حاکم زیادہ ہوں گے اتنی ہی محکوم میں ذلت بھی زیادہ ہوگی... اس لئے کہ ایک حاکم کے تحت متعدد محکوم ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں ایک ایک حاکم کے تحت میں سوسو اور ہزار ہزار محکوم ہوتے ہیں...

ایک بادشاہ کے تحت ملک کی رعایا ہوتی ہے اس میں نہ کوئی ذلت ہے نہ کوئی مشقت...لیکن اگر محکوم ایک ہو اور حاکم متعدد ہوں تو جتنے حاکم زیادہ ہوں گے اتنی ہی محکوم کی ذلت بھی زیادہ ہوگی...

معلوم ہوا کہ ایک عورت کا متعدد شوہروں کے تحت میں رہنا عورت کے لئے انتہائی تحقیر اور تذلیل کا سبب ہے...

نیز متعدد شوہروں کی خدمت بجالانا اور سب کو خوش رکھنا ناقابل برداشت مشقت ہے...اس لئے شریعت اسلامیہ نے ایک عورت کو دو یا چار مردوں سے نکاح کی اجازت نہیں دی تاکہ عورت تحقیر اور تذلیل اور ناقابل برداشت مشقت سے محفوظ رہے پھر نہ معلوم کہ ایک عورت کے یہ چار شوہر ایک ہی مکان میں سکونت پذیر ہوں گے یا ایک محلہ میں یا ایک شہر میں یا دوسرے شہر میں اور یہ ایک عورت ان چاروں شوہروں کی کس طرح خدمت بجالائے گی...

جو عورتیں تعدد شوہر کی جواز کی قائل ہیں وہ ان سوالات کا جواب دیں...

۳: نیز اگر ایک عورت کے متعدد شوہر ہوں تو متعدد شوہروں کے تعلق سے جو اولاد پیدا ہوگی تو وہ کس کی اولاد ہوگی مشترکہ ہوگی یا منقسمہ...اور تقسیم کس طرح ہو

گی... اگر ایک ہی فرزند ہوا تو چار باپوں میں کس طرح تقسیم ہوگا اور اگر متعدد اولاد ہوئیں اور نوبت تقسیم کی آئی تو بوجہ اختلاف ذکورت وانوثت و بوجہ تفاوت شکل و صورت اور بوجہ تباین خلق وسیرت اور بوجہ تفاوت قوت و ہمت اور بوجہ تفاوت فہم و فراست موازنہ ممکن نہیں... جو ایک ایک کو لے کر اپنے دل کو سمجھائے اس تفاوت کی وجہ سے تقسیم اولاد کا مسئلہ غایت درجہ پیچیدہ ہو جائے گا اور نہ معلوم کہ باہمی نزاع سے کیا کیا صورتیں رونما ہوں...

پھر چونکہ سب اولاد سے برابر محبت ہوتی ہے اس لئے ایک دوسری دقت پیش آئے گی کہ ایک کے وصال سے اتنا سرور نہ ہوگا جتنا کہ اوروں کے فراق سے رنج اٹھانا پڑے گا... پھر اس وجہ سے کہ خدا جانے کیا کیا فتنے برپا ہوں... بہر طور اس نظام میں خرابیوں اور بربادیوں کے دروازے کھل جاتے ہیں...

اس لئے شریعت حقہ نے ایک عورت کے لئے متعدد شوہروں کو ممنوع قرار دیا...

ہندوؤں کی بعض قوموں میں ایک عورت کا پانچ پانڈوں کے نکاح میں ہونا جائز اور روا ہے...

ان بے غیرتوں کو اس کا احساس نہیں کہ ایک عورت کا کبھی کسی سے اور کبھی کسی سے ہم آغوش اور ہم کنار ہونا سراسر بے غیرتی اور بے حیائی ہے... اسلام عزت اور عفت اور عصمت کا مذہب ہے...

اس میں اس بے غیرتی کی کوئی گنجائش نہیں... ہاں اگر کوئی عورت بے غیرت بن جائے تو اس کو اپنے نفس کا اختیار ہے...

ہندوؤں کی طرح اگر اس کو پانچ پانڈے میسر آجائیں اور وہ اس کو قبول بھی کر لیں تو کر لے...

تمام انبیاء کرام کے مسلمہ حکمتوں میں ایک حکمت یہ ہے کہ اذا فاتک الحیآء فاصنع ماشئت جب تجھ سے حیاء جاتی رہی تو پھر جو چاہے کر...

جمعہ کے دن کے سنت اعمال

۱- غسل کرنا' اور غسل میں خطمی استعمال کرنا...

۲- ناخن کٹوانا' ہاتھ کے ناخن کاٹنے میں ترتیب مسنون یہ ہے سیدھے ہاتھ کی شہادت کی انگلی' بیچ کی انگلی' اس کے برابر والی انگلی' چھنگلیا' پھر الٹے ہاتھ کی چھنگلیا' اس کے برابر والی انگلی' بیچ والی انگلی' اس کے برابر والی انگلی' انگوٹھا' پھر سیدھے ہاتھ کا انگوٹھا...

اور پاؤں کے ناخن کاٹنے میں ترتیب مسنون یہ ہے کہ دائیں پاؤں کی چھنگلی سے شروع کر کے بائیں پاؤں کی چھنگلی پر ختم کرنا...

۳- خوشبو لگانا ۴- سورۂ کہف پڑھنا...

۵- جمعہ کی آخری ساعت میں دعاؤں کا اہتمام کرنا... ۶- کثرت درود شریف

۷- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یہ نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد اپنی جگہ سے اٹھنے سے پہلے اسی مرتبہ یہ درود شریف پڑھے:...

اللھم صل علیٰ محمد ن النبی الامی و علیٰ آلہ و سلم تسلیماً

اس کے اسی (۸۰) سال کے گناہ معاف ہوں گے اور اسی (۸۰) سال کی عبادت کا ثواب اس کے لئے لکھا جائے گا...

معجزات

حضرت مولانا تھانوی قدس سرہ العزیز کے نزدیک معجزہ کی حقیقت

''معجزہ صرف یہ ہے کہ ان کے صدور میں اسباب طبعیہ کو اصلاً دخل نہیں ہوتا نہ جلیہ کو نہ خفیہ کو نہ صاحب معجزہ کی کسی قوت کو نہ خارجی قوت کو، وہ براہ راست حق تعالیٰ کی مشیت سے بلاتوسط اسباب عادیہ کے واقع ہوتا ہے، جیسا صادر اول بلا کسی واسطہ کے صادر ہوا ہے (یعنی فلاسفہ کے نزدیک) پھر قیامت تک بھی کوئی شخص اس میں سبب طبعی نہیں بتلاسکتا کیونکہ معدوم کو موجود کون ثابت کرسکتا ہے...

ورنہ اگر معجزہ سے کسی زمانہ خاص میں صاحب معجزہ کی تائید ہوجاتی تو دوسرے زمانے میں اس کے سبب خفی بتلانے سے اس کی تکذیب ہوجاتی تو کسی نبی کی نبوت پر یقین مؤید نہیں ہوسکتا، وھذا کما تریٰ یہی سبب ہے کہ معجزہ پر اس کے بظاہر ہم جنس کے ماہرین نے کوئی سبب خفی بتلا کر باقاعدہ شبہ نہیں کیا...

نہ اس کی مثل کو ظاہر کرکے مقاومت کرسکے، بالخصوص اگر نبی کی قوت اس کا سبب ہوتی تو موسیٰ علیہ السلام اپنے معجزہ سے خود نہ ڈر جاتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض فرمائشی معجزات کی تمنا پر یہ نہ فرمایا جاتا فان استطعت ان تبتغی نفقا فی الارض او سلما فی السماء فتاتیھم بایٰة اور استناد الی الاسباب الخفیہ کے احتمال پر معجزہ و دیگر عجائب طبعیہ میں کوئی فرق واقعی نہیں

رہتا.......... اور انضمام اخلاق وکمالات کے ساتھ جو اس کو دلیل کہا گیا ہے تو ان اخلاق کی مخصوصہ نوعیت کو پہچاننے میں جتنی غلطی ہوسکتی ہے، وہ معجزات کے متعلق غلطی ہونے سے کہیں زیادہ ہے (بوادر النوادر ص ۳۸۲ ج ۲)

حضرت قدس سرہ نے ان مختصر کلمات میں وہ سب کچھ فرمادیا ہے جو اس سے قبل کے اوراق میں لکھا جاچکا ہے، بلکہ ان کی تقریر وتوضیح میں کچھ اضافہ بھی فرمادیا ہے، جملہ ۴ سے یہ صاف واضح ہے کہ معجزہ کبھی اضافی نہیں ہوسکتا اور انسان کے علم کے اضافی ہونے کے باوجود یہ حقیقت پھر اپنی جگہ ثابت رہتی ہے کہ قیامت تک کوئی شخص اس کا سبب طبعی نہیں بتلاسکتا، چھٹے جملے میں اس کی پوری وضاحت کردی گئی ہے کہ کسی نبی کے اخلاق وکمالات میں اگرچہ اعجاز کی کتنی ہی روح موجود ہو لیکن ان کا یہ اعجاز نظری ہوتا ہے، لہٰذا ان کو معجزہ بنا کر پیش نہیں کیا جاسکتا، اس بیان سے یہ بھی ظاہر ہوجاتا ہے کہ حسی معجزات کا سطحی اور اخلاق وکمالات کا حقیقی معجزہ نام رکھنا ان کی صحیح تعبیر نہیں ہے، بلکہ بہت زیادہ غلطی میں ڈالنے والی ہے...

ایک پیالہ پانی ستر اسی آدمیوں کا وضو کرلینا

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ پانی طلب فرمایا... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک کشادہ پیالہ پیش کیا گیا اور لوگوں نے اس سے وضو کرنا شروع کردیا... راوی کہتا ہے کہ میں نے اندازہ لگایا تو کوئی ستر اور اسی کے درمیان لوگ تھے... (شیخین)

یہی واقعہ بعض روایات میں اس طرح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر میں باہر تشریف لے گئے اور اس سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ صحابہ بھی تھے وہ چلتے رہے یہاں تک کہ نماز کا وقت آ گیا اور وضو کے لئے پانی نہ مل سکا... قافلہ میں سے ایک شخص گیا اور ایک پیالہ میں تھوڑا سا پانی لے کر آیا... رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو لے کر وضو فرمایا اور اپنی چاروں انگلیاں پانی کے پیالے پر پھیلا دیں اور فرمایا لوگو اٹھو اور وضو کرلو... یہ لوگ ستر یا کچھ کم وبیش ہوں گے...

لعاب دہن اور دست مبارک کی برکت وتاثیر

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ کا درست ہونا

عاصم بن عمر بن قتادہ رضی اللہ عنہ اپنے والد قتادہ بن نعمان سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ احد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ لڑتے ہوئے ان کی آنکھ میں زخم لگا اور وہ رخسار پر لٹک آئی... لوگوں نے چاہا کہ اسے کاٹ کر پھینک دیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ کے لئے پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں ایسا نہ کرو... پھر ان کو بلایا اور اپنی ہتھیلی سے ان کی آنکھ کے حلقہ کو ذرا دبا دیا تو انہیں معلوم ہی نہیں ہوتا تھا کہ ان کی کونسی آنکھ میں زخم آیا تھا اور وہ آنکھ دوسری آنکھ سے زیادہ خوبصورت اور زیادہ تیز ہوگئی تھی... اور ایک روایت میں یوں ہے کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھ کے ڈھیلے کو اوپر اٹھایا اور اس کو اس کی جگہ پر جما دیا پھر اسے اپنی ہتھیلی سے ذرا دبا دیا اور یوں دعا فرمائی اے الٰہی! اس کو خوبصورتی اور جمال عطا فرما تو پھر ان کے انتقال تک یہ حال رہا کہ ان سے جو بھی ملتا اس کو کبھی یہ معلوم ہی نہ ہوتا کہ ان کی کس آنکھ میں زخم لگا تھا... (بخاری مسلم)

حضرت عبداللہ بن عتیک کی ٹانگ کا درست ہونا

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابورافع یہودی کے قتل کے لئے چند انصاریوں کو مقرر کیا اور ان پر عبداللہ بن عتیک کو امیر بنایا... یہ ابورافع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت ایذا دیا کرتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لوگوں کی مدد کیا کرتا تھا...

سرزمین حجاز میں اس کی ایک زمین تھی وہیں وہ رہا کرتا تھا... جب یہ لوگ اس

کے قریب پہنچ گئے اور سورج ڈوب گیا اور لوگ اپنے اپنے ڈھوروں کو لے کر چلے گئے تو عبداللہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ آپ لوگ یہیں بیٹھیں میں اکیلا جاتا ہوں اور دربان سے ملاطفت اور بہلانے کی باتیں کروں گا شاید میں اندر جا سکوں...

راوی کہتے ہیں کہ یہ کہہ کر وہ آگے بڑھے یہاں تک کہ پھاٹک کے قریب پہنچے پھر چادر سے ڈھاٹا باندھا گویا وہ قضائے حاجت کرنے گئے تھے... بہت سے لوگ اندر جا چکے تھے تو دربار نے ان کو دیکھ کر پکار کر کہا' اے اللہ کے بندے اگر اندر آنا چاہتے ہو تو جلد آ جاؤ میں اب پھاٹک بند کرنا چاہتا ہوں...

میں اندر داخل ہو گیا اور ایک جگہ چھپ کر بیٹھ گیا... جب اور لوگ بھی اندر داخل ہو لئے تو اس نے پھاٹک بند کر دیا... پھر کنجیوں کا گچھا ایک کھونٹی پر لٹکا دیا... عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے کنجیوں کے پاس جا کر ان پر قبضہ کیا اور پھاٹک کا قفل کھول دیا ابو رافع کے پاس رات کو کہانیاں کہی جاتی تھیں... وہ اپنے ایک اوپر کے کمرے میں تھا... جب ابو رافع کے پاس سے اس کے افسانہ گو بھی اٹھ کر چلے گئے تو میں اس کے کوٹھے پر چڑھا اور جس دروازہ کو کھول کر میں اندر جاتا اندر سے اسے بند بھی کرتا جاتا تھا...

میں نے دل میں سوچا کہ میرے ساتھیوں کو اگر میرے متعلق کچھ خطرہ بھی گزرے اور وہ میری مدد کو میرے پاس آنا چاہیں گے تو وہ میرے پاس پہنچنے بھی نہ پائیں گے کہ اس وقت تک ان شاء اللہ میں اسے قتل کر چکا ہوں گا... غرض میں اس کے پاس پہنچ گیا تو معلوم ہوا کہ ایک اندھیرے کمرہ میں اپنے اہل وعیال کے بیچ میں ہے مگر میں نہیں سمجھ سکتا تھا کہ وہ اس کوٹھڑی میں کس جگہ پر ہے تو میں نے اس کا نام لے کر پکارا... ابو رافع! وہ بولا کون ہے؟

بس میں آواز پر انداز سے بڑھا اور میں نے اس پر تلوار کا ایک وار کیا... میں کچھ گھبرایا ہوا تھا... اس لئے کام پورا کر نہیں سکا اور وہ چیخا تو میں کمرے سے باہر نکل گیا... بس تھوڑی دیر ٹھہر کر میں پھر کوٹھڑی کے اندر گیا اور میں نے (آواز بدل کر) پوچھا اے

ابورافع یہ آواز کیسی تھی؟ کیا ہوا؟ وہ بولا ارے تیری ماں پر مصیبت آ ٹوٹے... گھر میں کوئی آدمی ابھی مجھے تلوار مار گیا ہے... راوی کہتے ہیں کہ میں نے اس پر ایک وار اور کیا... جس سے اس کا خون بہت بہہ گیا... مگر ابھی وہ مرا نہیں تھا...

اس کے بعد میں نے تلوار کی نوک اس کے پیٹ میں جھونک دی کہ پیٹھ تک دھنستی چلی گئی تب میں نے سمجھ لیا کہ اب میں نے اسے مار ڈالا پھر میں ایک ایک کر کے تمام دروازے کھولنے لگا یہاں تک کہ میں سیڑھی کے ختم تک پہنچ گیا...

اس کے بعد میں نے اپنا پیر یہ سمجھ کر رکھا کہ میں (سیڑھیاں ختم کر چکا اور) زمین پر پیر رکھ رہا ہوں تو چاندنی رات میں میں زمین پر گر پڑا کہ میری پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی... میں نے اسے اپنے عمامہ سے کس کر باندھا پھر میں چلا اور پھاٹک کے پاس جا کر بیٹھ گیا اور دل میں یہ سوچا کہ میں اس وقت تک یہاں سے نہ ٹلوں گا جب تک کہ یقینی طور پر نہ معلوم کر لوں کہ میں نے قتل بھی کر دیا...

جب صبح کے وقت مرغ نے بانگ دی تو ایک خبر مرگ دینے والے نے فصیل پر چڑھ کر پکار کر کہا کہ میں حجاز والوں کے تاجر ابورافع کی موت کی خبر سناتا ہوں...

تب میں اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا اور میں نے کہا بس اب بھاگ چلو... اللہ تعالیٰ نے ابورافع کو قتل کر دیا... راوی کہتے ہیں کہ پھر ہم سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور آپ سے سارے واقعات بیان کئے... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی ٹانگ پھیلاؤ تو میں نے اپنی ٹانگ پھیلا دی... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اپنا دست مبارک پھیر دیا... بس ایسا معلوم ہوا کہ جیسے اس میں کوئی تکلیف ہی نہ تھی... (رواہ البخاری)

حضرت عمر بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کی بیماری کا دور ہونا

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مجھ کو طائف پر عامل مقرر کر کے بھیجا تو وہاں پہنچ کر مجھ کو یہ شکایت

ہوگئی کہ نماز میں میری ایسی حالت ہو جاتی کہ مجھ کو یہی خبر نہ رہتی کہ میں کیا پڑھتا ہوں... جب میں نے یہ حالت دیکھی تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعجب سے فرمایا ابن ابی العاص رضی اللہ عنہ؟ ضرور کسی ضرورت سے آئے ہو... میں نے عرض کی یا رسول اللہ! نماز میں میرے سامنے کوئی چیز ایسی آجاتی ہے کہ مجھ کو یہی خبر نہیں رہتی کہ میں کیا پڑھتا ہوں... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ شیطان ہے... ذرا قریب آؤ... میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آ گیا اور اپنے دونوں پیروں پر بیٹھ گیا... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر مارا اور میرے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور فرمایا...

''او خدا کے دشمن نکل جا''... تین بار ایسا ہی کیا... اس کے بعد فرمایا: اچھا جاؤ اب اپنے کام پر جاؤ... عثمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں بقسم کہتا ہوں کہ اس کے بعد پھر کبھی مجھ کو اس کا اثر نہیں ہوا... (ابن ماجہ)

فائدہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک اور لعاب دہن کا یہ اعجازی اثر دوسرے مقامات میں بھی نظر آتا ہے... اس لئے اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمانی برکات و معجزات میں بھی شمار کیا جا سکتا ہے...

بیمار بچہ کا صحت مند ہونا

ام جندب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے دسویں تاریخ کو وادی کے اندر کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمرۃ العقبہ کی رمی کرتے ہوئے دیکھا... جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے قبیلہ خثعم کی ایک عورت اپنا بچہ لئے ہوئے آئی جو کچھ بیمار تھا اور بول نہیں سکتا تھا اس نے عرض کی یا رسول اللہ! یہ میرا بچہ ہے اور خاندان بھر میں بس یہی رہ گیا ہے اور اس کو کوئی بیماری ہے جس کی وجہ سے یہ بولتا نہیں...

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا تو تھوڑا سا پانی لاؤ... پانی حاضر کیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں دست مبارک دھوئے اور منہ میں پانی لے کر کلی کی اور وہ پانی اس کو دیدیا اور فرمایا کہ یہ پانی بچہ کو پلا اور کچھ اس پر چھڑک اور اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے اس کی صحت کی دعا کر...

میں نے ان سے درخواست کی کہ اس پانی میں سے ذرا سا مجھ کو دید یجئے... انہوں نے فرمایا کہ یہ تو صرف اس بیمار بچہ کے لئے ہے یہ بیان کرتی ہیں کہ آئندہ سال میری اس عورت سے پھر ملاقات ہوئی تو میں نے اس سے اس کے بچہ کا حال پوچھا اس نے کہا وہ بالکل اچھا ہو گیا اور ایسا سمجھدار ہو گیا کہ عام لوگ ایسے سمجھدار نہیں ہوتے... (ابن ماجہ)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے زخم کا صحیح ہونا

یزید بن عبید بیان کرتے ہیں کہ سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی پنڈلی میں ایک زخم کا نشان دیکھا تو میں نے کہا اے ابومسلم... یہ زخم کیسا ہے؟ کہنے لگے یہ اس زخم کا نشان ہے جو میں نے جنگ خیبر میں کھایا تھا تو لوگوں نے شور مچایا کہ لو سلمہ تو کام آ گئے... ان کا بیان ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس میں تین بار پھونک ماردی... اُس وقت سے آج تک مجھے کوئی تکلیف ہی نہیں ہوئی...

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھ کا تندرست ہونا

حضرت سہل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جنگ خیبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل میں ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ خیبر کی فتح نصیب فرمائے گا اور اس کو اللہ اور اس کا رسول پیارے ہیں اور وہ بھی اللہ اور اس کے رسول کا پیارا ہے... اس بشارت کو سن کر لوگ تمام شب بے چین رہے کہ دیکھئے کل جھنڈا کس کو ملتا ہے... (یہ بشارت کس کے نصیب میں ہے) دوسرے دن ہر شخص اسی

امید میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہوا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا علی رضی اللہ عنہ کہاں ہیں... لوگوں نے عرض کی ان کی آنکھیں دکھ رہی ہیں... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلایا وہ آئے... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا اور دعا فرمائی بس اسی وقت وہ ایسی صاف ہو گئیں گویا ان میں کوئی تکلیف ہی نہ تھی... پھر جھنڈا ان کے حوالے فرما دیا... (بخاری شریف)

فائدہ

مسند احمد' نسائی' ابن حبان اور حاکم میں ہے کہ شروع میں جھنڈا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رہا پھر دوسرے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رہا مگر خیبر فتح نہ ہو سکا اور کیسے فتح ہوتا جبکہ عالم تقدیر میں فاتح خیبر حضرت علی رضی اللہ عنہ قرار پا چکے تھے بالآخر تیسرے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا ان کے حوالہ فرمایا اور عالم تقدیر کی بشارت پہلے سنا دی کہ خیبر کی فتح ان ہی کے ہاتھوں پر مقدر ہے... سبحان اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بھی کیسی جامع صفات تھی کہ جب ان کی تجلیات صحابہ میں نظر آتی ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے گویا ان میں ہر شخص جدا جدا افضل و کمال کا مالک ہے... ان کے لعاب دہن پر ماں باپ قربان جس کی معجزانہ تاثیر سے حضرت علی رضی اللہ عنہ آن کی آن میں شفایاب ہو گئے...

درختوں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلنا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ چلے یہاں تک کہ ایک چٹیل وادی میں اترے... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کو چلے تو میں بھی ایک لوٹے میں پانی لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے چلا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ادھر ادھر نظر ڈالی تو کوئی ایسی جگہ نہ ملی... جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پردہ کر سکتے دیکھا تو وادی کے کنارے دو درخت نظر

آئے... حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے ایک کے پاس پہنچے اور اس کی دو ٹہنیاں پکڑ کر فرمایا... اللہ کے حکم سے میرے کہنے پر چل اور میرا حکم مان... وہ درخت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم پا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اس طرح چلا آیا جیسے کوئی اونٹ اپنی نکیل کھینچنے والے کے ساتھ ساتھ چلتا ہو... اس کے بعد دوسرے درخت کے پاس پہنچے اور اس کی ایک ٹہنی پکڑ کر یہی فرمایا... اللہ کے حکم سے میرے کہنے پر چلا آ... وہ آپ کے حکم کو مان کر اسی طرح چلا آیا...

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے بیچ میں آ کر دونوں کو ملایا اور فرمایا تم دونوں اللہ کے حکم سے پاس پاس جڑ جاؤ تو وہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آس پاس جڑ گئے تو میں وہاں سے تیزی سے کھسک گیا کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا قریب ہونا محسوس نہ فرمالیں تو میں دور چلا گیا اور میں بیٹھ کر دل سے باتیں کرنے لگا... بس میں تھوڑی ہی دیر ذرا غافل ہوا ہوں گا کیا دیکھتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سامنے سے تشریف لا رہے ہیں اور وہ دونوں درخت الگ الگ ہو کر اپنے اپنے تنہ پر پہلے کی طرح کھڑے ہیں... (مسلم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا مبارک سے حصولِ ہدایت اور علم و مال میں خیر و برکت

حضرت جریر رضی اللہ عنہ کے لئے دعا

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار مجھ کو خطاب کر کے فرمایا کیا تم اس "ذی الخلصہ" (بت کدہ) کو نیست و نابود کر کے مجھ کو راحت نہیں پہنچا سکتے... میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور میں گھوڑے پر جم کر سوار نہیں ہو سکتا تھا اس لئے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی اس شکایت کا تذکرہ کر دیا... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر اپنے دست

مبارک کی ایک ضرب لگائی جس کا اثر میں نے اپنے سینے میں محسوس کیا پھر یہ دعا دی ''خداوند اس کو جم کر بیٹھنے کی قوت عطا فرما اور اس کو ہادی و مہدی بنا دے''...

یہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد آج کا دن ہے کہ میں اپنے گھوڑے سے کبھی نہیں گرا... الغرض قبیلہ احمس کے ڈیڑھ سو سوار لے کر یہ گئے اور اس بت کدہ کو توڑ پھوڑ کر جلا کر خاک سیاہ کر کے چلے آئے... (متفق علیہ)

صحیح بخاری میں اتنا اور ہے کہ جب ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ نے مجھ کو اور قبیلہ احمس کو دعا دی...

فائدہ

یہ حدیث صحیح بخاری میں بھی موجود ہے لیکن ہمارے بعض سیرت نگاروں نے اس کو صرف صحیح مسلم کے حوالہ سے نقل کیا ہے... امام بخاری رحمہ اللہ نے باب مناقب جریر بن عبداللہ میں اس واقعہ کو کچھ تغیر کے ساتھ ذکر کیا ہے...

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے دعا کا کرشمہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی اے میرے اللہ! عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ یا ابوجہل بن ہشام میں سے تجھے جو شخص محبوب اور پیارا ہو اس کو اسلام کی توفیق دے کر اسلام کو قوت اور غلبہ عطا فرما... تو بس عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہی اللہ تعالیٰ کو زیادہ پیارے اور محبوب تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے...

روایت میں ہے کہ یہ دعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدھ کے دن فرمائی تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ جمعرات کو اسلام لے آئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ اسلام کو سربلند فرمایا... عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے ہم سب باعزت اور سربلند ہو گئے... (بخاری شریف)

فائدہ

تقدیرِ الٰہی سے اسلام ان دو میں سے صرف ایک ہی کا مقدور طے تھا اس وجہ سے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے دعا کا عنوان بھی اسی کے مطابق صادر ہوا کہ اے اللہ اسلام کو عزت دے ان دو میں سے اس ایک کے اسلام کے ذریعہ جو تیری بارگاہ میں زیادہ محبوب ہو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ذریعہ یا ابوجہل بن ہشام کے ذریعے...

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے لئے دعا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ انہوں نے ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے لئے پانی رکھ دیا اور اس وقت خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلا تشریف لے گئے تھے... جب آپ تشریف لائے تو دریافت فرمایا یہ پانی کس نے رکھا ہے؟ تو عرض کیا گیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے...

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اے میرے اللہ ان کو دین کی سمجھ اور علم تفسیر عطا فرما... (ایک دوسری روایت میں ہے کہ) ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سینہ مبارک سے لگا کر پھر یہ دعا فرمائی... الٰہی ان کو قرآن کا علم دے اور ایک روایت میں ہے کہ کتاب اور حکمت کا علم دے...

پھر آپ کی دعا کی مقبولیت کے آثار ظاہر ہوئے کہ لوگ ان کو ''حبر امت'' کہنے لگے... ان کے بارہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر ابن عباس رضی اللہ عنہما ہم لوگوں کی عمر کے ہوتے تو ہم میں سے کوئی بھی ان کو دس بہترین آدمیوں میں سے (عشرہ مبشرہ) خارج نہ کرسکتا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اکثر معاملات میں ان کو آگے بڑھاتے تھے اور ان کو اکابر صحابہ میں داخل کیا کرتے تھے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا علم تو لوگوں میں مشہور ہی ہے... (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کے لئے دعا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری والدہ مشرکہ تھیں اور میں ان کو دعوت اسلام دیا کرتا تھا ایک دن کا واقعہ ہے کہ میں نے ان سے اسلام قبول کرنے کے لئے کہا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مجھ کو ایک ایسی بات سنائی جس کو میں سن نہ سکا... اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روتا ہوا پہنچا اور بولا یا رسول اللہ میں اپنی والدہ کو ہمیشہ اسلام کی دعوت دیا کرتا مگر وہ اس کے قبول کرنے سے انکار کرتی رہیں لیکن آج کا واقعہ ہے کہ میں نے ان کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مجھ کو ایسی بات سنائی جس کو میں سن نہ سکا تو اب اللہ تعالیٰ سے دعا فرما دیجئے کہ وہ ابو ہریرہ کی والدہ کو ہدایت نصیب فرما دے...

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً یہ دعا دی کہ الٰہی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ماں کو اسلام کی توفیق بخش دے... پھر کیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی وجہ سے میں خوش ہوتا ہوا گھر کے دروازے کے پاس پہنچا کیا دیکھتا ہوں کہ وہ بھڑا ہوا ہے میری والدہ نے میرے پیروں کی آہٹ پائی تو فرمایا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ باہر ہی رہنا... ادھر مجھ کو پانی بہانے کی آواز آئی وہ غسل فرما چکی تھیں اور اپنا کرتہ پہن رہی تھیں...

فوراً اپنی اوڑھنی اوڑھنے کے لئے جھپٹیں اور فوراً دروازہ کھول دیا اور مجھ کو آواز دے کر بولیں... اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمداً رسول الله اس مرتبہ خوشی کے مارے روتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا اور میں نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مبارک ہو...

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول فرمالی... اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کو اسلام قبول کرنے کی ہدایت نصیب فرمائی... اسی وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کی تعریف اور دعا کے کلمات فرمائے... یہ سماں دیکھ کر میں بول پڑا یا رسول اللہ! اب

یہ دعا بھی کر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو اور میری والدہ کو مسلمانوں میں محبوب بنا دے...اور ان کو ہماری نظروں میں محبوب بنا دے...آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اسی وقت دعا دی الٰہی اپنے اس بندہ یعنی ابو ہریرہ کو اور اس کی والدہ کو اپنے مومن بندوں کی نظروں میں محبوب بنا دے اور مومنوں کو ان کی نظروں میں محبوب بنا دے...اس کے بعد پھر کوئی مومن نہ بچا جو مجھ کو دیکھے بغیر صرف میرا نام سن کر مجھے محبوب نہ رکھتا ہو...(مسلم شریف)

فائدہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں اکثر یہ اثر دیکھا گیا ہے کہ پلک جھپکنے نہ پاتی کہ وہ در استجابت پر جا پہنچتی ادھر آپ دعا فرماتے ادھر آثار قبولیت و برکات نظروں کے سامنے آ جاتے...اس کے تجربے صرف ایک دو بار نہیں شب و روز صحابہ رضی اللہ عنہم دیکھا کرتے تھے اور ان میں سے کچھ خوش نصیب آنکھیں آج بھی دیکھتی رہتی ہیں...ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کو کہاں وہ ضد اور آن کی آن میں کہاں یہ کایا پلٹ...اب اگر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ خوشی کے چند آنسو نہ بہا دیتے تو اور کیا کرتے...

غلاموں کا ناز دیکھئے کہ دوسری دعا کے لئے بکھر پڑے اور آقا کی ناز برداری دیکھئے کہ اسی وقت فوراً دعا کے لئے تیار ہو گئے...

پھر رب السموٰات والارضین کی رحمت کا نظارہ کیجئے کہ کس طرح اس نے در اجابت وا کر دیئے کہ آپ کی دونوں دعاؤں کے اثر...اس طرح ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے دیکھ لئے جیسا ہاتھ کی انگلیاں جس میں نہ کوئی استعارہ تھا نہ مجاز نہ کوئی آنکھوں کی الٹ پھیر...اسی لئے یہاں معتزلہ بیچارے بھی اقرار کر لینے پر مجبور ہو گئے اور استجابت دعا کے معجزہ ہونے کے وہ بھی قائل ہو گئے...

حضرت رافع رضی اللہ عنہ کی بچی کا واقعہ

حضرت رافع بن سنان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور

میری بیوی نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا... ہماری ایک لڑکی تھی اس کے بارے میں جھگڑا ہوا اس کو کون لے... میری بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بولی یہ بالکل بچی ہے ابھی ابھی اس کا دودھ چھوٹا ہے...

رافع نے کہا یہ میری لڑکی ہے مجھ کو ملنی چاہئے یہ دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رافع سے کہا جاؤ ایک گوشہ میں جا کر بیٹھ جاؤ اور عورت سے کہا تم بھی دوسرے گوشہ میں جا کر بیٹھ جاؤ پھر لڑکی کو ان دونوں کے درمیان بٹھا دیا اس کے بعد اس کے والدین سے فرمایا اس کو بلاؤ وہ جدھر چلی جائے اسی کے پاس لڑکی رہے گی... وہ لڑکی اپنی ماں کی طرف جانے لگی... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی خداوندا! اس کو ہدایت عطا فرما... بس وہ فوراً اپنے باپ کی طرف آ گئی اور فیصلہ کے مطابق انہوں نے اپنی لڑکی لے لی...

فائدہ

کسی نے اس کو اسلامی فیصلہ سمجھ کر تخییر کا حکم باقی رکھا ہے... اور کسی کا خیال یہ ہے کہ یہ کھلا ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا اثر تھا... منظور یہ تھا کہ اسلام و کفر کے اختلاف کے ہوتے ہوئے بچی مسلمان رہے اور طرف داری بھی ثابت نہ ہو...

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے لئے برکت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ پر (زعفرانی) زردی کا اثر دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا یہ کیسا رنگ ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے ایک عورت سے شادی کی ہے... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کس قدر مہر اس کو دیا ہے... عرض کیا (یا رسول اللہ) گٹھلی بھر سونا... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائے برکت دی اور فرمایا ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری سے ہی کر سکو... (بخاری و مسلم)

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب وہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت کے دستور کے مطابق ان کا

اور سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ کا بھائی چارہ کرادیا اس کے بعد سعد نے چاہا کہ اس رشتہ کے موافق عبدالرحمٰن ان کے مال اور بیویوں میں نصف نصف کے شریک ہو جائیں (حتیٰ کہ وہ ایک بیوی کو طلاق دیدیں اور عبدالرحمٰن اس سے نکاح کر لیں) عبدالرحمٰن نے اس بے نظیر پیشکش کے جواب میں کہا' اللہ تمہارے اہل و مال میں برکت عطا فرمائے مجھ کو تو تم بازار بتادو کدھر ہے... یہ گئے اور معمولی سی تجارت کر کے اتنا نفع حاصل کرلیا کہ اس سے کچھ گھی اور کچھ پنیر خرید کر اپنے گھر واپس آئے...

دوسرے دن پھر گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت کا پورا قصہ نقل کیا... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے اثر سے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اتنے مالدار ہو گئے کہ حسب بیان زہری چار لاکھ دینار تو انہوں نے صدقہ و خیرات میں صرف کئے اور پانچ سو گھوڑے اور پانچ سو اونٹ جہاد کے لئے لوگوں کو دیئے تھے...

زہری کہتے ہیں کہ ان کا یہ سب مال تجارت کی کمائی کا تھا... محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ ان کی بیبیوں نے جب ان کے ترکہ میں اپنا آٹھواں حصہ باہم تقسیم کیا تو ہر ایک کے حصہ میں ۳۲۰۰۰۰ آیا...

زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے بدری صحابہ کے لئے وصیت کی ان میں ہر شخص کو چار سو دینار دیئے جائیں وہ اس وقت شمار کئے گئے تو اس وقت وہ سو کی تعداد میں موجود تھے... عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ام بکر کا بیان ہے کہ عبدالرحمٰن نے چالیس ہزار دینار کی ایک زمین فروخت کی تھی اور اس کو فقراء مہاجرین اور بنو زہرہ کے محتاج اور امہات المومنین میں تقسیم کردیا تھا.. محمد بن عمرو کہتے ہیں کہ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے امہات المومنین کے لئے ایک باغ کی وصیت کی تھی جس کی قیمت لگائی گئی تو چار لاکھ تھی...

مہمانوں سے پہلے کھانے کا انتظام

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فرزند ابو محمد بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں

کہ اصحاب صفہ محتاج لوگ تھے...ان کا انتظام مدت تک یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیتے کہ جس کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ تیسرا شخص اپنے ہمراہ لے جائے اور جس کے پاس چار کا کھانا ہو وہ پانچویں یا چھٹے شخص کو ساتھ لے جائے اور پھر اسی حساب سے بقیہ لوگ بھی اصحاب صفہ میں سے اپنے ہمراہ لے جائیں...

ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دس آدمیوں کو اپنے گھر لے گئے...ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس دن شب کا کھانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی تناول فرمایا اور عشاء کی نماز بھی وہیں ادا فرمائی...پھر بڑی رات گئے اپنے گھر آئے ان کی اہلیہ نے دریافت کیا کہ آپ کو اپنے مہمانوں کے ساتھ کھانا کھانے میں اتنی دیر کیوں ہوگئی؟ انہوں نے تعجب سے فرمایا ارے کیا اتنی رات گئے تک تم نے مہمانوں کو کھانا نہیں کھلایا؟

انہوں نے عرض کی کھانا تو ان کے سامنے پیش کر دیا گیا تھا مگر انہوں نے آپ کے آنے سے پہلے اس کا کھانا گوارا نہ کیا...میں یہ باتیں سن کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا غصہ سمجھ گیا اور گھر کے کسی گوشہ میں جا چھپا انہوں نے غصہ کے لہجہ میں مجھے آواز دی خوب برا بھلا کہہ کر فرمایا کہ تم سب کھانا کھاؤ اور خود کھانا کھانے پر قسم کھا بیٹھے...

آخر کار اس قسما قسمی کے بعد کھانا شروع ہو گیا اور بخدا جو لقمہ ہم اٹھاتے اس میں ایسی برکت نظر آتی کہ وہ جتنا کم ہوتا نیچے سے اس سے زیادہ ابھر جاتا...یہاں تک کہ ہم سب شکم سیر بھی ہو گئے اور کھانا جتنا تھا وہ پہلے سے زیادہ نظر آتا تھا...ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ ماجرا دیکھ کر اپنی بی بی سے بولے او بنی فراس کی بیٹی یہ کیا تماشہ ہے انہوں نے جواب دیا میرے آنکھوں کی ٹھنڈک...یہ تو پہلے سے بھی سہ گنا زیادہ معلوم ہوتا ہے...

اس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی اس میں سے کھایا اور اپنی اس ناگواری پر کہا کہ یہ سب شیطان کی بات تھی...مطلب یہ کہ میرا قسم کھا بیٹھنا ایک فعل شیطانی کا نتیجہ تھا...پھر ایک لقمہ لے کر اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے وہ

صبح تک آپ کے یہاں ہی رہا... اتفاق سے ہمارے اور کفار کے درمیان معاہدہ تھا اس کی مدت ختم ہوگئی اور ہم بارہ اشخاص متفرق طور پر چل دیئے... ہر شخص کے ساتھ کچھ لوگ ہو لئے... یہ پورا اندازہ خدا تعالیٰ ہی کو معلوم ہے کہ ہر ہر شخص کے ساتھ کتنے کتنے آدمی ہوں گے... مگر سب نے ہی وہ کھانا کھالیا...

فائدہ

اس ایک واقعہ سے عرب کی تہذیب واخلاق کی بلندی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے... چند دن قبل اسلام سے پیشتر وہ کس حالت میں پڑے ہوئے تھے اور اب کہاں سے کہاں جا پہنچے تھے... میزبانی کس انداز کی تھی اور مہمانوں کی تہذیب کس حد تک...

یہ معجزہ کچھ کم قابل اعتناء نہیں یہاں غصہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قسم کھالینے اور بعد میں اس کے توڑ دینے سے ایک شرعی مسئلہ بھی معلوم ہوگیا... اصحاب صفہ کی احتیاج اور ان کی اتنی باعزت طور پر ضیافت کا اندازہ بھی فرمایئے پھر اسی کے ساتھ اسلامی نظم و نسق کا حال بھی کچھ معلوم کیجئے کہ اب بھی کوئی ایسا نظام قائم کرسکتا ہے جو محتاجوں کو اپنے ابناء جنس بنا کر اس اکرام کے ساتھ ہمدردی کرتا ہو... آج جدید تعلیم کی بلند پروازیوں کے بعد بھی ایک دوسرے کی عزت و مال کا بھیڑیا بنا ہوا نظر آتا ہے... یہ کوئی دنیوی قانون نہ تھا... بلکہ صرف خوف الٰہی کا ایک ادنیٰ کرشمہ تھا اور جب تک قوم میں پھر یہی خوف پیدا نہ ہوگا اس نظم کا قائم ہونا مشکل ہے... آپ ہزار قواعد بنائے جایئے وہ سب بددیانتی کے لئے خوشنما الفاظ سے زیادہ ثابت نہیں ہوسکتے...

اب رہا کھانے میں برکت یہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک روزمرہ کی بات تھی اور غریبوں کے لئے یہ خوان یغمان یونہی بچھا رہا کرتا تھا کبھی کم اور کبھی بیش... ہم کو حیرت اس پر ہے کہ معجزات کا مادی حل نکالنے والے بے چارے یہاں کیا حل تلاش کریں گے اگر وہ معذور نظر آئیں تو شروع سے ہی کسی دردسری کی بجائے ان کو معجزات کا باب انسانی قوانین سے الگ سمجھنا چاہیے...

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لئے دعا

بخاری نے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار ام سلیم رضی اللہ عنہا کے یہاں تشریف لے گئے تو وہ آپ کے پاس کچھ کھجوریں اور گھی لے آئیں... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ گھی اس کے برتن میں اور یہ اپنی کھجوریں اس کے تھیلے میں واپس رکھ دو... پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس گھر کے ایک کونہ میں جا کھڑے ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نفل نمازیں پڑھیں پھر ام سلیم رضی اللہ عنہا کے لئے اور ان کے گھر والوں کے لئے دعا فرمائی... ام سلیم نے کہا یا رسول اللہ! مجھے ایک خاص بات عرض کرنی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہو وہ کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گزار لڑکا انس ہے! راوی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا اور آخرت کی کوئی چیز نہ چھوڑی جس کی ان کے لئے دعا نہ کر دی ہو... اے اللہ ان کو مال اور اولاد دے اور ان کو اس میں برکت بھی دے...

بس یہی وجہ ہے کہ میں آج تمام انصاریوں میں سب سے زیادہ مالدار ہوں... اور مجھ سے میری لڑکی امینہ کہتی تھی کہ جب حجاج بصرہ کا حکم بن کر آیا ہے اس وقت تک کچھ اوپر ایک سو بیس تو خود میرے بچے دفن کئے جا چکے تھے اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حق میں تین باتوں کی دعا فرمائی... ان میں سے دو کا پورا ہونا تو میں نے دیکھ لیا اب آخرت میں تیسری دعا دیکھنے کی امید رکھتا ہوں...

ابوخلدہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوالعالیہ سے کہا کہ انس رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت انہوں نے دس سال تک کی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں دعا بھی فرمائی ہے ان کا پھلوں کا ایک باغ تھا اس میں سال بھر میں دو بار پھل آتے تھے اس میں ایک پیڑ تلسی (ریحان) کا بھی تھا جس میں سے مشک کی خوشبو آتی تھی...

اونٹ کے لئے دعا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک اونٹ پر سفر کر رہا تھا اور وہ بہت تھک گیا تھا... تو میں چاہتا تھا کہ اسے چھوڑ دوں کہتے ہیں کہ اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے برابر آ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چلانے کے لئے مارا اور اس کے لئے دعا بھی فرمائی تو پھر وہ ایسی چال چلنے لگا کہ پہلے اس طرح نہیں چل سکتا تھا... دوسری روایت میں یوں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ تمہارے اونٹ کو کیا ہو گیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ بیمار ہے... کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ذرا اپنی جگہ سے پیچھے کو ہٹے اور اس کے لئے دعا فرمائی... بس پھر وہ ہر اونٹ سے آگے ہی آگے چلنے لگا...

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا تمہارا اونٹ اب اچھا ہو گیا؟ میں نے کہا جی ہاں اب ٹھیک ہو گیا آپ کی دعاؤں کی برکتیں اسے مل گئیں... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا اسے میرے ہاتھ بیچ دو... (پھر پوری حدیث بیان کی) اور ترمذی وغیرہ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے میرے اللہ جب جب یہ سعد تجھ سے دعا مانگے تو ان کی دعا قبول فرما... دوسری روایت میں یوں ہے کہ اے میرے اللہ تو ان کی دعا قبول فرما اور ان کا نشانہ ٹھیک بٹھا... پھر یہ حال تھا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا ہر تیر نشانہ پر بیٹھتا تھا... اور ہر دعا قبول ہوتی تھی...

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے دعا

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار میں بیمار پڑا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کو آئے اس وقت میں یہ دعا کر رہا تھا کہ اے میرے اللہ اگر میرا وقت آ گیا ہے تو مجھے بیماری سے نجات دے کر راحت دے اور اگر ابھی نہیں آیا تو مجھے آرام کی زندگی عطا فرما اور اگر یہ ابتلا اور آزمائش ہے تو مجھے صبر عطا فرما... حضور صلی

اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی الٰہی ان کو مرض سے شفا دے... پھر فرمایا اٹھ کھڑے ہو تو بس میں اٹھ کھڑا ہوا پھر وہ درد مجھے دوبارہ کبھی نہیں ہوا... (حاکم)

مجاہدین بدر کے لئے دعا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بدر میں تین سو پندرہ صحابہ کے ساتھ میدان بدر میں نکلے جن کے حق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی الٰہی یہ سب پیادہ پا ہیں ان کو سواری عطا فرما... الٰہی یہ سب ننگے ہیں ان کو لباس دے... الٰہی یہ سب بھوکے ہیں ان کو پیٹ بھر کر رزق دے... اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ایسی دعا قبول فرمائی کہ فتح نصیب ہوئی اور ایک شخص بھی نہ بچا کہ جب وہ لوٹا تو اس کے پاس سواری کے لئے ایک یا دو اونٹ نہ ہوں اور سب کو پوشش بھی نصیب ہوئی اور سب شکم سیر بھی ہو گئے... (ابوداؤد)

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کے لئے دعا

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ (مؤذن مکہ اپنے اسلام اور مؤذن ہونے کا قصہ) بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حنین سے نکلے تو اہل مکہ میں سے دس افراد ان کی تلاش میں نکلے جن میں دسواں میں تھا... ہم نے نماز کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء کی اذانیں سنیں تو کھڑے ہو کر ان کا مذاق اڑانے کے لئے ہم نے بھی اذانیں دینی شروع کیں... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان میں ایک شخص کی اذان میں نے سنی جس کی آواز بہت اچھی تھی اور ہمارے بلانے کے لئے ایک شخص کو بھیجا... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہو کر ہم میں سے ہر ہر شخص نے اذان دی... سب سے آخر میں میں نے اذان دی...

جب میں اذان دے چکا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو بلایا اور سامنے بٹھا کر میری پیشانی کے اوپر اپنا دست مبارک پھیرا اور تین بار برکت کی دعا فرمائی اس کے بعد مجھ کو حکم دیا جاؤ اور بیت اللہ کے پاس جا کر اذان دیا کرو... (نسائی)

حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ کے لئے دعا

حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ بازار میں نکلتے تھے تو ان سے ابن زبیر اور ابن عمر رضی اللہ عنہ ملتے تو یہ دونوں ان سے کہتے ہم کو بھی اپنے ساتھ شریک کر لیجئے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لئے برکت کی دعا فرمائی تھی تو وہ ان کو بھی شریک کر لیتے... تو بسا اوقات تجارت میں ان کو اتنا نفع ہوتا کہ وہ اپنی اونٹنی سامان سے بھری ہوئی جوں کی توں اپنے گھر واپس کر دیتے... (بخاری)

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کے لئے دعا

حضرت عروہ بن ابی الجعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک دودھار بکری پیش ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک دینار عطا فرمایا اے عروہ! دودھ کے جانوروں میں جا کر ایک بکری خرید لاؤ... تو میں جانوروں میں گیا اور اس کے مالک سے بھاؤ تاؤ کیا تو میں نے اس سے ایک دینار میں دو بکریاں خریدیں اور میں انہیں ہنکاتا ہوا لایا... راستے میں مجھے ایک آدمی ملا اس نے مجھ سے ان کا بھاؤ تاؤ کیا تو میں نے اس کے ہاتھ ایک بکری ایک دینار میں بیچ دی اور ایک بکری اور ایک دینار ساتھ لایا اور عرض کیا یا رسول اللہ!

لیجئے یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دینار ہے اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بکری ہے... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ارے یہ تم نے کیا تدبیر کی تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سارا قصہ بیان کیا... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! ان کی خرید وفروخت میں برکت دیجئے... میں نے بچشم خود دیکھا کہ میں کوفہ کے کباڑ خانے میں جا کھڑا ہوتا تھا اور بال بچوں کے پاس پہنچنے سے پہلے پہلے چالیس ہزار منافعہ کما لیتا تھا... (احمد)

حضرت ام خالد رضی اللہ عنہا کے لئے دعا

حضرت ام خالد رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ

کپڑے لائے گئے جن میں ایک کالی اوڑھنی (یا قمیص) بھی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگوں کا کیا خیال ہے... یہ اوڑھنی میں کس کو پہنانا چاہتا ہوں؟

سب لوگ چپ رہے... اکبارگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ام خالد کو بلاؤ... لوگ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بلا کر لے گئے... تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ اوڑھنی مجھے پہنائی اور دوبار یہ دعا دی... خوب پرانا کر اور خوب پہن... پھر اوڑھنی کی دھاریوں کو دیکھنے لگے اور اپنے دست مبارک سے میری طرف اشارہ کر کے فرمایا اے ام خالد! یہ "سنا" ہے... سنا حبشی لفظ ہے اس کے معنی ہیں بہت اچھا تو وہ اوڑھنی بہت دنوں تک چلتی رہی اور یہاں تک باقی رہی کہ بوسیدہ ہوگئی... (بخاری، مسلم)

حضرت یزید کے لئے دعا

حضرت یزید عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ذرا میرے قریب آؤ... تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک میرے سر اور داڑھی پر پھیرا پھر فرمایا اے اللہ ان کو حسن و جمال عطا فرما اور ان کے حسن و جمال کو قائم رکھ... راوی ان کا حال یہ بتاتے ہیں کہ ان کی عمر کچھ اوپر اسی کی ہوئی مگر ان کی داڑھی میں بس چند ہی بال سفید ہوئے تھے... وہ بہت ہنس مکھ تھے اور مرتے مرتے ان کے چہرے پر جھریاں نہ پڑیں... (احمد)

ترمذی نے یوں روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے چہرے پر دست مبارک پھیرا اور میرے حق میں یہ دعا فرمائی... عروہ کہتے ہیں کہ وہ ایک سو بیس برس تک زندہ رہے مگر ان کے سر میں بس چند ہی بال سفید ہونے پائے تھے...

حضرت حنظلہ کے لئے دعا

حزیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (حنظلہ کے والد حنظلہ کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور) عرض کی یا رسول اللہ! میں ایک بوڑھا آدمی

ہوں اور یہ میرا سب سے چھوٹا لڑکا ہے... میں نے اپنا مال اسے بانٹ کر دے دیا ہے... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میاں لڑکے آگے آؤ... پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی کہ اللہ تجھ میں برکت دے...

یا یوں فرمایا کہ تجھ میں برکت ہو... راوی کہتے ہیں کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا یہ حال دیکھا کہ ان کے پاس ورم والا انسان (اور دوسری روایت بکری اور اونٹ بھی ہے) لایا جاتا اور حنظلہ اس پر بسم اللہ کہہ کر ہاتھ پھیر دیتے تو ورم اور سوجن اسی وقت ختم ہو جاتی اور ابو سفیان رضی اللہ عنہ (جن کا نام مدلوک ہے) بیان کرتے ہیں کہ وہ حنظلہ رضی اللہ عنہا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آئے تو وہ اسلام لے آئے...

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا فرمادی اور ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور ان کے لئے برکت کی دعا فرمائی... تو جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک ان کے سر کے اگلے حصہ پر رکھا تھا صرف وہ سیاہ رہا... (یعنی ضعیف العمری میں) بقیہ سر سفید ہو گیا تھا... (بخاری)

دست مبارک کی برکت

ابو العلیٰ بیان کرتے ہیں کہ میں قتادہ بن ملحان کے پاس ان کے مرض الموت میں ان کے پاس موجود تھا تو ایک شخص گھر کے آخری حصہ سے گزرے تو میں نے اس کا عکس حضرت قتادہ کے چہرہ پر دیکھا انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے چہرہ پر دست مبارک پھیر دیا تھا... راوی کہتے ہیں کہ اس سے پہلے جب بھی میں ان کو دیکھتا تھا تو ایسا معلوم ہوتا تھا گویا ان کے چہرہ پر روغن ملا گیا ہو... (امام احمد)

ایک نوجوان کی گستاخی پر حلم و درگزر

ابو امامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک نوجوان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! مجھ کو زنا کرنے کی اجازت دے دیجئے... اس نازیبا سوال پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے چاروں طرف سے اس کو ڈانٹ

پھنکار شروع کر دی اور خاموش خاموش' کا شور مچ گیا... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا ذرا قریب آ جا اور آپ کے قریب آ کر بیٹھ گیا... اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا بتا تو اپنی ماں کے ساتھ یہ فعل گوارا کرے گا؟

اس نے کہا آپ پر قربان جاؤں بخدا ہرگز نہیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اچھا تو پھر اور لوگ اس کو اپنی ماؤں کے حق میں کیسے گوارا کر سکتے ہیں... اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بیٹی کے متعلق یہی سوال کیا اور اسی طرح بہنوں' پھوپھیوں اور خالاؤں اس کے سب محارم کے متعلق یہی سوال کیا اور ہر ایک کے جواب میں وہ یہی کہتا رہا میری جان آپ پر قربان ہرگز نہیں...

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہی فرماتے رہے کہ جس عورت کے ساتھ بھی تو اس فعل کا ارادہ کرے گا وہ بھی ضرور کسی کی ماں' بیٹی' بہن' پھوپھی اور خالہ ہو گی تو پھر اور لوگ اس کو کیسے گوارا کر سکتے ہیں... راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اس پر رکھا اور یہ دعا کی خداوندا اس کے گناہ بخش دے اور اس کا دل پاکیزہ بنا دے اور اس کو پاک دامن بنا دے... بس وہ دن تھا کہ پھر وہی نوجوان کسی کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھتا تھا... (مسند احمد)

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل سے درگزر

امام بخاری رحمہ اللہ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ قتل میں وحشی قاتل حمزہ رضی اللہ عنہ کا بیان نقل فرماتے ہیں کہ جب سب لوگ مکہ کی طرف لوٹے تو میں بھی مکہ میں مقیم ہو گیا یہاں تک کہ (فتح مکہ کے بعد) اسلام پھیل گیا پھر میں طائف کی جانب نکل کھڑا ہوا تو لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قاصد روانہ کئے اور مجھ سے کسی نے کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ کسی قاصد کو پریشان نہ کرتے... اتفاق سے ایک جماعت قاصد بن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کی خدمت میں حاضر ہو رہی تھی' اس لئے میں بھی ان ہی کے ساتھ جا شامل ہوا... یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو بھی دیکھا تو فرمایا کیا وہ ''وحشی'' تو ہی ہے؟

میں نے عرض کی جی ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا اس بے رحمی کے ساتھ تو نے ہی حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا ہے؟ میں نے کہا کہ جو کچھ خبر آپ کو میری جانب سے پہنچی' سچی سچی بات تو وہی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا کیا تو اتنی سی بات کر سکتا ہے کہ اپنے چہرے کو میرے سامنے سے ہٹا لے (تا کہ تجھے دیکھ کر میرا غم تازہ نہ ہو اور مجھ کو اپنے پیارے چچا یاد نہ آئیں) یہ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان پر شرمندہ ہو کر باہر چلا گیا اور آپ کے سامنے نہ ٹھہر سکا...جب آپ کی وفات ہو گئی تو مسیلمہ کذاب کا فتنہ شروع ہو گیا میں نے دل میں کہا کہ میں بھی اس کے مقابلے کے لئے چلوں اور شاید اس کے قتل میں کامیاب ہو کر (کم از کم روز حشر میں تو آپ کو منہ دکھانے کے قابل ہو جاؤں) اور اس عمل سے شاید حمزہ رضی اللہ عنہ کے قتل کی کچھ مکافات کر سکوں... چنانچہ میں نے جانچ کر اس کی طرف اپنا نیزہ پھینکا بس وہ ٹھیک اس کے سینہ سے نکل کر اس کے پشت کی جانب سے نکل گیا...(بخاری شریف)

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات

(از مقالہ حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اصلی ہے اور باقی انبیاء علیہم السلام کی بالواسطہ ہے

جیسے آدم کی ابوّت اوّل بھی تھی اور وہی لوٹ پھر کر آخری بھی ثابت ہوتی تھی... ساتھ ہی اصلی اور بلاواسطہ بھی تھی... بقیہ سب باپوں کی ابوت ان کے واسطہ اور فیض سے تھی... ایسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اوّل بھی ہوئی اور لوٹ کر پھر آخری بھی اور ساتھ ہی اصلی اور بلاواسطہ بھی ہے کہ بقیہ سب انبیاء کی نبوتیں آپ کے واسطہ اور فیض سے ہیں... پس جیسے فلاسفہ کے یہاں ہر نوع کا ایک رب النوع مانا گیا ہے جو اس نوع کے لیے نقطہ فیض ہوتا ہے... ایسے ہی نبوت کی مقدس نوع کا نقطہ فیض اور جو ہر فرد حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات ہے...

اِس لیے آپ کی نبوت اصلی ہے اور دوسرے انبیاء کی نبوت بواسطہ خاتم النبیین ہے... پس ہر کمالِ نبوت خواہ علمی ہو یا عملی... اخلاقی ہو یا اجتماعی حال کا ہو یا مقام کا، وہ اوّلاً آپ میں ہوگا اور آپ کے واسطہ سے دوسروں کو پہنچے گا... اِس لیے اصولِ مذکورہ کی رو سے دائرہ نبوت میں جب آپ خاتم نبوت ہوئے تو آپ ہی فاتح نبوت بھی ہوئے... اگر نبوت آپ پر رکی اور منتہی ہوئی تو آپ ہی سے یقیناً چلی بھی اور

شروع بھی ہوئی، اس لیے آپ نبوت کے خاتم بھی ہیں اور فاتح بھی ہیں، آخیر بھی ہیں اور اوّل بھی ہیں... مبدا بھی ہیں اور منتہا بھی ہیں... چنانچہ جہاں آپ نے اپنے آپ کو خاتم النبیین فرمایا کہ:...

انی عبد اللّٰہ و خاتم النبیین

میں اللہ کا بندہ اور خاتم النبیین ہوں... (البیہقی والحاکم عن عرباض بن ساریہ)

اور جہاں آپ نے نبوت کو ایک قصر سے تشبیہ دے کر اپنے کو اِس کی آخری اینٹ بتایا جس پر اس عظیم الشان قصر کی تکمیل ہوگئی...

فانا سددت موضع اللبنة و ختم بی البینات و ختم بی الرسل (کنز العمال)

پس میں نے ہی (قصرِ نبوت کی آخری) اینٹ کی جگہ کو پر کیا اور مجھ ہی پر یہ قصر مکمل کر دیا گیا اور مجھ ہی پر رسول ختم کر دیئے گئے کہ میرے بعد اب کوئی رسول آنے والا نہیں...

وہیں آپ نے اپنے کو قصرِ نبوت کی اولین خشت اور سب سے پہلی اینٹ بھی بتایا ...فرمایا: **کنت نبیا و الادم بین الروح و الجسد**

میں اس وقت بھی نبی تھا جب کہ آدم ابھی روح و بدن ہی درمیان ہی میں تھے یعنی ان میں ابھی روح بھی نہیں پھونکی گئی تھی کہ میں نبی بنا دیا گیا تھا... جس سے واضح ہے کہ آپ خاتم ہونے کے ساتھ ساتھ فاتح بھی تھے... اوّل بھی تھے اور آخر بھی... چنانچہ ایک روایت میں اِس فاتحیت اور خاتمیت کو ایک جگہ جمع فرماتے ہوئے ارشاد ہوا (جو حدیث قتادہ کا ایک ٹکڑہ ہے) کہ:...

جعلنی فاتحاً و خاتماً

اور مجھے اللہ نے فاتح بھی بنایا اور خاتم بھی... (خصائص کبریٰ ۱۹۷/۳۴۰)

پھر چونکہ خاتم ہونے کے لیے اوّل و آخر ہونا بھی لازم تھا تو حدیثِ ذیل میں اسے بھی واضح فرما دیا گیا اور آدم علیہ السلام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور دکھلاتے ہوئے بطور تعارف کہا گیا کہ:... **ھذا ابنک احمد ھو الاول و الاخر** (کنز العمال)

یہ تمہارا بیٹا احمد ہے جو (نبوت میں) اوّل بھی ہے اور آخر بھی ہے...

پھر حدیث ابی ہریرہ میں اِس اولیت و آخریت جیسی اضداد کے جمع ہونے کی نوعیت پر روشنی ڈالی گئی کہ:...

کنت اول النبیین فی الخلق و آخرھم فی البعث (ابونعیم فی الدلائل)

میں نبیوں میں سب سے پہلا ہوں بلحاظ پیدائش کے اور سب سے پچھلا ہوں بلحاظ بعثت کے... اِس لیے حقیقی طور پر آپ کی امتیازی شان محض نبوت نہیں... بلکہ "ختم نبوت" ثابت ہوتی ہے جس سے آپ کے لیے یہ فاتح و خاتم اور اول و آخر ہونا ثابت ہوا اور آپ سارے طبقہ انبیاء میں ممتاز اور فائق نمایاں ہوئے اور ظاہر ہے کہ جب نبوت ہی سارے بشری کمالات کا سرچشمہ ہے اور اسی لیے سارے انبیاء علیہم السلام سارے ہی کمالاتِ بشری کے جامع ہوئے ہیں تو قدرتی طور پر "خاتم نبوت" کے لیے صرف جامع کمالات ہونا کافی نہیں بلکہ خاتم کمالات ہونا بھی ضروری ہے یعنی آپ کا ہر کمال انتہائی کمال کا نقطہ ہونا چاہیے... ورنہ ختم نبوت کے کوئی معنی ظاہر نہیں ہو سکتے...

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت کبریٰ ملے گی

اگر اور انبیاءؑ کو شفاعت صغریٰ یعنی اپنی اپنی قوموں کی شفاعت دی جائے گی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت کبریٰ یعنی تمام اقوام دنیا کی شفاعت دی جائے گی...

اذھبوا الیٰ محمد فیاتون فیقولون یا محمد انت رسول اللہ وخاتم النبیین غفرلک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر فاشفع لنا الیٰ ربک الحدیث (مسند احمد عن ابی ہریرہ)

ترجمہ:... شفاعت کے سلسلہ میں اس حدیث طویل میں ہے کہ جب اولین و آخرین کی سرگردانی پر اور طلبِ شفاعت پر سارے انبیاء جواب دیں گے کہ ہم اِس میدان میں نہیں بڑھ سکتے اور لوگ آدم سے لے کر تمام انبیاء و رسل تک سلسلہ وار

شفاعت سے عذر سنتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک پہنچیں گے اور طالب شفاعت ہونگے تو فرمائیں گے کہ) جاؤ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تو آدم کی ساری اولاد آپکے پاس حاضر ہوگی اور عرض کرے گی کہ اے محمد!

آپ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم الانبیاء ہیں (گویا آج سارے عالم کو رسالت محمدی اور ختمِ نبوت کا اقرار کرنا پڑیگا) آپکی اگلی اور پچھلی لغزشیں سب پہلے ہی معاف کر دی گئی ہیں (یعنی آپکے لیے اِس عذر کا موقع نہیں جو ہر نبی نے کیا کہ میرے اوپر فلاں لغزش کا بوجھ ہے میں شفاعت نہیں کرسکتا کہیں مجھ سے ہی باز پرس نہ ہونے لگے اِس لیے آپ پروردگار سے ہماری شفاعت فرمائیں تو آپ اسے بلا جھجک اور بلا معذرت کے قبول فرمالیں گے اور شفاعت کبریٰ کریں گے...

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خُلقِ عظیم عطا ہوا

اگر اور انبیاء کو خلق حسن عطا ہوا... حسن کے معنی معاملات میں حدود سے نہ گزرنے کے ہیں اور خلق کریم عطاء جس کے معنی عفو مسامحہ کے ہیں تو آپ کو خلق عظیم دیا گیا جس کے معنی دوسروں کی تعدی پر نہ صرف ان سے درگزر کرنے اور معاف کر دینے کے ہیں بلکہ ان کے ساتھ احسان کرنے اور حسنِ سلوک سے پیش آنے کے ہیں جو تمام محاسن اخلاق اور مکارم اخلاق دونوں کا جامع ہے...

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (القران الحکیم)

خلق حسن یہ ہے کہ ظلم کرنے والے سے اپنا حق پورا پورا لیا جائے... چھوڑا نہ جائے مگر عدل وانصاف جس میں کوئی تعدّی اور زیادتی نہ ہو...

یہ مساوات ہے اور خلافِ رحمت نہیں... خلقِ کریم یہ ہے کہ ظالم کے ظلم سے درگزر کر کے اپنا حق معاف کر دیا جائے یہ کریم النفس ہے اور فی الجملہ رحمت بھی ہے کہ اگر دیا نہیں تو لیا بھی نہیں اور خلق عظیم یہ ہے کہ ظالم سے نہ صرف اپنے حق کی

ادائیگی معاف کردی جائے بلکہ اوپر سے اس کے ساتھ سلوک واحسان بھی کیا جائے جب کہ وہ حق تلفی کررہا ہو... اِس خلق کی روح غلبہ رحمت وشفقت اور کمال ایثار ہے اسی کو فرمایا کہ اے نبی! آپ خلقِ عظیم پر ہیں...

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام محمود عطا ہوا

اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مقام ابراہیم دیا گیا جس سے بیت اللہ کی دیواریں اونچی ہوئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام محمود عطا ہوا... جس سے ربُ البیت کی اونچائی نمایاں ہوئی اور عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (القرآن الحکیم)... اور ساتھ ہی مقام ابراہیم کی تمام برکات سے پوری امت کو مستفید کیا گیا...

محمدی انگوٹھی کی تاثیر

اگر انگشتری سلیمانی میں جنات کی تاثیر تھی کہ وہ کسی وقت گم ہوئی تو جنات پر قبضہ نہ رہا تو انگشتری محمدی میں تسخیر قلوب وارواح کی تاثیر تھی کہ جس دن وہ عہدِ عثمانی میں گم ہوئی... اسی دن سے قلوب وارواح کی وحدت میں فرق آ گیا اور فتنہ اختلاف شروع ہو گیا... بئراریس؟ وما بئراریس؟ سوف تعلمون...

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی (   ) انتقال کے بعد جبکہ ان کا جنازہ رکھا ہوا تھا تو اچانک ان کے ہونٹوں میں حرکت ہوئی یہ کلمات نکلے... اریس کا کنواں؟ کیا ہے وہ اریس کا کنواں؟ تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا... صحابہ حیران تھے کہ ان جملوں کا کیا مطلب ہے؟ کسی کی کچھ سمجھ میں نہ آیا... دورِ عثمانی میں ایک دن حضرت ذی النورین رضی اللہ عنہ اریس کے کنویں پر بیٹھے ہوئے تھے... انگلی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طشتری تھی جسے آپ طبعی حرکت کے ساتھ ہلا رہے تھے کہ اچانک انگشتری طشتری میں سے نکل کر کنویں میں جا پڑی... قلوب عثمانی اور تمام صحابہ کے

قلوب میں اضطراب و بے چینی پیدا ہوئی کنویں میں آدمی اترے...سارے کنویں کو کنگھال ڈالا...مگر انگشتری نہ ملنا تھی نہ ملی...آخر صبر کر کے سب بیٹھ رہے...

اسی دن فتنوں کا آغاز ہو گیا اور بندھے ہوئے قلوب میں انتشار کی کیفیات آنے لگیں جو بعد کے فتنہ تحزب واختلاف کا پیش خیمہ ثابت ہوئیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی پوری ہوگئی کہ اذا وضع السیف فی امتی لم یرفع عنھا الیٰ یوم القیٰمۃ (میری امت میں جب تلوار نکل آئے گی پھر وہ قیامت تک میان میں نہ جائے گی) چنانچہ اس فتنہ کے سلسلہ میں سب سے پہلا مظلمہ اور ہولناک ظلم حضرت ذی النورین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی صورت میں نمایاں ہوا...اب سب کی سمجھ میں آیا کہ بیر اریس کا کیا مطلب تھا...یہ درحقیقت اشارہ تھا کہ قلوب کی وحدت انگشتری محمدی کی برکت سے قائم تھی...اس کا بیر اریس میں گم ہونا تھا کہ قلوب کی وحدت اور امت کی یگانگت پارہ پارہ ہو گئی...جو آج تک واپس نہیں ہوئی...پس جنات کا مسخر ہو جانا آسان ہے...جو آج تک بھی ہوتا رہتا ہے...لیکن انسانوں کے دلوں کی تالیف مشکل ہے جو گم ہو کر آج تک نہیں مل سکی...

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جانوروں کی بولی کا علم عطاء ہوا

اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کو منطق الطیر کا علم دیا گیا جس سے وہ پرندوں کی بولیاں سمجھتے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عام جانوروں کی بولیاں سمجھنے کا علم دیا گیا...جس سے آپ ان کی فریادیں سنتے اور فیصلے فرماتے تھے...اونٹ کی فریاد سنی اور فیصلہ فرمایا (بیہقی عن حماد بن مسلمہ) بکری کی فریاد سنی اور اسے تسلی دی (مصنف عبدالرزاق) ہرنی کی فریاد سنی اور حکم فرمایا (طبرانی عن ام سلمہ) چڑیا کی بات سنی اور معالجہ فرمایا (بیہقی وابونعیم عن ابن مسعود)

سیاہ گدھے سے آپ نے کلام فرمایا اور اسکا مقصد سنا (ابن عساکر عن ابن منظور)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے کھجور کے تنہ کو جان ملی

اگر حضرت روح اللہ کے ہاتھ پر قابلِ حیات پیکروں مثلاً پرندوں کی ہیئت نما انسانوں کی مردہ نعش میں جان ڈالی گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر نا قابلِ حیات کھجور کے سوکھے تنہ میں حیات آفرینی کی گئی... فصاحت النخلہ صیاح الصبی... (بخاری عن جابر) نیز آپ کے اعجاز سے دروازہ کے کواڑوں نے تسبیح پڑھی اور دست مبارک میں کنکریوں کی تسبیح کی آوازیں سنائی دیں... (خصائص کبریٰ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کھجور کا ایک سوکھا تنا جس پر ٹیک لگا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرماتے تھے جب ممبر بن گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر خطبہ دینے کے لیے چڑھے تو وہ سوکھا ستون اس طرح رونے چلانے لگا اور سسکنے لگا جیسے بچے سسکتے ہیں تو آپ نے شفقت و پیار سے اس پر ہاتھ رکھا تب وہ چپ ہوا... (خصائص ۷۵/۲)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عالم فتح کر ڈالا

اگر صحابہ موسیٰ علیہ السلام باوجود معیت موسیٰ علیہ السلام کے بیت قدس یعنی خود اپنے قبلہ کو اپنے ہی وطن (یعنی فلسطین کو بھی فتح کرنے سے جی چھوڑ بیٹھے اور صاف کہہ دیا... فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ...تو حضور علیہ السلام کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے پیغمبر کی اطاعت کرتے ہوئے اپنے وطن (حجاز) کے ساتھ عالم کو فتح کر ڈالا... اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا...کا ظہور ہوا اور لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ کا وعدہ خداوندی پورا کر دیا گیا... (القرآن الحکیم)

تمام امتیازات کی بنیاد ختم نبوت ہے

یہ سارے امتیازی فضائل و کمالات جو جماعت انبیاء میں آپ کو اور آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کی نسبت غلامی سے امتوں میں اس امت کو دیئے گئے تو اس کی بناء ہی یہ ہے کہ اور انبیاء نبی ہیں اور خاتم الانبیاء ہیں اور امتیں امم واقوام ہیں اور یہ امت خاتم الامم اور خاتم الاقوام ہے اور انبیاء کی کتب آسمانی کتب ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی کتاب خاتم الکتب ہے اور ادیان ادیان ہیں اور یہ دین خاتم الادیان ہے اور شرائع شریعتیں ہیں اور یہ شریعت خاتم الشرائع ہے... یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کا اثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے ہی کمالات وآثار میں رچا ہوا ہے...

پس یہ امتیازی خصوصیات محض نبوت کے اوصاف نہیں بلکہ ختم نبوت کی خصوصیات ہیں... اِس لیے جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء میں ختم نبوت کے مقام سے ممتاز اور افضل ہیں... ایسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خاتمیت کی ممتاز سیرت تمام انبیاء کی سیرتوں سے ممتاز اور افضل ہے چنانچہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ختم نبوت اور خاتمیت کو اپنی خصوصیات میں شمار فرمایا ہے... حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں اپنی چھ امتیازی خصوصیات جوامع کلم اور غیر معمولی رعب وغیرہ ارشاد فرمائی... وہیں ان میں سے ایک خصوصیت یہ بھی فرمائی کہ:...

وختم بی النبیون... (بخاری ومسلم)... مجھ سے نبی ختم کر دیئے گئے...

ختم نبوت کا منکر تمام کمالات نبوی کا منکر ہے

اس کا قدرتی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خصوصیات اور ممتاز سیرت ختم نبوت کے تسلیم کئے بغیر زیر تسلیم نہیں آ سکتی... ان خصوصی فضائل کو وہی مان سکے گا جو ختم نبوت کو مان رہا ہو... ورنہ ختم نبوت کا منکر درحقیقت ان تمام فضائل و کمالات اور خصوصیات نبوی کا منکر ہے... گو زبان سے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت کا دعویٰ کرتا رہے... مگر یہ دعویٰ ختم نبوت کے انکار کے ساتھ زمانہ سازی اور حیلہ بازی ہوگا... بہرحال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کے دائرہ میں ہر کمال کا یہ انتہائی نقطہ آپ کی خاتمیت کا اثر ہے نہ محض نبوت کا...

حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء بھی ہیں اور جامع کمالاتِ انبیاء بھی

اس سے یہ اصولی بات کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ شے کی انتہا میں اس کی ابتداء لپٹی ہوتی ہے اور کمال کے ہر انتہائی نقطہ میں اس کے تمام ابتدائی مراتب مندرج ہوتے ہیں... سورج کی روشنی سارے عالم میں درجہ بدرجہ پھیلی ہوئی ہے جس کے مختلف اور متفاوت مراتب ہیں... لیکن اس کے انتہائی مرتبہ نور میں اس کے ابتدائی نور کے تمام مراتب کا جمع رہنا قدرتی ہے...

مثلاً اس کے نور کا ادنیٰ درجہ ضیاء اور چاندنا ہے جو بند مکانوں میں بھی پہنچا ہوا ہوتا ہے... اس سے اوپر کا مرتبہ دھوپ ہے جو کھلے میدانوں اور صحنوں میں پھیلی ہوئی ہوتی ہے جس سے میدان روشن کہلاتے ہیں... اس سے اوپر کا مرتبہ شعاعوں کا ہے جس کا باریک تاروں کی طرح فضائے آسمانی میں جال پھیلا ہوا ہوتا ہے اور فضا ان سے روشن رہتی ہے... اس سے بھی اوپر کا مرتبہ اصل نور کا ہے جو آفتاب کی ٹکیہ کے چوگرد اس سے لپٹا ہوا اور اس سے چمٹا ہوا ہوتا ہے....

جس سے آفتاب کا ماحول منور ہوتا ہے اور اس سے اوپر ذات آفتاب ہے جو بذات خود روشن ہے لیکن یہ ترتیب خود اس کی دلیل ہے کہ آفتاب سے نور صادر ہوا، نور سے شعاع برآمد ہوئی، شعاع سے دھوپ نکلی اور دھوپ سے چاندنا نکلا گویا ہر اعلیٰ مرتبہ کا اثر ادنیٰ مرتبہ ہے جو اعلیٰ سے صادر ہو رہا ہے... اس لیے بآسانی یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ ضیاء و روشنی دھوپ میں تھی جب ہی تو اس سے برآمد ہوئی دھوپ شعاعوں میں تھی جب ہی تو اس سے نکلی... شعاعیں نور میں تھیں جب ہی اس سے صادر ہوا...

نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ روشنی کے یہ سارے مراتب آفتاب کی ذات میں جمع تھے جب ہی تو واسطہ بلا واسطہ اس سے صادر ہو ہو کر عالم کے طبقات کو منور کرتے رہے...

پس آفتاب خاتم الانوار ہونے کی وجہ سے جامع الانوار ثابت ہوا... اگر نور کے سارے

مراتب اس پر پہنچ کر ختم نہ ہوتے تو اس میں یہ سب کے سب مراتب جمع بھی نہ ہوتے تو قدرتی طور پر خاتمیت کے لیے جامعیت لازم نکلی...

ٹھیک اسی طرح حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم جب کہ خاتم الکمالات ہیں جن پر نبوت کے تمام علمی و عملی اور اخلاقی و احوالی مراتب ختم ہو جاتے ہیں تو آپ ہی ان سارے کمالات کے جامع بھی ثابت ہوتے ہیں اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ نبوت کا ہر کمال جس جس رنگ میں جہاں جہاں اور جس جس پاک شخصیت میں موجود تھا وہ آپ ہی سے نکلا اور آخر کار آپ ہی پر آ کر منتہی ہوا تو یقیناً وہ آپ ہی میں جمع بھی تھا... اس لیے وہ تمام امتیازی کمالات علم واخلاق اور کمالات احوال ومقامات جو مذکورہ بالا دفعات میں پیش کیے گئے ہیں....

اور جو آپ کے لیے وجہ امتیاز وفضیلت ہیں جب کہ آپ ہی پر پہنچ کر ختم ہوئے تو وہ بلاشبہ آپ ہی میں جمع شدہ بھی تھے ورنہ آپ پر پہنچ کر ختم نہ ہوتے اور جب آپ کی ذات بابرکات جامع الکمالات بلکہ منبع کمالات ثابت ہوئی اور آپ کے سارے کمالات انتہائی ہو کر جامع مراتب کمالات ثابت ہوئے...

مصحفے گشت جامع آیات　　　ہستیش غایت ہمہ غایات

تو یقیناً آپ کی شریعت جامع الشرائع آپ کا دین جامع الادیان، آپکا لایا ہوا علم جمع علوم اولین وآخرین، آپ کا خلق عظیم یعنی جامع اخلاق سابقین ولاحقین اور آپ کی لائی ہوئی کتاب جامع کتب سابقین ہے جو آپ کی خاتمیت کی واضح دلیل ہے... اس لیے آپ کی خاتمیت کی شان سے آپ کی جامعیت ثابت ہوگئی...

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یارسول اللہ! مجھے آپ سے اپنی جان سے اور اپنی اولاد سے بھی زیادہ محبت ہے... میں بعض دفعہ گھر میں ہوتا ہوں آپ مجھے یاد آ جاتے ہیں تو پھر جب تک حاضر خدمت نہ ہو کر آپ کی زیارت نہ کرلوں مجھے چین نہیں آتا..

.اب مجھے یہ خیال آیا ہے کہ میرا بھی انتقال ہو جائے گا آپ بھی دنیا سے تشریف لے جائیں گے اور آپ تو نبیوں کے ساتھ سب سے اوپر کی جنت میں چلے جائیں گے اور میں نیچے کی جنت میں رہ جاؤں گا تو مجھے ڈر ہے کہ میں وہاں آپ کی زیارت نہ کرسکوں گا (تو پھر میرا جنت میں کیسے دل لگے گا) ابھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا تھا کہ اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ آیت لے کر آئے:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ ......تا...... وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ (سورۃ نساء:۶۹)

ترجمہ:... ''اور جو شخص اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا مان لے گا تو ایسے اشخاص بھی ان حضرات کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صلحاء...'' (اخرجہ الطبرانی)

بخاری اور مسلم میں یہ حدیث ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے آ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ قیامت کب آئے گی؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اس کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے؟

اس نے کہا اور تو کچھ نہیں... بس یہ ہے کہ مجھے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے... آپ نے فرمایا تم اسی کے ساتھ ہو گے جس سے تمہیں یہاں محبت ہو گی... حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اسی کے ساتھ ہو گے جس سے تمہیں یہاں محبت ہو گی...

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے کہ تم اسی کے ساتھ ہو گے جس سے تمہیں محبت ہو گی اس سے ہمیں جتنی خوشی ہوئی اتنی خوشی اور کسی چیز سے نہیں ہوئی اور مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے محبت ہے اور چونکہ مجھے ان حضرات سے محبت ہے اس وجہ سے مجھے پوری امید ہے کہ میں ان ہی حضرات کے ساتھ ہوں گا...

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایک آدمی ایک قوم سے محبت کرتا ہے لیکن ان جیسے عمل نہیں کر سکتا (کیا یہ بھی ان کے ساتھ ہوگا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوذر! تم اسی کے ساتھ ہو گے جس سے تم محبت کرو گے... میں نے کہا مجھے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جس سے محبت کرو گے اسی کے ساتھ ہو گے... میں نے اپنا جملہ پھر دہرایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر یہی ارشاد فرمایا... (عند ابی داؤد کذا فی الترغیب ۴/۴۲۹، ۴۳۱، ۴۳۳)

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا... میں نے دیکھا کہ آپ کا رنگ بدلا ہوا ہے... میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کیا بات ہے مجھے آپ کا رنگ بدلا ہوا نظر آ رہا ہے...

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین دن سے میرے پیٹ میں ایسی کوئی چیز نہیں گئی جو کسی جاندار کے پیٹ میں جا سکتی ہے... یہ سنتے ہی میں وہاں سے چلا گیا تو میں نے دیکھا کہ ایک یہودی (کنویں سے پانی نکال کر) اپنے اونٹوں کو پلانا چاہتا ہے... میں نے ایک ڈول کے بدلہ میں ایک کھجور مزدوری پر اس کے اونٹوں کو پانی پلانا شروع کیا بالآخر کچھ کھجوریں جمع ہو گئیں جو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر پیش کر دیں...

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اے کعب! تمہیں یہ کھجوریں کہاں سے مل گئیں؟ میں نے آپ کو ساری بات بتا دی... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے کعب! کیا تمہیں مجھ سے محبت ہے؟ میں نے کہا جی ہاں... میرا باپ آپ پر قربان ہو... آپ نے فرمایا جو مجھ سے محبت کرتا ہے اس کی طرف فقر اس سے بھی زیادہ تیزی سے آتا

ہے جتنی تیزی سے سیلاب نچان کی طرف جاتا ہے... اب تم پر اللہ کی طرف سے آزمائش آئے گی اس کے لئے ڈھال تیار کرلو (اس کے بعد میں بیمار ہو گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نہ جا سکا تو) جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے چند دن نہ دیکھا تو صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا کعب کو کیا ہوا؟ (نظر نہیں آرہا)

صحابہ رضی اللہ عنہم نے بتایا کہ وہ بیمار ہیں... یہ سن کر آپ پیدل چل کر میرے گھر تشریف لائے اور فرمایا اے کعب! تمہیں خوشخبری ہو! میری والدہ نے کہا اے کعب! تمہیں جنت میں جانا مبارک ہو... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اللہ پر قسم کھانے والی عورت کون ہے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! یہ میری والدہ ہے... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (میری والدہ کو) فرمایا اے اُم کعب! تمہیں کیا معلوم؟ شاید کعب نے کوئی بے فائدہ بات کہی ہو اور (مانگنے والے ضرورت مند کو) ایسی چیز نہ دی ہو جس کی خود کعب کو ضرورت نہ ہو... (اخرجہ الطبرانی)

حضرت حصین بن وحوح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ملنے گئے تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چمٹنے لگے اور آپ کے پاؤں مبارک کا بوسہ دینے لگے اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے جو چاہیں حکم دیں... میں آپ کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا... حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نوعمر لڑکے تھے اس لئے ان کی اس بات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا تعجب ہوا...

اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا جاؤ اور جا کر اپنے باپ کو قتل کردو... وہ اپنے باپ کو قتل کرنے کے ارادہ سے چل پڑے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلایا اور فرمایا ادھر آجاؤ... مجھے رشتے توڑنے کے لئے نہیں بھیجا گیا اس کے بعد حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے...

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لئے ان کے گھر گئے... سردی کا زمانہ

تھا خوب سردی پڑ رہی تھی اور بادل بھی تھے جب آپ واپس آنے لگے تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر والوں سے آپ نے کہا مجھے تو طلحہ رضی اللہ عنہ پر موت کے آثار نظر آ رہے ہیں جب ان کا انتقال ہو تو مجھے خبر کر دینا تاکہ میں ان کی نماز جنازہ پڑھ سکوں اور ان کی تجہیز و تکفین میں جلدی کرنا...

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابھی قبیلہ بنو سالم بن عوف تک نہیں پہنچے تھے کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا اور رات کا وقت ہو گیا تھا... حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے انتقال سے پہلے جو باتیں کیں ان میں یہ وصیت بھی تھی کہ مجھے جلدی سے دفن کر کے مجھے میرے رب کے پاس پہنچا دینا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ بلانا کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میری وجہ سے رات کو ہی تشریف لائیں اور راستہ میں یہودی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تکلیف پہنچا دیں...

چنانچہ (رات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دیئے بغیر نماز جنازہ پڑھ کر ان کے گھر والوں نے ان کو دفنا دیا اور) صبح کو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر تشریف لے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قبر پر کھڑے ہو گئے اور لوگ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صف بنا کر کھڑے ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگی اے اللہ! تیری ملاقات طلحہ رضی اللہ عنہ سے اس حال میں ہو کہ تو اسے دیکھ کر ہنس رہا ہو اور وہ تجھے دیکھ کر ہنس رہا ہو... (اخرجہ الطبرانی کذا فی الکنز ۷/۵۰، واخرجہ البغوی)

حضرت زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کی یہ شکایت بیان کی گئی کہ وہ مذاق بہت کرتے ہیں اور بے کار باتیں کرتے ہیں... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے چھوڑ دو... اس میں ایک چھپی ہوئی خوبی ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے... (اخرجہ ابن عساکر کذا فی المنتخب ۵/۲۲۳)

حضرت ادرع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پہرہ دینے لگا تو وہاں ایک آدمی اونچی آواز سے قرآن پڑھ رہا تھا... حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے آئے... میں نے کہا یا رسول اللہ! یہ (اونچی آواز سے قرآن پڑھنے والا) ریا کار ہے... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (نہیں) یہ تو عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ عنہ ہے... پھر ان کا مدینہ میں انتقال ہو گیا جب صحابہ رضی اللہ عنہم ان کا جنازہ تیار کر کے انہیں اٹھا کر لے چلے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کے ساتھ نرمی کرو اللہ نے ان کے ساتھ نرمی کا معاملہ کیا ہے...

یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کیا کرتے تھے... جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان پہنچے تو قبر کھودی جا رہی تھی... آپ نے فرمایا ان کی قبر خوب کھلی اور کشادہ بناؤ... اللہ نے ان کے ساتھ کشادگی کا معاملہ کیا ہے... ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ! آپ کو ان کے مرنے کا بڑا غم ہے! آپ نے فرمایا ہاں... کیونکہ یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے تھے... (اخرجہ ابن ماجہ)

حضرت عبدالرحمٰن بن سعد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا ان کا پاؤں سو گیا... میں نے کہا اے ابو عبدالرحمٰن! آپ کے پاؤں کو کیا ہوا؟ انہوں نے کہا یہاں سے اس کا پٹھا اکٹھا ہو گیا ہے... میں نے کہا آپ کو جس سے سب سے زیادہ محبت ہے اس کا نام لے کر پکاریں (ان شاء اللہ پاؤں ٹھیک ہو جائے گا) انہوں نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اور یہ کہتے ہی ان کا پاؤں ٹھیک ہو گیا اور انہوں نے اسے پھیلا لیا... (اخرجہ ابن سعد ۱۵۴/۴)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو اپنی محبت پر مقدم رکھنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے قصہ میں بیان کرتے ہیں... جب حضرت ابو قحافہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت

ہونے کے لئے اپنا ہاتھ بڑھایا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رو پڑے... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں روتے ہو؟

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اگر اس وقت میرے والد کے ہاتھ کی جگہ آپ کے چچا کا ہاتھ (بیعت ہونے کے لئے) ہوتا اور وہ مسلمان ہوتے اور اللہ تعالیٰ ان کے اسلام لانے سے آپ کی آنکھ ٹھنڈی کر دیتے تو یہ میرے لئے میرے والد کے مسلمان ہونے سے زیادہ خوشی کا باعث ہوتا اور مجھے زیادہ پسند ہوتا (کیونکہ آپ کو چچا کے اسلام لانے سے زیادہ خوشی ہوتی)... (اخرجہ عمر بن شبہ وابویعلی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن دوسرے قیدیوں کے ساتھ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی قید ہوئے تھے... انہیں ایک انصاری نے قید کیا تھا... انصار نے انہیں قتل کرنے کی دھمکی دی تھی... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا آج رات میں اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ کی وجہ سے سو نہیں سکا کیونکہ انصار کہہ چکے ہیں کہ وہ عباس رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیں گے...

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا میں انصار کے پاس جاؤں؟ (اور ان سے عباس رضی اللہ عنہ کو لے آؤں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں جاؤ، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جا کر انصار سے کہا عباس رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دو... انصار نے کہا نہیں... اللہ کی قسم! ہم انہیں نہیں چھوڑیں گے... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اگر ان کے چھوڑنے سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم راضی اور خوش ہوں تو پھر؟ انصار نے کہا اگر ان کے چھوڑنے سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم راضی اور خوش ہوں تو پھر تم ان کو لے لو... چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا اے عباس! مسلمان ہو جاؤ اللہ کی قسم! تمہارا مسلمان ہونا مجھے (اپنے باپ) خطاب کے مسلمان ہونے سے زیادہ محبوب ہے اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ میں نے دیکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارا مسلمان ہونا بہت زیادہ پسند ہے... (اخرجہ ابن مردویہ والحاکم کذا فی البدایہ ۳/۲۹۸)

حضرت اسلم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا اے فاطمہ! اللہ کی قسم! میں نے ایسا کوئی نہیں دیکھا جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ سے زیادہ محبت ہو... اللہ کی قسم! آپ کے والد کے بعد آپ سے زیادہ مجھے کسی سے محبت نہیں ہے... (اخرجہ الحاکم کذافی کنز العمال ۱۱۱/۷)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کا بوسہ لینا

حضرت ابویعلیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بڑے نیک، ہنس مکھ اور خوبصورت آدمی تھے... ایک مرتبہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے باتیں کر کے لوگوں کو ہنسا رہے تھے کہ اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پہلو میں انگلی ماری... انہوں نے کہا آپ کے مارنے سے مجھے درد ہو گیا ہے...

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بدلہ لے لو... انہوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ نے تو قمیض پہنی ہوئی ہے اور میرے جسم پر کوئی قمیض نہیں تھی...

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیض اوپر اٹھالی... یہ (بدلہ لینے کے بجائے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے سے چمٹ گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو کے بوسے لینے شروع کر دیئے اور پھر یوں کہا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں... میرا مقصد تو یہ تھا (بدلہ لینے کا تذکرہ تو میں نے ویسے ہی کیا تھا مقصد آپ کا بوسہ لینا تھا)... (اخرجہ الحاکم ۲۸۸/۳، قال الحاکم ھذا حدیث صحیح الاسناد)

حضرت حسن فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک آدمی سے ملاقات ہوئی جس نے (کپڑوں پر) زرد رنگ لگا رکھا تھا... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں کھجور کی ایک ٹہنی تھی... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا یہ ورس رنگ اتار دو (ورس یمن کی زرد رنگ کی ایک بوٹی کا نام ہے) پھر آپ نے وہ ٹہنی اس آدمی کے

پیٹ میں چبھو کر فرمایا کیا میں نے تم کو اس سے روکا نہیں تھا؟ ٹہنی چبھونے سے اس کے پیٹ پر نشان پڑ گیا لیکن خون نہیں نکلا... اس آدمی نے کہا یا رسول اللہ! بدلہ دینا ہو گا... لوگوں نے کہا کیا تم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بدلہ لو گے؟

اس نے کہا کسی کی کھال میری کھال سے بڑھیا نہیں ہے... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیٹ سے کپڑا ہٹا کر فرمایا لو بدلہ لے لو... اس آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیٹ کا بوسہ لیا اور کہا میں اپنا بدلہ چھوڑ دیتا ہوں تا کہ آپ قیامت کے دن میری سفارش فرمائیں... (اخرجہ عبدالرزاق کذا فی الکنز ۷/۳۰۲)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کے یاد آ جانے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا رونا

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مرض الوفات میں ایک دن ہمارے پاس باہر تشریف لائے، ہم لوگ مسجد میں تھے... آپ نے سر پر پٹی باندھ رکھی تھی آپ سیدھے منبر کی طرف تشریف لے گئے اور منبر پر بیٹھ گئے... ہم بھی آپ کے پیچھے پیچھے چل کر آپ کے پاس بیٹھ گئے اور آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! میں اس وقت حوض (کوثر) پر کھڑا ہوا ہوں اور یہ بھی فرمایا کہ ایک بندے پر دنیا اور اس کی زینت پیش کی گئی لیکن اس نے آخرت کو اختیار کر لیا ہے اور تو کوئی نہ سمجھ سکا (کہ اس بندے سے کون مراد ہے؟) البتہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سمجھ گئے (کہ اس سے مراد خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں) اور ان کی دونوں آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور وہ رو پڑے اور یوں کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! ہم اپنے ماں باپ اور اپنا مال اور جان سب آپ پر قربان کرتے ہیں...

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم (منبر سے) نیچے تشریف لے آئے اور پھر

انتقال تک منبر پر تشریف فرما نہ ہوئے ...(اخرجہ ابن ابی شیبۃ کذافی کنز العمال ۴/۵۸،)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اِذَا جَاءَ نَصرُ اللّٰہِ وَالفَتحُ سورۃ نازل ہوئی (اور اس میں بتا دیا گیا کہ آپ جس کام کے لئے آئے تھے وہ پورا ہو گیا ہے) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلا کر فرمایا مجھے (اس سورۃ میں) اپنی وفات کی خبر دی گئی ہے... یہ سن کر وہ رو پڑیں... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا مت رو کیونکہ میرے خاندان میں سے تم سب سے پہلے مجھ سے ملو گی... یہ سن کر وہ ہنسنے لگیں... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک زوجہ محترمہ یہ منظر دیکھ رہی تھیں انہوں نے (بعد میں) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا... میں نے تمہیں پہلے روتے ہوئے دیکھا پھر ہنستے ہوئے (اس کی کیا وجہ ہے؟) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا مجھے اپنی وفات کی خبر دی گئی ہے یہ سن کر میں رو پڑی تھی... پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مت رو کیونکہ میرے خاندان میں تم سب سے پہلے مجھ سے ملو گی تو میں ہنس پڑی تھی...(اخرجہ الطبرانی قال الھیثمی ۹/۲۳،)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یمن بھیجا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ہدایات دینے کے لئے ان کے ساتھ خود بھی (شہر سے) باہر نکلے... حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سواری پر تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی سواری کے ساتھ پیدل چل رہے تھے... جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہدایات سے فارغ ہو گئے تو فرمایا اے معاذ! شاید اس سال کے بعد آئندہ تم مجھ سے نہ مل سکو اور شاید تم میری اس مسجد اور میری قبر کے پاس سے گزرو...

یہ سن کر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کے غم میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف متوجہ ہوئے اور مدینہ کی طرف منہ کر کے فرمایا (قیامت کے دن) لوگوں میں سے میرے سب سے

زیادہ قریب متقی لوگ ہوں گے جو بھی ہوں اور جہاں بھی ہوں (اس کے لئے کسی خاص قوم میں سے ہونا یا میرے شہر میں رہنا ضروری نہیں)...(اخرجہ احمد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے خوف سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا رونا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ انصار کے مرد اور عورتیں مسجد میں بیٹھے ہوئے رو رہے ہیں... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا وہ کیوں رو رہے ہیں؟

اس نے کہا اس ڈر سے رو رہے ہیں کہ کہیں آپ کا انتقال نہ ہو جائے... چنانچہ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ سے باہر تشریف لائے اور اپنے منبر پر بیٹھ گئے... آپ ایک کپڑا اوڑھے ہوئے تھے جس کے دونوں کنارے اپنے کندھوں پر ڈال رکھے تھے اور آپ سر پر ایک میلی پٹی باندھے ہوئے تھے... حمد وثنا کے بعد آپ نے فرمایا:

"اما بعد! اے لوگو! آئندہ لوگ زیادہ ہوتے جائیں گے اور انصار کم ہوتے جائیں گے یہاں تک کہ انصار لوگوں میں سے ایسے ہو جائیں گے جیسے کھانے میں نمک... لہٰذا جو بھی انصار کے کسی کام کا ذمہ دار بنے اسے چاہئے کہ ان کے بھلا کرنے والے کی بھلائی کو قبول کرے اور ان کے برے سے درگزر کرے..." (اخرجہ البزار)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز جنازہ پڑھے جانے کی کیفیت

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کفن پہنا دیا گیا تو آپ کو چارپائی پر رکھا گیا اور پھر وہ چارپائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے کنارے پر رکھ دی گئی پھر لوگ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اندر آتے اور اکیلے اکیلے بغیر امام کے نماز پڑھتے... حضرت موسیٰ بن محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ کہتے ہیں مجھے اپنے

والد کی لکھی ہوئی یہ تحریر ملی کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کفن پہنا دیا گیا اور انہیں چارپائی پر رکھ دیا گیا تو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اندر تشریف لائے اور ان کے ساتھ اتنے مہاجرین وانصار بھی تھے جو اس کمرے میں آ سکتے تھے... ان دونوں حضرات نے کہا اَلسَّلَامُ عَلَیکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحمَةُ اللہِ وَبَرَکَاتُهٗ ...

پھر ان ہی الفاظ کے ساتھ مہاجرین اور انصار نے سلام کیا پھر ان سب نے صفیں بنالیں اور امام کوئی نہ بنا...

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پہلی صف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تھے... ان دونوں حضرات نے کہا اے اللہ!

ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کچھ آسمان سے نازل ہوا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پہنچا دیا اور انہوں نے اپنی امت کے ساتھ پوری خیر خواہی کی اور اللہ کے راستہ میں انہوں نے خوب محنت کی اور جہاد کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو عزت عطا فرمادی اور اللہ کا کلمہ یعنی دین اسلام پورا ہو گیا اور لوگ اللہ وحدہ لاشریک لہ پر ایمان لے آئے...

اے ہمارے معبود! ہمیں ان لوگوں میں سے بنا جو اس بات پر عمل کرتے ہیں جو ان پر اتاری گئی اور ہمیں آخرت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمع فرما اور ہمارا ان سے تعارف کرا دینا اور ان کا تعارف ہم سے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مؤمنوں کے لئے بڑے شفیق اور مہربان تھے...

ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا دنیا میں بدلہ نہیں چاہتے اور نہ اس ایمان کو کسی قیمت پر کبھی بیچیں گے...

لوگ ان کی دعا پر آمین کہتے جاتے اس طرح لوگ فارغ ہو کر نکلتے جاتے اور دوسرے اندر آ جاتے یہاں تک کہ تمام مردوں نے نماز پڑھی پھر عورتوں نے پھر بچوں نے پڑھی... (اخرجہ الواقدی کذا فی البدایہ ۵/۲۶۵)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والے کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مارنا

حضرت کعب بن علقمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت غرفہ بن حارث کندی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت یافتہ صحابی ہیں... انہوں نے سنا کہ ایک نصرانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہہ رہا ہے تو انہوں نے اسے ایسا مارا کہ اس کی ناک ٹوٹ گئی... یہ معاملہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش ہوا...

حضرت عمرو نے حضرت غرفہ سے فرمایا ہم تو ان سے امن دینے کا معاہدہ کر چکے ہیں... حضرت غرفہ نے کہا اللہ کی پناہ... یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہیں اور ہم ان کے معاہدے کا پھر بھی لحاظ کریں؟ ہم نے تو ان شرطوں پر ان سے معاہدہ کیا ہے کہ ہم ان کے عبادت خانوں کو کچھ نہیں کہیں گے یہ اپنے عبادت خانوں میں جو چاہیں کہیں اور ہم ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ ان پر نہیں ڈالیں گے اور اگر کوئی دشمن ان پر حملہ کرے گا تو ہم ان کی طرف سے لڑیں گے اور ان کے احکام میں ہم کوئی دخل نہیں دیں گے...

ہاں اگر یہ ہمارے احکامات پر راضی ہو کر ہمارے پاس فیصلہ کروانے آئیں گے تو ہم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کے مطابق ان کے بارے میں فیصلہ کریں گے اور اگر یہ اپنے معاملات کے بارے میں ہم سے الگ تھلگ رہیں گے تو ہم انہیں کچھ نہیں کہیں گے... اس پر حضرت عمرو نے کہا تم ٹھیک کہہ رہے ہو... (اخرجہ ابن المبارک عن حرملۃ بن عمران)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بجالانا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا سب بیٹھ جاؤ... حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی

اللہ عنہ نے مسجد کے باہر سے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سنا کہ سب بیٹھ جاؤ اور وہیں قبیلہ بنو غنم کے محلّہ میں ہی بیٹھ گئے... کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! یہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو بیٹھ جاؤ فرماتے ہوئے سنا تو وہیں اپنی جگہ بیٹھ گئے... (اخرجہ ابن عساکر)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن باہر تشریف لائے ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اونچا قبہ دیکھا تو پوچھا یہ کس کا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا فلاں انصاری کا ہے... حضور صلی اللہ علیہ وسلم سن کر خاموش ہو رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دل میں یہ بات رکھی... کسی دوسرے وقت وہ انصاری حاضر خدمت ہوئے اور لوگوں کی موجودگی میں انہوں نے سلام کیا...

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعراض فرمایا (اور سلام کا جواب بھی نہ دیا) چند بار ایسے ہی ہوا (کہ وہ سلام کرتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اعراض فرما لیتے) آخر وہ سمجھ گئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہیں اس لئے اعراض فرما رہے ہیں... انہوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے اس کی وجہ پوچھی اور یوں کہا اللہ کی قسم! آج اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نظروں کو پھرا ہوا پاتا ہوں خیر تو ہے... صحابہ رضی اللہ عنہم نے بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تھے تو تمہارا قبہ دیکھا تھا... یہ سن کر وہ انصاری فوراً گئے اور قبہ کو گرا کر بالکل زمین کے برابر کر دیا کہ نام و نشان بھی نہ رہا...

(پھر آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض بھی نہ کیا) ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس جگہ سے گزر ہوا تو آپ کو وہاں وہ قبہ نظر نہ آیا... آپ نے پوچھا اس قبہ کا کیا ہوا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا قبہ والے انصاری نے آپ کے اعراض کا ہم سے ذکر کیا تھا ہم نے اسے بتا دیا تھا انہوں نے آ کر اسے بالکل گرا دیا...

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر تعمیر آدمی پر وبال ہے مگر وہ تعمیر جو سخت ضروری اور مجبوری کی ہو... یہ روایت ابوداؤد کی ہے اور ابن ماجہ میں یہ روایت ذرا مختصر ہے اور اس میں یہ ہے کہ اس کے بعد کسی موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں سے گزر ہوا... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ قبہ وہاں نظر نہ ایا... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں پوچھا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے بتایا کہ جب ان انصاری کو پتہ چلا تو انہوں نے اس قبہ کو گرادیا... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اس پر رحم کرے... اللہ اس پر رحم کرے...

حضرت سہل بن حنظلیہ عبشمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا خریم اسدی بہت اچھا آدمی ہے اگر اس میں دو باتیں نہ ہوں ایک تو اس کے سر کے بال بہت بڑے ہیں دوسرے وہ لنگی ٹخنوں کے نیچے باندھتا ہے... حضرت خریم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد پہنچا تو فوراً چاقو لے کر بال کانوں کے نیچے سے کاٹ دیئے اور لنگی آدھی پنڈلی تک باندھنا شروع کردی... (اخرجہ احمد)

قبیلہ بنو حارث بن خزرج کے حضرت محمد بن اسلم بن بجرہ رضی اللہ عنہ عمر رسیدہ بڑے میاں تھے وہ اپنا قصہ خود بیان کرتے ہیں کہ بعض دفعہ وہ (اپنے گاؤں سے) مدینہ منورہ کسی کام سے جاتے اور بازار میں اپنا کام پورا کر کے اپنے گاؤں میں واپس آ جاتے... جب اپنی چادر اتار کر رکھ دیتے تو انہیں یاد آتا کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں نماز نہیں پڑھی ہے تو یوں فرماتے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں دو رکعت نماز نہیں پڑھی ہے...

حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا تھا (اے قریب کے دیہات والو!) تم میں سے جو اس بستی (یعنی مدینہ منورہ) میں آئے وہ جب تک اس مسجد (نبوی) میں دو رکعت نماز نہ پڑھ لے اسے اپنے گاؤں واپس نہیں جانا چاہئے... چنانچہ یہ اپنی چادر لیتے اور مدینہ واپس جاتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں دو رکعت نماز پڑھتے... (اخرجہ الحسن ابن سفیان)

ابوداؤد میں یہ روایت ہے کہ حضرت معرور بن سوید رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے ربذہ بستی میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ان کے جسم پر ایک موٹی چادر تھی اور ان کے غلام کے جسم پر بھی ویسی ہی موٹی چادر تھی... لوگوں نے کہا اے ابوذر! اگر آپ اپنے غلام والی چادر لے کر اپنی اس چادر کے ساتھ ملا کر خود پہن لیتے تو آپ کا جوڑا پورا ہو جاتا اور اپنے غلام کو کوئی اور کپڑا پہننے کو دے دیتے تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک مرتبہ میں نے ایک آدمی کو گالی دی اور اس کی ماں عجمی تھی میں نے اسے ماں کے نام سے عار دلائی (یہ دوسرے آدمی حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے تو ان سے کہہ دیا کہ ہے ناحبشن کا بیٹا) اس نے جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے میری شکایت کر دی... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا... اے ابوذر! تمہارے اندر ابھی تک جاہلیت والی باتیں ہیں یہ غلام تمہارے بھائی ہیں' اللہ نے تمہیں ان پر فضیلت دی ہے... لہٰذا جس غلام سے تمہاری طبیعت کا جوڑ نہ بیٹھے تم اسے بیچ دو اور اللہ کی مخلوق کو مت ستاؤ... بخاری' مسلم اور ترمذی کی روایت میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ غلام تمہارے بھائی ہیں اللہ نے انہیں تمہارا ماتحت بنایا ہے تو اللہ تعالیٰ جس کے بھائی کو اس کا ماتحت بنائیں تو اسے چاہئے کہ جو وہ خود کھاتا ہے اسی میں سے اپنے ماتحت بھائی کو کھلائے اور جو وہ خود پہنتا ہے اسی میں سے اپنے بھائی کو پہنائے اور اسے ایسا کام نہ کہے جو اس کی طاقت سے زیادہ ہو اور اگر اسے ایسا کام کہہ دے تو پھر اس کی اس کام میں مدد کرے... (کذا فی الترغیب ۳/۴۹۵)

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ

کے خطبات سے سیرۃ طیبہ سے متعلق عام فہم بیان فرمودہ جواہرات جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، وعظمت اور اطاعت کا ذریعہ ہیں

واقف وناواقف سے حسن سلوک

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ مسجد شریف میں تشریف لائے اور دیوار مسجد پر تھوک لگا دیکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ سرخ ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو لکڑی سے کھرچ دیا... ایک صحابی خوشبو لائے اور اس جگہ مل دی...

اب دیکھئے کہ وہی ذات بابرکات جنہوں نے وہاں سختی نہیں کی جب کہ ایک شخص نے مسجد میں پیشاب کر دیا تھا یہاں صرف تھوکنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ سرخ ہو گیا تو فرق یہ تھا کہ پہلا آدمی دیہاتی تھا اور یہ دوسرے شخص آپ کی صحبت کے فیض یافتہ تھے تو معلوم ہوا کہ غیر واقف سے دوسرا برتاؤ ہوتا ہے اور واقف سے دوسرا پس اگر ہر سختی بدخلقی ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی صادر نہ ہوتی جن کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ کا ہے... اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ

(بلاشک آپ اخلاق حسنہ کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں) اور لیجئے ایک مرتبہ ایک صحابی لقطہ کے بارہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کر رہے تھے کہ اگر بکری جنگل میں ملے تو اس کو حفاظت کے لئے اپنے قبضہ میں کر لیا جاوے یا نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں اس کو لے آنا چاہئے ورنہ درندے اس کو ہلاک کر دیں گے... پھر کسی نے

پوچھا کہ اگر اونٹ ملے تو اس کو بھی ایسا ہی کیا جائے... اس پر آپ کو غصہ آ گیا اور چہرہ مبارک سرخ ہو گیا.. فرمایا کہ اس کی حفاظت کی کیا ضرورت ہے وہ خود موذی جانوروں کے دفع کرنے پر قادر ہے... درختوں سے پتے کھاتا ہوا اپنے مالک سے آ ملے گا...

اس بات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ اس لئے آیا کہ اس سوال سے حرص اور طمع مترشح ہو رہی تھی... کیا اب بھی یہ کہا جائیگا کہ بدخلقی مطلق سختی اور غصہ کا نام ہے...

آج علماء پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ذرا سی بات میں خفا ہو جاتے ہیں... انکے اخلاق عمدہ نہیں سو بحمد اللہ ان واقعات کے معلوم کرنیکے بعد یہ الزام رفع ہو گیا ہوگا...

اس سے ایک اور بات بھی نکل آئی... وہ یہ کہ بعض طلباء استادوں کی شکایت کیا کرتے ہیں کہ بڑے سخت ہیں تو معلوم ہو گیا کہ یہ سنت ہے کہ بے موقع بات پر غصہ کیا جائے اور بعض طالب علم بھی بہت بکھیڑے نکالا کرتے ہیں اور استاد کو تنگ کرنا چاہتے ہیں یہ بڑی گستاخی اور بے ادبی ہے... اگر استاد سے غلطی بھی ہو جائے تو اس وقت خاموش ہو جانا چاہئے دوسرے وقت ادب سے عرض کیا جا سکتا ہے... اور اگر اپنی غلطی ہو تو فوراً رجوع کرنا چاہئے اب تو طالب علم ایسی حرکتیں کرتے ہیں جس سے خواہ مخواہ غصہ ہی آوے اور سچ یہ ہے کہ طالب علم ہی کم رہ گئے ہیں... چنانچہ بعضے طالب علم استاد کی تقریر بہت بے پروائی سے سنا کرتے ہیں اور جب مطلب سمجھ میں نہیں آتا تو استاد سے جھگڑتے ہیں... اس کو غصہ کیسے نہیں آئے گا؟ (الدین الخالص ج ۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جب یہ آیت نازل ہوئی...

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (اور اپنے رشتہ داروں کو آتش دوزخ سے ڈرایئے)

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سب خاندان کو جمع کیا اور سب کے ساتھ صاحبزادی صاحبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خطاب کر کے فرمایا...

(یافاطمة بنت محمد انقذی نفسک، من النار لااغنی عنک من الله شيئاً سنن الترمذی:۳۱۸۵)

اے فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نفس کو آتش دوزخ سے رہا کر میں تجھ کو کسی چیز سے اللہ تعالیٰ سے بے پرواہ نہیں کر سکتا...

اور اپنی پھوپھی صاحب کو خطاب کر کے فرمایا...

یا صفیة عمة رسول الله انقذی نفسک من النار لااغنی عنک من الله شیئاً (الصحیح للبخاری ۴:۶۸:۱۴۰)

اے صفیہ رضی اللہ عنہا پھوپھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نفس کو اعمال صالحہ کر کے دوزخ سے بچا میں کسی چیز سے تجھ کو اللہ تعالیٰ سے بے پرواہ نہیں کر سکتا...

اسی طرح سب اعزہ سے فرمایا کہ اپنے آپ کو جہنم سے بچالو... میں تمہارے کام نہ آسکوں گا... یعنی اگر نرے میرے بھروسہ پر رہو گے... تو اس صورت میں میں کچھ کام نہ آؤں گا... ہاں خود بھی کچھ سرمایہ جمع کر لو تو بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کام آئیں گے

بس یہ درجہ ہے انتساب اور تبرکات کا کہ وہ بدون اپنے عمل کے تنہا کافی نہیں ہوتے... باقی اپنے پاس کچھ عمل ہو تو پھر وہ ضرور نافع ہیں... ان کی برکت کا انکار نہیں ہو سکتا... اگر تبرکات نافع نہ ہوتے تو سلف صالحین اس کا اہتمام نہ کرتے...

حالانکہ سلف سے اس کا اہتمام منقول ہے... خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبرکات دیئے ہیں... ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا چادرہ مبارک ایک صحابی کو عطا فرمایا اور حج کے موقع پر اپنے بال تقسیم فرمائے اور بعض واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ تبرکات واقعی کام بھی آتے ہیں مگر نرے تبرکات کام نہیں آتے... بلکہ اصل سرمایہ کے ساتھ یہ بھی مل جائیں تو نفع بڑھ جاتا ہے...

اس کی تو ایسی مثال ہے جیسے کھانے کے ساتھ چٹنی اور مربہ کہ اس سے کھانے کا لطف بڑھ جاتا ہے... اب اگر کوئی شخص دوستوں کی دعوت کرے اور سارا دستر خوان چٹنی اور مربہ ہی سے بھر دے تو کیا یہ دعوت ہوگی... یہ تو مسخرا پن ہوگا...

اسی طرح جو چیزیں زوائد میں سے ہیں وہ سب ایسی ہی ہیں کہ ان پر حصول

مقصود موقوف نہیں ہوتا اور وہ تنہا مقصود سے مغنی نہیں ہوتیں... ہاں ضروریات کے ساتھ جمع ہو جائیں تو مفید ہوتی ہیں... دیکھو اگر دستر خوان پر چٹنی مربے نہ ہوں تو وہ دعوت ضرور ہے اور اگر چٹنی مربا ہی ہو کھانا نہ ہو تو اسے دعوت نہیں کہہ سکتے اور دونوں جمع ہو جائیں تو اعلیٰ درجہ کی اور لذیذ دعوت ہو گی... (تفصیل الدین ج ۳)

سادگی و متانت

جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی نہایت سادہ زندگی تھی... آپ میں تکلف اور ظاہری وضع میں کوئی شان وشوکت نہ تھی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سچے تھے... باوجودیکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ درجہ کے باوقار اور انتہا درجہ کے متین تھے مگر ساتھ ہی اس کے نہایت بے تکلف تھے... حتیٰ کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جو نو برس کی عمر میں بیاہ کر آ گئی تھیں ان کی دل جوئی کے لئے فرمایا: کہ آؤ مسابقت کریں (یعنی دوڑیں) دیکھیں آگے کون نکل جاتا ہے...

آپ کا سن شریف بھی زیادہ تھا اور جسم مبارک بھی بہ نسبت ان کے بھاری تھا... حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک تو کمسن لڑکی دوسرے چھریرا بدن، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نکل گئیں... ایک مرتبہ پھر کئی سال بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آؤ مسابقت کریں، اس مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پیچھے رہ گئیں...

کیونکہ عورتوں کا بدن مردوں کے مقابلہ میں بہت جلد لٹک جاتا ہے اور اس سے جسم میں سستی پیدا ہو جاتی ہے (آج کل لوگ دونوں میں مساوات چاہتے ہیں، انہیں چاہیے پہلے اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں کہ اس تفاوت کو موقوف کریں) غرض حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں بچپن کی سی چستی نہ رہی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی ویسے ہی تھے جیسے پہلے مسابقت میں تھے...

اس لیے اس مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے نکل گئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہا کی شرمندگی کو رفع کرنے کے لئے فرمایا تلک بتلک یہ آگے نکلنا اس وقت کے تمہارے آگے نکلنے کے بدلے میں ہے... یعنی ہم تم دونوں برابر ہو گئے...

آج کل کے وقار میں اور کبر میں کچھ بھی فرق نہیں رہا... چنانچہ آج کل مدعیان وقار کبھی ایسا نہ کریں گے حالانکہ یہ وقار کے منافی نہیں البتہ کبر کے مناقض ضرور ہے کہ شان کے خلاف معلوم ہوتا ہے...(اصلاح الیتامیٰ ج ۴)

سیرت میں کیا بیان کرنا چاہیے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ حالات وکمالات زیادہ بیان کرنے چاہئیں جو بعد از نبوت ظاہر ہوئے ہیں کیونکہ انہی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی ہونا اور سردار عالم ہونا ظاہر ہو سکتا ہے... نیز ان کے ذکر سے حضور کا اتباع بھی ہو سکتا ہے باقی جو حالات قبل از نبوت ہیں ان میں اتباع نہیں ہو سکتا...

مثلاً آپ کی ولادت کے وقت ایوان کسریٰ میں زلزلہ آ گیا تھا یا ستارے زمین کی طرف جھک آئے تھے اس میں کوئی اتباع کیوں کر کر سکتا ہے یہ کس کے اختیار میں ہے کہ اپنی پیدائش کے وقت بادشاہوں کے ایوان کو ہلا دیا کرے...(المورد الفرخی فی المولد البرزخی ج ۵)

واقعہ معراج کا حاصل

واقعہ معراج سے جو سبق ہم کو حاصل ہوا وہ دو باتیں ہیں... ایک یہ کہ معراج کی حقیقت قرب الٰہی ہے اور وہ سب انبیاء کو حاصل ہے تو یہ نہ کہنا چاہئے کہ معراج صرف حضور ہی کو ہوئی ہے اور کسی کو نہیں ہوئی... نہیں بلکہ معراج سب کو ہوئی ہے...

ہاں اجمالاً اس کہنے کا مضائقہ نہیں کہ حضور کی معراج اوروں کی معراج سے افضل و اکمل ہے... وہ بھی اس طرح سے کہا جاوے جس میں دوسرے انبیاء کی معراج کی تنقیص نہ ہو بلکہ صرف حضور کی افضلیت و اکملیت کا بیان ہو اور معراج ہی کی کچھ تخصیص نہیں مطلقاً تمام احوال و مقامات انبیاء میں تفصیلی فضیلت جب تک

منصوص نہ ہو بیان نہ کرنا چاہئے.... جیسا عام لوگوں کی عادت ہے...

دوسرا سبق اس واقعہ معراج سے سالکین کو یہ حاصل ہوا کہ وہ جو اپنے حالات کا فیصلہ خود کر لیا کرتے ہیں یہ ان کی غلطی ہے مثلاً پہلے ذکر میں جی لگتا تھا خطرات نہ آتے تھے انوار کی کثرت تھی اس کو وہ افضل حالت سمجھتے ہیں پھر خطرات آنے لگے انوار میں کمی ہو گئی تو اب سمجھتے ہیں کہ ہم مردود ہو گئے خبر بھی ہے کہ وہ عروج کی حالت تھی اور یہ نزول کی حالت ہے اور معراج کی حقیقت آپ کو معلوم ہو چکی ہے کہ معراج کبھی عروج سے ہوتی ہے کبھی نزول سے ہوتی ہے اور دونوں حالتیں مقبول ہیں پھر تم نزول کو ادون کیوں سمجھتے ہو پس سالک کی تو یہ حالت ہونا چاہئے...

تو بندگی چوں گدایاں بشرط مزد مکن — کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند

(تو گداگروں کی طرح مزدوری کی شرط پر بندگی مت کر اس لئے کہ آقا خود بندہ پروری کا طریقہ جانتا ہے...)

چاہے قبض ہو یا بسط ہر حال میں خدا سے راضی رہے اور اپنے لئے کوئی حالت تجویز نہ کرے... اگر قبض کسی معصیت کی وجہ سے نہ ہو تو پھر اس کو نزول پر محمول کرنا چاہئے جو کہ صوفیہ کے نزدیک عروج سے افضل ہے...

مگر اپنے لئے تجویز اس کو بھی نہ کرے بلکہ جب بسط عطا ہو تو اسی میں خوش رہے حق تعالیٰ نے قبض وبسط ونزول وعروج تمہاری مصلحت کے لئے عطا فرمایا ہے... وہی مصلحت کو خوب جانتے ہیں ایک عارف فرماتے ہیں...

بگوش گل چہ سخن گفت کہ خنداں است — بہ عندلیب چہ فرمودہ کہ نالاں است

(گل سے کیا کہہ دیا کہ خنداں ہے بلبل سے کیا فرمادیا کہ نالاں ہے...)

گل سے صاحب بسط مراد ہے اور عندلیب سے صاحب قبض... مطلب یہ ہے کہ سب اسی کے باغ کی پروردہ ہیں گل بھی اور عندلیب بھی کسی کا خندہ ان کو پسند ہے اس کو بسط عطا فرمادیا کسی کا نالہ وگریہ پسند ہے اس کو قبض عطا فرمادیا تم کو تجویز کا کوئی حق نہیں ہر

حال میں راضی رہنا چاہئے اصل مقصود معیت ہے اور وہ سب ان احوال میں حاصل ہے صرف لون مختلف ہے... اسی کو مولانا وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ کی تفسیر میں فرماتے ہیں...

گر بعلم آئیم ماایوان اوست — ور بجہل آئیم مازندان اوست
گر بخواب آئیم مستان وئیم — ور بہ بیداری بدستان وئیم

(اگر علم تک ہماری رسائی ہو جائے تو یہ ان ہی کا ایوان ہے کہ درج علم تک ان سے تصرف عطا ہوا اور اگر ہم جہل میں مبتلا رہیں تو ان ہی کا زندان ہے یعنی حق تعالیٰ کا تصرف ہے کہ مجلس جہل سے نہیں نکلے اگر سور ہیں تو ان ہی کے بے ہوش کئے ہوئے ہیں اور اگر جاگ اٹھیں تو انہی کی گفتگو میں ہیں یعنی یہ قوت بیانیہ بھی انہی کی عطا کی ہوئی ہے...) (الرفع والوضع ج ۵)

حقیقت معراج

حقیقت کے اعتبار سے ہر پیغمبر کو معراج ہوئی ہے کیونکہ معراج کی حقیقت ہے قرب حق اور ظاہر ہے کہ قرب حق جملہ انبیاء کو حاصل تھا اس کے بعد مولانا فرماتے ہیں کہ قرب حق کسی خاص صورت کے ساتھ مقید نہیں بلکہ کبھی بصورت عروج ہوتا ہے اور کبھی بصورت نزول ہوتا ہے... اسی کو فرماتے ہیں...

قرب نیز پستی؟ ببالا رفتن است — قرب حق از قید ہستی خود رستن است

اور قرب بصورت نزول کی تائید ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے حدیث میں آتا ہے سب سے زیادہ قرب بندہ کو جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے وہ حالت سجدہ میں ہوتا ہے نیز قرآن میں ہے واسجد واقترب یعنی سجدہ کرو اور مقرب بن جاؤ...

جس سے سجدہ کا محل قرب ہونا معلوم ہوا حالانکہ ظاہر میں وہ پستی ذلت اور نزول کی حالت ہے اس کے بعد مولانا فرماتے ہیں کہ یونس علیہ السلام کو اس واقعہ میں معراج بصورت نزول ہوئی تھی تو یہ واقعہ منافی کمال نہ تھا...

بلکہ عین کمال تھا کیونکہ معراج کا کمالات سے ہونا مسلم ہے...

باقی ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ صورت وحقیقت کے جامع ہیں اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج بصورت عروج ہوئی جس میں حقیقت اور صورت دونوں کو جمع کرلیا گیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج میں جس طرح عروج تھا نزول بھی تھا اور نزول میں بھی صورت معنی دونوں مجتمع تھے... صورت تو یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بلندی سے زمین کی طرف تشریف لائے اور حقیقت یہ کہ فنا کے بعد بقا حاصل ہوا اور یہ نزول ہے جس کو اہل سلوک جانتے ہیں... (الیسر مع العسر ج ٦)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت

جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوئی تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پچیس سال کی عمر تھی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر چالیس سال تھی، یہ بیوہ تھیں اور بہت مال دار چنانچہ اپنے تمول ہی کی وجہ سے ملکہ عرب مشہور تھیں اور یہاں سے مخالفین اسلام کو شرم کرنا چاہیے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرتے ہیں کہ معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عورتوں ہی کی فکر رہتی تھی... اس واقعہ کو دیکھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ آپ کو عورتوں ہی کی فکر رہتی تھی... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جوان کنواری لڑکی ملنا کیا دشوار تھا، اگر آپ چاہتے تو بوجہ عالی خاندان ہونے کے کہ بنی ہاشم مکہ کے سردار تھے، آپ کو کتنی ہی لڑکیاں مل سکتی تھیں...

مگر معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اس امر پر توجہ ہی نہیں کی پھر علاوہ عالی خاندان ہونے کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت بھی بہت زیادہ تھی کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ آپ کو تیس مردوں کی قوت عطا ہوئی تھی...

وفی روایۃ اربعین وقال مجاهد اعطی قوۃ اربعین من رجال الجنۃ

حدیث کو کوئی نہ مانے تو حضرت رکانہ کا واقعہ اس کے سامنے پیش کیا جائے گا کہ

وہ عرب کے مشہور پہلوان تھے جن کی طاقت وقوت ہزار مردوں کے برابر شمار کی جاتی تھی... ان کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی تبلیغ کی تو انہوں نے کہا کہ کوئی بات دکھلاؤ تو میں ایمان لاؤں... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
بتلاؤ کیا چاہتے ہو کہنے لگے کہ مجھ سے زیادہ طاقتور عرب میں کوئی نہیں... اگر آپ کشتی میں مجھے پچھاڑ دیں تو ایمان لے آؤں گا... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت اچھا: چنانچہ کشتی ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رکانہ کو پچھاڑ دیا، وہ بڑے حیران ہوئے اور کہنے لگے یہ اتفاقی بات ہے، دوبارہ پھر کشتی ہو... چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر رکانہ کو پچھاڑ دیا تو وہ اسلام لے آئے... (اصل العبادۃ ج ۷)

شان رسالت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان حدیث شریف میں وارد ہے
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یوں تو ہر وقت ہی سب سے زیادہ سخی تھے مگر سب سے بڑھ کر رمضان میں آپ سخی ہوتے تھے... اور جبرئیل علیہ السلام ہر شب میں آپ سے ملتے تھے... ان کی ملاقات کے وقت آپ ہوا سے بھی زیادہ فیض رساں ہوتے تھے... (ہوا کی فیض رسانی کہ اس سے بارش ہوتی ہے معلوم ہے اس جود میں سے بعض کی تصریح بھی وارد ہے مشکوٰۃ میں بیہقی سے بروایت ابن عباس آیا ہے:
كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذادخل شهر رمضان اطلق كل اسيروا عطے كل سائل (الدر المنثور ۱:۱۸۵، کنز العمال: ۱۸۰۶۰)
(جب رمضان کا مہینہ داخل ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر قیدی کو چھوڑ دیتے اور ہر سائل کو عطا فرماتے) اس میں آپ نے عملی تعلیم فرمائی ہے کہ رمضان میں اور دنوں سے زیادہ فیض رساں ہونا چاہیے اور قولاً یہ کہ آپ ارشاد فرماتے ہیں... **هذا شهر المواساة هذا شهر يزادفيه رزق المؤمن من تقرب فيه بخصلة من**

الخیر کان کمن ادی فریضۃ فیما سواہ (کنز العمال: ۲۴۲۹۴) یعنی یہ مہینہ ہمدردی کا ہے اس مہینہ میں مومن کا رزق زیادہ کیا جاتا ہے جو اس میں نفل کام کرے اس کو اور دنوں کے فرض کے برابر ثواب ملے گا اور جو اس میں فرض ادا کرے....

اس کو اور دنوں کے ستر فرضوں کے برابر ثواب ملے گا...اس میں کس قدر ترغیب وتحریض ہے صدقہ‘ خیرات اور اعمال صالحہ کی کہ رمضان میں رکعات نافلہ کا ثواب فرض نمازوں کے برابر ملتا ہے اور جو فرض کو اس ماہ میں ادا کرتے ہیں ان کو ستر فرضوں کا ثواب ملتا ہے...(تقلیل السنام بصورۃ القیام ج ۱۶)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جامعیّت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنگ میں ذرہ پہنتے تھے...لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ کو اندیشہ تھا یا اسباب پر نظر تھی سو آپ توکل اور تدبیر دونوں کو جمع فرماتے تھے اور واقعی تدبیر کو کس طرح چھوڑا جا سکتا ہے...یہ تو خدا تعالیٰ کی طرف سے خوان لگا ہے ...اس میں توکل بھی ہے تدبیر بھی ہے قسم قسم کی نعمتیں اس میں موجود ہیں...پس سب ہی سے منتفع ہونا چاہئے...یہ نہیں کہ ایک کو لے کر دوسری کو چھوڑ دیں...

دیکھو اگر کوئی حاکم ہماری دعوت کرے اور چار طرح کے کھانے دسترخوان پر لگائے اور ہم ان میں سے بعض کھائیں اور بعض نہ کھائیں تو اس پر ضرور عتاب ہوگا... ایک بزرگ کی حکایت لکھی ہے کہ روٹی کھا رہے تھے اس میں ایک ٹکڑا جلا ہوا تھا...اس کو اٹھا کر انہوں نے علیحدہ رکھ دیا...فوراً آواز آئی کہ کیوں صاحب کیا یہ فضول ہی بنا ہے...تمام آسمانوں کو چکر ہوا فرشتوں کو چکر ہوا...کرۂ ہوا کو حرکت ہوئی...تب یہ بنا آپ کے نزدیک یہ فضول ہی ہے...یہ آواز سن کر وہ بزرگ ڈر گئے اور اس جلے ہوئے ٹکڑے کو بھی کھا لیا...مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جلے ہوئے ٹکڑے بھی کھایا کرو کیونکہ ہم کو اجازت دی ہے کہ جو مضر ہو اس کو نہ کھائیں...بلکہ یہ مطلب ہے کہ اس

کوحقیر نہ سمجھو، غرض یہ کہ اس کا تو اختیار ہے کہ جو مضر ہو اس کو نہ کھاؤ... لیکن حقیر سمجھ کر نہ چھوڑو... جیسے کہ اگر کسی کے ہاتھ کا ٹکڑا گر جاتا ہے تو اس کو یہ سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں...

اگر ہم اس کو کھالیں گے تو لوگ ہم کو ندیدہ کہیں گے لوگوں کے ندیدہ سمجھنے کی پرواہ نہ کرنی چاہئے بلکہ یوں سمجھو کہ ہاں ہم ندیدہ ہیں... جب حق تعالیٰ ہی کو یہ پسند ہے کہ ہم ان کی نعمتوں کے ندیدہ ہوں پھر ہم کیوں ندیدہ نہ ہوں ...

چوں طمع خواہد زمن سلطان دیں　　　خاک برفرق قناعت بعد ازیں

(یعنی جب حق تعالیٰ ہی ہم سے طمع خواہاں ہوں تو پھر قناعت پر خاک ڈالنی چاہئے)

اور جو چیز تم کو مضر ہو اس کو بھی اگر چھوڑ دو تو یوں سمجھو کہ یہ تو فی نفسہٖ ہی بڑی نعمت ہے لیکن ہم اس کے متحمل نہیں ہیں یہ دقیق ادب ہے...(اجابۃ الداعی ج ۲۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جنس بشر سے ہونا ایک نعمت ہے

اللہ تعالیٰ نے ایسی ذات مقدس کو بھیجا جن کی شان یہ ہے لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ یعنی تمہارے پاس ایک رسول آئے ہیں تمہاری جنس سے پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہماری جنس سے ہونا ایک نعمت تو یہ ہے اس لئے اگر کسی فرشتہ یا جن کو بھیج دیتے تو سب ہیبت ہی کے مارے مر جاتے اور آپس میں کچھ مناسبت بھی نہ ہوتی آج کل لوگ اس فکر میں ہیں کہ پیغمبر کو عبدیت اور بشریت کے مرتبہ سے گزار کر الہ تک پہنچا دیں گویا اس صفت کو مٹانا چاہتے ہیں کہ جو ہمارے اور ذات حق میں واسطہ اضافی ہے حالانکہ یہ عین رحمت الٰہی اور عین کمال نبوی بھی ہے کہ بشر ہو کر قرب کے ایسے درجہ پر تھے کہ تو یہ کمال تھا اور رحمت اس سلئے کہ بشریت کی مناسبت سے بے راہوں کو راہ پر لادیں سو ان عبدیت کو مٹانے والوں کی وہی حالت ہے...

یکے بر شاخ بن مے برد

کہ ایک شخص شاخ پر بیٹھا تھا اسی کو کاٹتا تھا...

اسی صفت کے ذریعہ سے تو ہم کو ہدایت ہوئی اور یہ ظالم اسی کو اڑانا چاہتے ہیں... اور اپنے نزدیک اس کو مدح اور شان بڑھانا سمجھتے ہیں اور بشریت کے اثبات کو تنقیص کہتے ہیں نعوذ باللہ... الحاصل اثبات میں ایک نعت تو یہ ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر بنایا دوسرے یہ کہ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ یعنی ارشاد ہے کہ امتیو تمہاری مشقت ان پر بہت شاق ہے حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ...

تم پر حریص اور مومنین کے ساتھ شدت سے رحمت فرمانے والے ہیں... کیا ٹھکانا ہے آپ کی شفقت کا ہم تو تمام رات آرام سے سوویں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے تمام رات کھڑے ہو کر گزار دیں... (الشکر ج ۲۱)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت و رحمت

ایک مرتبہ ایک آیت میں صبح ہوگئی وہ آیت یہ ہے ... اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْلَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ... (یعنی اے اللہ اگر آپ ان کو عذاب دیں تو آپ کے بندے ہیں اور اگر ان کے لئے بخشش فرمادیں تو آپ غالب ہیں حکمت والے ہیں، اور ہم تو سوتے بھی نہ تھے بلکہ معدوم محض تھے سو ہم ناکاروں کیلئے جن کا اس وقت وجود بھی نہ تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم تعب اٹھاتے تھے اور فکر میں گھلے جاتے تھے چنانچہ ارشاد ہے... لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم شاید اس غم میں ہیں کہ یہ مومن نہیں ہوئے آپ اپنی جان ہلاک کر دیں گے اور یہ سب مجاہدہ اور محنت ہمارے لئے تھی ورنہ خود تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان یہ تھی ... لِيَغْفِرَلَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ ... (تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی اگلی پچھلی خطائیں معاف فرما دیں) تو آپ کو اس کی ضرورت نہ تھی کہ اتنا تعب برداشت فرماویں...) غرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود باجود ہمارے لئے سب نعمتوں سے بڑی نعمت ہے حاصل یہ

کہ نعمتیں خواہ دینی ہوں یا دنیوی ہم پر ہر وقت بے شمار نعمتیں ہیں اسی لئے ارشاد ہے...

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا... یعنی اگر تم اللہ کی نعمت کو شمار کرو تو احاطہ نہیں کر سکتے اور بعض نعمتیں وہ ہیں جن کی طرف التفات ہی نہیں ہوتا وہ بھی ملا تو یہ مضمون اور بھی مؤکد ہوتا ہے...(الشکر ج۲۱)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غایت شفقت

حدیث شریف میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری تمہاری ایسی مثال ہے کہ جیسے کسی نے آگ روشن کی ہو اور پروانے گرتے ہوں وہ شخص ان پروانوں کو ہٹاتا ہو لیکن وہ اس پر غالب آجاتے ہوں... اسی طرح تم لوگ دوزخ کی آگ میں جان جان کر گرتے ہو اور میں تمہاری کمریں پکڑ پکڑ کر ہٹاتا ہوں لیکن تم مجھ پر غالب آئے جاتے ہو اور اس میں گھسے جاتے ہو...

ان الفاظ سے ہر زبان دان کو اندازہ ہو سکتا ہے کہ زیادہ مقصود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تھا کہ یہ لوگ آگ سے بچیں اور یہی وجہ تھی کہ اگر کوئی ایسی تجویز آپ کے روبرو پیش کی جاتی جس سے آپ کو اپنے مقصود حاصل ہونے کی امید ہوتی ہو تو آپ اس کو بہت جلد قبول فرما لیتے تھے...(فوائد الصحبہ ج۲۱)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو شانیں

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو شانیں حق تعالیٰ نے بیان فرمائی ہیں...

مبشراً و نذیراً کہ آپ بشارت دینے والے اور ڈرانے والے ہیں یعنی بندوں میں رغبت اور خوف پیدا کرنے والے ہیں جس پر تمام دین کا مدار ہے اس کے بدون دین کامل نہیں ہو سکتا... البتہ یہ ضرور ہے کہ طبائع مختلف ہیں کہیں زیادہ خوف انفع ہوتا ہے کہیں زیادہ رغبت زیادہ نافع ہوتی ہے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں ان دو شانوں کے ہونے کا راز وہی ہے جو میں نے ابھی بیان کیا ہے...(رجاء اللقاء ج۲۴)

اللہ تعالیٰ کی اُمت محمد یہ پر عظیم شفقت

میں کہتا ہوں کہ اگر مریض یوں کہے کہ طبیب کو میری علت کی کیا ضرورت ہے تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ وہ بیمار کبھی اچھا ہوگا اور یہ خیال اس کا اچھا خیال ہے... مریض کبھی خیال نہیں کرتا کہ میں طبیب پر بڑا احسان کرتا ہوں اور عابد کو یہ خیال ہوتا ہے...

تو وجہ اس کی یہی ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ عبادت اللہ میاں کا کام ہے، پھر یہ عنایت دیکھو کہ اللہ میاں نے پہلی اُمتوں کو ایک ہی مرتبہ ایک کتاب جامع دے دی کہ جس میں تمام امراض لکھے ہوئے تھے اور یہ بندوں کے سپرد کر دیا کہ حسب ضرورت اس میں سے نکال لو... اور اس اُمت کو ایک ایک نسخہ کر کے مرحمت فرمایا... مرض مرض کے موافق جیسے ایک طبیب کہ ابتدائے علاج سے انتہا تک حسب ضروریات جزئیہ ایک ایک نسخہ مریض کو دیتا ہے... یہ زیادہ شفقت ہے اور زیادہ رحمت ہے اور پھر اس سے بڑھ کر یہ رحمت کہ ہماری نگرانی معالجہ کے لئے کیسے شفیق پیغمبر کو مبعوث فرمایا (فَبِمَا رَحۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنۡتَ لَهُمۡ) آپ صرف خدائے تعالیٰ کی رحمت سے اس قدر مہربان ہیں پھر لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس محبت کی کیا قدر کی... (اشرف المواعظ ج ۲۴)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا حال

حدیث شریف میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر قیام فرماتے کہ پاؤں مبارک ورم کر جاتے اور فرماتے: افلا اکون عبدًا شکورًا... (کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ ہوں) حضور کا باوجود مغفور ہونے کے یہ حال تھا، پھر ہمیں کیا ہوا، حالانکہ ہم مغفور قطعی ہیں بھی نہیں... حضور کے شکراً عبادت کرنے پر قصہ یاد آیا... ایک بزرگ نے ایک پتھر کو دیکھا، رو رہا تھا... بہت رحم آیا اور بذریعہ کشف معلوم کیا کیوں رو رہا ہے؟ اس نے کہا کہ جب سے یہ آیت اُتری ہے: وَقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ تب سے برابر رو رہا ہوں... ان بزرگ نے دعا مانگی کہ اللہ میاں اس پتھر کو تو دوزخ

سے بچا... دعا قبول کر لی گئی... اس پتھر کا آپ نے اطمینان کر دیا... پھر ایک مرتبہ جو گزر ہوا، دیکھا کہ اور زیادہ رو رہا ہے... بڑا تعجب ہوا... پوچھا کہ اب بھائی کیوں رو رہا ہے؟ اب تو تیری نجات ہو گئی تو جھٹ سے کہا وہ جس عمل سے ایسا بڑا ثمرہ ہوا اس کو اور زیادہ کیوں نہ کروں... (اشرف المواعظ ج ۲۴)

دبدبہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رُعب جلال اس درجہ عطاء فرمایا تھا کہ ہرقل وکسری اپنے تخت پر بیٹھے ہوئے آپ کے نام سے تھراتے تھے... حدیث میں ہے

نصرت بالرعب مسيرة شهر (سنن النسائی الجہاد ب ۱- مسند احمد ۲: ۲۶۸)

کہ اللہ تعالیٰ نے میری مدد رعب سے بھی کی ہے جو ایک مہینہ کی مسافت تک پہنچا ہوا ہے یعنی اس مخلوق پر بھی آپ کا رعب طاری تھا جو بقدر ایک مہینہ کی مسافت کے آپ سے دور تھے... پاس والوں کا تو کیا ذکر اور حضور تو بڑی چیز ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامان غلام کے نام سے بھی سلاطین کانپتے تھے... جیسے حضرت عمر و حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور یہ معلوم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سلطان نہ تھے بلکہ رسول بھی تھے اور رسول کا کام یہ ہے کہ امت کی ظاہری باطنی اصلاح کرے جس کے لئے افادہ واستفادہ کی ضرورت ہے اور افادہ واستفادہ کی شرط یہ ہے کہ مستفیدین کا دل مربی سے کھلا ہوا ہو تا کہ وہ بے تکلف اپنی حالت کو ظاہر کر کے اصلاح کر سکیں اور جس قدر رعب وجلال خدا تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا تھا وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو استفادہ سے مانع ہوتا تھا...

اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم گاہ گاہ اس مصلحت سے مزاح فرماتے تھے کہ صحابہ کے دل کھل جائیں اور وہ ہر وقت مرعوب رہ کر اپنے دل کو باتوں کے بیان کرنے سے رکیں اور یہ مسلم نہیں کہ مزاح خلاف وقار ہے خلاف وقار صرف وہ مزاح ہے جس میں کوئی مصلحت وحکمت نہ ہو... اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حضور صلی

اللہ علیہ وسلم کے مزاح سے آپ کے وقار و عظمت میں کمی نہ آتی تھی بلکہ اس کا اثر صرف یہ تھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے قلوب میں انشراح پیدا ہوتا اور وہ انقباض جاتا رہتا تھا...

جو غایت اور رعب کی وجہ سے قلوب میں عادۃً پیدا ہوتا ہے جس کا ثمرہ یہ تھا کہ قلوب میں آپ کی محبت جاگزیں ہوتی تھی اگر آپ مزاح نہ فرماتے تو صحابہ رضی اللہ عنہم کے اوپر آپ کا خوف ہی خوف غالب ہوتا محبت غالب نہ ہوتی... اور جب مزاح سے آپ کی محبت غالب ہوئی تو آپ کے وقار و عظمت میں کچھ بھی کمی نہ ہوئی... بلکہ پہلے سے بھی زیادہ ہوگئی...

کیونکہ پہلے تو وقار و عظمت کا منشا صرف خوف تھا اب محبت وخوف دونوں مل کر کام کرنے لگے... اور اگر کوئی یوں کہے کہ مزاح سے تو خوف زائل ہو جاتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ وہاں ہوتا ہے، جہاں مزاح کرنے والے میں شان رعب کم ہو اور وہ مزاح بکثرت کرے اور اگر شان رعب بہت زیادہ ہو جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت احادیث میں وارد ہے اور مزاح بھی کثرت سے نہ ہو تو اس صورت میں مخاطب بے خوف نہیں ہو سکتا...

چنانچہ مشاہدہ اس کی دلیل ہے اور احادیث سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے قلوب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کس قدر تھی اور جب کبھی کسی بات پر آپ کو غصہ آ گیا تو صحابہ کی کیا حالت ہوتی تھی... کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے قوی القلب شجاع بھی تھرا جاتے اور گھٹنوں کے بل بیٹھ کر عاجزانہ التجا کرنے لگتے تھے...

یہ گفتگو اس پر چلی تھی کہ میں نے کہا تھا کہ ہم دعوی کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی قول و فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا... حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو بڑی چیز ہیں میں کہتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامان بھی کوئی فعل عبث نہیں کرتے ان کے ہر فعل میں نیت صالح ہوتی ہے اور اگر کسی فعل میں کوئی خاص نیت نہ ہو... (الحدود والقیود ج ۲۵)

جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر شفقت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کافروں پر بہت شفقت تھی حالانکہ اس قدر شفقت اور اتنا اہتمام اور اس قدر دل سوزی و ہمدردی آپ پر واجب تو کیا ہوتی اس سے تو براہ رحمت آپ کو روکا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہے لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم شاید آپ اپنی جان کھپا ئیں گے...

اس غم سے کہ یہ مومن نہیں ہیں...اور ارشاد ہے فاعرض عنھم آپ ان سے اعراض کیجئے اور فرماتے ہیں وَّ لَاتُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِیْمِ یعنی آپ سے سوال نہ ہوگا دوزخیوں سے...مگر باوجود اس کے حضور کو وہ شفقت تھی کہ امت کے لئے کھڑے ہو کر دعا فرمار ہے ہیں اور قدم مبارک ورم کر گئے ہیں حدیث میں آتا ہے کہ ایک رات کامل حضور کو ایک آیت کے تکرار میں گزر گئی وہ آیت یہ ہے اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُکَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ

یعنی اے اللہ اگر آپ ان کو عذاب کریں تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ بخشیں تو بیشک آپ غالب ہیں حکمت والے ہیں...اور یہ بھی احتمال نہیں ہے کہ آپ نے جو علاج تجویز فرمایا ہے اس میں حضور کی کوئی غرض وابستہ ہو حضور کے برتاؤ کو حدیثوں کے اندر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نے کبھی اپنے یا اپنی اولاد کے لئے دنیا کی فلاح نہیں چاہی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ایسی پیاری بیٹی تھیں کہ باوجود اس کے کہ حضور کی عادت شریفہ نہ تھی کہ کسی کے لئے کھڑے ہوں...

مگر جب یہ تشریف لاتی تھیں تو حضور بے چین ہو کر جوش محبت میں کھڑے ہو جاتے تھے اور جب حضور سفر میں تشریف لے جاتے تھے تو سب سے آخر میں ان سے ملتے تھے اور جب سفر سے تشریف لاتے تھے تو سب سے اول ان سے ملتے تھے ایسی چہیتی بیٹی کام کاج کے لئے ایک لونڈی مانگنے تشریف لائیں حضور اس وقت دولت خانہ

تشریف نہ رکھتے تھے جب آپ تشریف لائے اور صاحبزادی صاحبہ کے اس غرض سے آنے کی اطلاع ہوئی تو آپ خود ان کے پاس تشریف لے گئے اس وقت وہ لیٹی ہوئی تھیں اٹھنے لگیں تو حضور نے فرمایا کہ تم لیٹی رہو حضور ان کے پاس بیٹھ گئے اور فرمایا کہ بیٹی لونڈی لیتی ہو یا لونڈی سے بہتر چیز... بیٹی بھی ایسی باپ کی چاہنے والی اور مطیع تھیں عرض کیا کہ لونڈی سے اچھی شے دیجئے فرمایا کہ سوتے وقت سبحان اللہ ۳۳ بار اور الحمدللہ ۳۳ بار اور اللہ اکبر ۳۴ بار پڑھ لیا کرو یہ تم کو لونڈی غلام سے بہتر ہے ایسے پیغمبر پر کسی کو غرض کا کیا شبہ ہو سکتا ہے... (السوال ج ۲۶)

کمال سادگی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تکیہ میں کھجور کی چھال بھری تھی... حدیث میں رث البیت رث الاھیئت کا لفظ آیا ہے یعنی آپ کی وضع بھی سادی تھی اور بود و باش بھی سادی تھی ممتاز جگہ پر بھی آپ نہ بیٹھتے تھے...

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں باہر کے لوگ آتے تھے تو پہچان نہیں سکتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کون سے ہیں اور پوچھنا پڑتا تھا کلہ من محمد فیکم (تم میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں) جب صحابہ بتلاتے تھے ھذا الابیض المتکی (یہ گورے چٹے تکیہ کا سہارا لگانے والے) تب پہچان ہوتی تھی (صلی اللہ علیہ وسلم) متکی کے معنی تکیہ پر بیٹھنے والے کے نہیں....

بلکہ ہاتھ کا یا دیوار وغیرہ کا سہارا لگانے والے... ہجرت کے واقعہ میں آتا ہے کہ مسجد قبا میں انصار رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بہت دیر تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دھوکہ میں مصافحہ کرتے رہے کچھ ٹھکانا ہے جانبین سے سادگی اور بے تکلفی کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تو یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وضع قطع میں کسی بات کا امتیاز نہ تھا ورنہ لوگ پہچان ہی نہ لیتے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی

طرف سے یہ کہ آپ نے اس کو خلاف ادب نہیں سمجھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف سے بچانے کے لئے بجائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خود مصافحہ کرتے رہے یہ ہے مساوات اب کوئی آج کل کے لوگوں سے پوچھے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جو ایسا برتاؤ کیا کیا ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں تھی...

دیکھئے کس قدر سادگی ہے اس برتاؤ میں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی محبت کو سب جانتے ہیں... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد دو برس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ زندہ رہے مگر روایات میں آیا ہے کہ کبھی ہنسی نہیں آئی کیا اس کی کوئی نظیر دکھلا سکتا ہے...(ذم المکروہات ج ۲۶)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت

ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰکَ لَقَدْ کِدتَّ تَرْکَنُ اِلَیْھِمْ شَیْئًا قَلِیْلًا" یعنی اگر ہم آپ کو نہ سنبھالے رکھتے تو قریب تھا کہ آپ ان کی طرف کسی قدر مائل ہو جاتے تو اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر حق کی طرف کبھی میلان نہیں ہوا تو اب کیا شبہ رہا...

غرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت میں کبھی ذرا بھی فتور نہیں پڑا' اس وقت مختصراً میں نے بیان کر دیا ہے اپنی تفسیر میں میں نے اس کو مفصل لکھا ہے...

یہ تو پہلا رکوع ہے اور دوسرا رکوع ہے "وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ وَرَحْمَتُہٗ لَھَمَّتْ طَّآئِفَۃٌ مِّنْھُمْ اَنْ یُّضِلُّوْکَ" (اگر آپ پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ان میں سے ایک گروہ آپ کو غلطی میں ڈالنے کا ارادہ کرتا) اس سے بھی آپ کی عصمت میں شبہ نہ ہونا چاہیے...

کیونکہ "وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ وَرَحْمَتُہٗ لَھَمَّتْ' فرماتے ہیں یعنی اگر حق تعالیٰ کا آپ پر فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ارادہ کرتا ایک گروہ یہ کہ آپ

کو غلطی میں ڈال دے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ارادہ کا مرتبہ بھی نہیں ہوا کیونکہ ہم اس کو کہتے ہیں جس کے بعد صدور فعل کا ہو جاوے اور وہ مرتبہ عزم کا ہے اور بعض نے ہم کو عزم سے قبل کہا ہے اور وجہ اس کی یہ ہوئی کہ قرآن میں

"وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا" (اس عورت کے دل میں تو ان کا خیال عزم کے درجہ میں جم رہا تھا اور ان کو بھی اس عورت کا خیال ہو چلا تھا) بھی ہے تو حضرت یوسف علیہ السلام کیلئے ھم بالمراۃ (آپ کے دل میں اس عورت کا خیال ہو چلا تھا) اور انبیاء چونکہ معصوم ہوتے ہیں اس لیے عزت معصیت ان سے محقق نہیں ہو سکتا اس لیے وہ اس کے قائل ہو گئے کہ ہم عزم سے پہلے ہوتا ہے... (بفضل العظیم ج ۲۷)

حسن و جمال رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

حضور علیہ السلام کا حسن تو عجیب و غریب تھا جو ہزاروں لاکھوں میں نہ چھپتا تھا اگر یہاں کسی کو یہ شبہ ہو کہ جب آپ کا حسن ایسا تھا تو پھر نوواردوں کو پوچھنے کی کیوں نوبت آتی تھی حسن تو سب کو معلوم ہو جاتا ہے تو بات یہ ہے کہ (حسن بے شک چھپ نہیں سکتا مگر اس سے اتنا ہی تو معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ شخص سب سے زیادہ خوبصورت اور جمال میں بے نظیر ہے لیکن جو نووارد آپ کو سلطان سمجھ کر آتا تھا اسے سامان سلطنت و اسباب امتیاز نہ دیکھ کر بلکہ آپ کو سب کے ساتھ ملا جلا دیکھ کر حیرت ہوتی ہی تھی کہ میں ان میں سے کس کو بادشاہ سمجھوں ...کیونکہ حسن و جمال بدوں سامان سلطنت کے کسی کو سلطان سمجھنے کے لئے کافی نہیں ہو سکتا دوسرے یہ کہ) آپ کا حسن ایسا لطیف تھا کہ دیکھنے والے کو فوراً اس کے تمام کمالات کا احاطہ نہ ہوتا تھا بلکہ آپ کے حسن کی یہ شان تھی

یزیدک وجهه حسناً اذا مازدته نظراً

(تیرے چہرہ میں حسن زیادہ ہی ہوتا ہے جس قدر اس پر نظر زیادہ ڈالتا ہوں) (اسباب الفتنہ ج ۲۸)

کفار کی ایذائیں

حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نماز پڑھ رہے تھے جب آپ سجدہ میں گئے تو چند کفار نے آپ کی گردن پر گندگی رکھ دی حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم تلویث ثیاب کے اندیشہ سے دیر تک سجدہ ہی میں رہے...

یہ حال دیکھ کر کفار ہنسی کے مارے ایک دوسرے پر گر رہے تھے کہ اتنے میں کسی نے حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو اطلاع دی یہ اس وقت بچی سی تھیں فوراً دوڑی ہوئی آئیں اور رؤساء کفار کو ان کے منہ پر برا بھلا کہا اور گندگی کو اٹھا کر پھینک دیا اب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے سجدہ سے سر اٹھایا اور ان کافروں کے نام لے لے کر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بددعا فرمائی حدیث میں آتا ہے کہ جب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زبان سے بددعا نکلی تو کفار کے رنگ فق ہو گئے...

کیونکہ جانتے تھے کہ یہ جو کچھ کہہ دیں گے ضرور ہو کر رہے گا حالانکہ مسلمانوں کا تو خود حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم ہی کے ارشاد سے یہ عقیدہ بھی ہے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ہر بددعا کا لگنا ضروری نہیں چاہے لگے یا نہ لگے مگر کفار کا تو یہی خیال تھا کہ آپ جو کچھ کہہ دیں گے ضرور پورا ہو کر رہے گا پس اگر یہ لوگ آپ کی رسالت کو نہ پہچانتے تھے تو آپ کی بددعا سے اتنے خائف کیوں تھے؟

معلوم ہوا کہ پہچانتے تھے مگر عناد و عار کی وجہ سے انکار کرتے تھے... چنانچہ اسی عار کی بناء پر کہا کرتے کہ کیا رسالت کے لئے یتیم ابی طالب ہی رہ گئے تھے اگر خدا تعالیٰ کو رسول ہی بھیجنا تھا تو مکہ اور طائف کے کسی مالدار دولت مند کو رسول ہونا چاہیے تھا وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْآنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٌ (اور انہوں نے کہا کہ خدا تعالیٰ نے اس قرآن کو دونوں مقاموں (مکہ و طائف) کے کسی بڑے مالدار پر کیوں نہیں اتارا) حق تعالیٰ جواب دیتے ہیں...

اَهُمۡ يَقۡسِمُوۡنَ رَحۡمَةَ رَبِّکَ نَحۡنُ قَسَمۡنَا بَيۡنَهُمۡ مَّعِيۡشَتَهُمۡ فِی الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَرَفَعۡنَا بَعۡضَهُمۡ فَوۡقَ بَعۡضٍ دَرَجٰتٍ یعنی کیا یہ لوگ نبوت کو بانٹتے ہیں کیا اس کی تقسیم ان کے ہاتھ میں ہے جو اپنی طرف سے تجویزیں پاس کرتے ہیں ہم نے ایک ذلیل چیز معیشت دنیا کی تقسیم کا تو اختیار ان کو دیا ہی نہیں...

بلکہ اس کو بھی ہم نے خود ہی تقسیم کیا ہے پھر نبوت کو یہ لوگ کیا بانٹیں گے غرض ان کو محض عار مانع تھی ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت میں ان کو شبہ نہ تھا چنانچہ بعض نے مرتے ہوئے اقرار کیا کہ میں جانتا ہوں کہ آپ نبی ہیں اور آپ کا دین حق ہے...

مگر مجھے اسلام لانے میں اس کا خوف ہے کہ قریش کی بوڑھی عورتیں یہ کہیں گی کہ دوزخ کے خوف سے اپنے باپ دادا کا دین بدل دیا گویا کفر پر جمے رہنے کا منشا بہادری تھی کہ لوگ یوں کہیں بڑے بہادر ہیں کہ دوزخ سے بھی نہیں ڈرتے واقعی بڑا بہادر تو وہی ہے جو یوں کہے کہ میں دزخ سے بھی نہیں ڈرتا فَمَا اَصۡبَرَهُمۡ عَلَی النَّارِ (سو دوزخ کے لئے کیسے باہمت ہیں) (مطاہر الاقوال ج ۲۸)

شان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان دیکھئے کہ آپ لباس ہمیشہ موٹا پہنتے تھے اور کمبل اوڑھا کرتے تھے مگر اس کمبل ہی میں رعب وجلال کی یہ حالت تھی کہ سفراء دول آپ سے کانپتے تھے... ایک مرتبہ کسی بادشاہ کا سفیر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا تو صورت دیکھ کر تھر تھر کانپنے لگا... اس کی یہ حالت تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت کہ آپ اپنے رعب کو کم کرنا چاہتے تھے' کوئی دنیا کا بادشاہ ہوتا تو اس حالت سے خوش ہوتا کہ مجھے دیکھ کر سفراء دول کانپتے ہیں... مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو دین کے بادشاہ تھے' آپ علیہ السلام خود اس کی خواہش کیوں کرتے...

چنانچہ سفیر کی یہ حالت دیکھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تسلی دی اور فرمایا

کہ بھائی مجھ سے کیوں ڈرتے ہو؟میں تو ایسی عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا گوشت کھایا کرتی تھی...یعنی غریب تھی جو گوشت کو سکھا کر دوسرے اوقات کے لیے رکھتی تھی...

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت اپنی تواضع کو ظاہر فرمایا' شاید کوئی کہے کہ گو لباس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سادہ تھا مگر شاید کوئی اور ہیئت رعب کی ہو گی تو سنئے! حدیث میں آتا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں اس طرح بیٹھا کرتے تھے کہ نو وارد کو یہ بھی خبر نہ ہوتی تھی کہ ان میں سردار کون ہیں اور خادم کون ہیں...

کوئی صورت امتیاز کی نہ تھی اسی لیے نو وارد کو پوچھنا پڑتا تھا...''من محمد فیکم'' تم میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں...صحابہ فرماتے:

''هذا الابیض المتکئی'' (یہ گورے چٹے جو سہارا لگائے بیٹھے ہیں...یہ تو نشست و برخاست کی سادگی تھی اور گفتگو کی سادگی یہ تھی کہ دیہات والے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یا محمد ابن عبدالمطلب کہہ کر گفتگو کرتے تھے' صاف نام لیا کرتے تھے' القاب و آداب کچھ نہ استعمال کرتے تھے' اس میں کچھ تو ان کے دیہاتی ہونے کا اثر تھا اور کچھ عرب میں سادگی ہے...

بھائی سنا ہے کہ اب تک بھی ان کی یہی معاشرت ہے کہ وہ اپنے امراء و سلاطین کو نام لے کر خطاب کرتے ہیں...شیوخ عرب شریف مکہ کو یا حسین یا حسین کہہ کر خطاب کرتے ہیں اور آج کل ابن مسعود کے متعلق بھی سنا گیا ہے کہ ان کے بعض آدمی یا ابن مسعود کہہ کر ان سے خطاب کرتے ہیں اور چلنے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سادگی تھی کہ آپ اکثر صحابہ کے پیچھے چلتے تھے اور کبھی درمیان میں ہو جاتے تھے...غرض میمنہ میسرہ اور مقدمہ ساقہ کی کوئی ترتیب نہ تھی...

بلکہ کبھی کوئی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے ہو جاتا کبھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آگے ہو جاتے اور کبھی سب سے پیچھے ہو جاتے...شاید کوئی کہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن ایسا تھا جس سے دیکھنے والے پر رعب پڑتا ہو گا کیونکہ حسن کا

بھی رعب ہوتا ہے تو سنئے حسن کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو اول نظر میں دیکھنے والے کو مغلوب کر دے مگر بار بار دیکھنے سے رعب کم ہو جائے' دوسرے وہ جو اول نظر میں مرعوب نہ کرے اور جوں جوں نظر کرتا جائے دل میں کھبتا چلا جائے...

یزیدک وجہ حسناً اذا مازدتہ نظراً

(جبکہ اس کو تم جس قدر زیادہ دیکھو گے اس کے چہرہ میں حسن زیادہ نظر آئے گا)

(الرحیل الی الخلیل)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حال

حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اسی باب میں اس طرح بیان کی گئی ہے: "کان دائم الفکرۃ متواصل الاخران" کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ فکر و سوچ میں اور رنج و غم میں رہتے تھے اور اس فکر و غم ہی کا یہ اثر تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کھل کر ہنستے نہ تھے...

حدیث میں ہے: "کان جل ضحکہ التبسم" کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا ہنسنا یہ ہوتا کہ تبسم فرما لیتے تھے اور یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا حوصلہ تھا کہ ہماری خاطر سے تبسم بھی فرما لیتے تھے ورنہ جس کے سامنے وہ احوال شدیدہ ہوں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف تھے اس کو تو تبسم بھی نہیں ہو سکتا...

شاید کوئی اس پر یہ شبہ کرے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا خوف تھا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تو سب ذنوب کے بخش دیئے جانے کا وعدہ ہو چکا تھا... میں کہتا ہوں کہ بس آپ کے نزدیک جہنم ہی تو ایک خوف کا سبب ہے... صاحب اس سے بڑھ کر عظمت حق کا انکشاف خوف کا سبب ہے جس پر عظمت حق کا انکشاف ہو گیا ہے' وہ جہنم کو تو تصور میں بھی نہیں لاتا' پھر اس سے آگے ایک اور مقام ہے جس میں باوجود مغفرت ذنوب کے بھی جہنم سے اطمینان نہیں... "وھو انکشاف قدرۃ الحق"

(وہ قدرت حق کا منکشف ہونا ہے) اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "لو علمتم مااعلم لضحکتم قلیلاً ولبکیتم کثیراً"، یعنی اگر تم وہ باتیں جانتے جو مجھے معلوم ہیں تو بہت کم ہنستے اور زیادہ رویا کرتے...

اس جگہ کم ہنسنے کے معنی یہ ہیں کہ بالکل نہ ہنستے مگر یہ محاورہ ایسا ہے جیسا اردو میں آپ کہا کرتے ہیں کہ میں ایسا روگ کم پالتا ہوں یعنی نہیں پالتا اور محاورات اکثر تمام زبانوں میں مشترک ہوتے ہیں... قرآن میں اور جگہ بھی یہ استعمال آیا ہے جہاں قلت کے معنی ہو ہی نہیں سکتے' عدم ہی کے معنی ہو سکتے ہیں... یعنی: فَقَلِيلًا مَّا يُؤْمِنُونَ... (سووہ ایمان نہیں لاتے ہیں) (الرحیل الی الخلیل ج۲۹)

کمال شفقت

حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ کا قصہ ہے یہ حالت کفر میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل تھے بعد میں اسلام لے آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے آپ نے ان سے فرمایا

هل تستطيع ان تغيب وجهك عني (الصحيح للبخاری ۵:۱۲۹)

اے وحشی! کیا تم اپنا چہرہ مجھ سے غائب رکھ سکتے ہو... یعنی ایسا ہو سکتا ہے کہ تم عمر بھر میرے سامنے نہ آؤ... واللہ! یہ واقعہ تنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت کے لئے کافی ہے کہ آپ کو قاتل حمزہ کی صورت دیکھنے سے طبعاً ملال و کوفت ہوتا تھا بے تکلف آپ نے اس طبعی اثر کو ظاہر فرما دیا کوئی دوسرا ہوتا تو ضرور بناوٹ کرتا اور اپنے رنج کو چھپاتا کہ ایسی بات کیا کہوں جس سے دوسروں کو یہ خیال ہو گا کہ معافی کے بعد بھی ان کے دل میں غبار ہے اور یوں کہے گا کہ اسلام سے خدا تعالیٰ نے تو پہلے گناہوں کو معاف فرما دیا اور ان کے دل میں ابھی تک پہلی باتوں کا اثر باقی ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی مطلق پروانہ تھی کہ کوئی معتقد رہے گا یا نہیں اس لئے صاف صاف فرما

دیا کہ اے وحشی اگر تم عمر بھر کے لئے مجھ سے اپنا منہ چھپا لو تو اچھا ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ اس طریق میں تکدر قلب شیخ مانع و حاجب ہے اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے سامنے آنے سے روک دیا کہ روز روز دیکھ کر انقباض ہوگا اور میرے انقباض سے ان کو ضرر ہوگا کہ فیوض و برکات سے حرمان ہو جائے گا...

اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اپنی ہی راحت کا سامان نہیں کیا بلکہ ان کی راحت کا بھی سامان تھا کہ ان کو بعد ہی میں ترقی ہو سکتی ہے قرب میں نہ ہوگی... اسی لئے صوفیہ نے تصریح کی ہے کہ بعض مریدوں کے لئے شیخ سے بعد ہی مفید ہے ان کو قرب میں زیادہ نفع نہیں ہوتا...دوسرے اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو بھی اس قسم کے امور طبعیہ اور جذبات بشریہ کی رعایت و موافقت کی اجازت دے دی اور بتلا دیا کہ مجرم کی خطا معاف کر دینا اور ہے اور دل کھل جانا اور ہے یہ ضرور نہیں کہ خطا معاف کر دینے کے ساتھ فوراً ہی دل بھی کھل جائے اس واقعہ میں حضرت وحشی رضی اللہ عنہ سے جو خطا ہوئی تھی یعنی قتل حمزہ وہ اسلام سے پہلے ہوئی تھی اور اسلام لانے سے گزشتہ سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں تو یقیناً ان کی خطا معاف کر دی گئی تھی....

مگر خطا معاف کر دینے سے وہ طبعی اثر معاً کیوں کر دل سے زائل ہو جاتا کہ صورت دیکھ کر قاتل ہونے کا بھی خیال نہ آتا اس لئے آپ نے حضرت وحشی کو اپنے سامنے آنے سے منع فرما دیا...لوگ اس میں بہت غلطی کرتے ہیں کہ خطا کی معافی اور دل کی صفائی کو لازم و ملزوم سمجھتے ہیں یہ غلطی ہے خطا معاف کر دینے سے فوراً دل صاف نہیں ہو جاتا دیکھو اگر تم کسی کے نشتر چبھا دو پھر معافی چاہو اور وہ اسی وقت معاف بھی کر دے تو کیا معاف کر دینے سے زخم بھی فوراً اچھا ہو جائے گا ہر گز نہیں بلکہ اس کا علاج معالجہ مہینوں ہفتوں کرو گے تب کہیں اچھا ہوگا یہی حال دل کے زخم کا ہے کہ خطا معاف کر دینے سے وہ معاً مندمل نہیں ہو جاتا بلکہ دیر میں اچھا ہوتا ہے اور کبھی خطا کار کے بار بار سامنے آنے سے دل کا زخم چھلنے لگتا ہے تو اس وقت اس کی اجازت ہے کہ

اس کو اپنے سامنے آنے سے منع کر دو تاکہ دل کا زخم زیادہ نہ بڑھے اور جلدی اچھا ہو جائے مگر بعض لوگ اس حالت کے ظاہر کرنے سے شرماتے ہیں کہ لوگ یوں کہیں گے کہ ان کے دل میں معافی کے بعد بھی غبار ہے یہ محض تصنع ہے اور بعضے اس سے تو نہیں شرماتے مگر دوسرے شخص کی دل شکنی کے خیال سے اس کو سامنے آنے سے منع نہیں کرتے اور اپنے دل پر جبر کئے رہتے ہیں کہ یہ عزیمت ہے...

مگر کبھی اس رخصت پر بھی عمل کرنا چاہئے جس پر حضرت وحشی کے واقعہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کیا ہے اگر رخصت شرعیہ سے ہم انتفاع نہ کریں گے تو کیا فرشتے انتفاع کریں گے اور میرے نزدیک اس کا معیار یہ ہونا چاہئے کہ جس شخص کے سامنے آنے سے کلفت قابل برداشت ہوتی ہو...

وہاں عزیمت پر عمل کرے اور جہاں کلفت نا قابل برداشت ہوتی ہو وہاں رخصت پر عمل کرے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت لوگوں نے ایذا دی مگر چونکہ وہ ایذائیں آپ کی ذات تک محدود تھیں اس لئے ان کو آپ بہت جلد دل سے بھلا دیتے تھے اور ان ایذا دینے والوں کے اسلام کے بعد ان کی پہلی ایذا کا آپ کو خیال بھی نہ رہتا تھا اور حضرت وحشی کی ایذا کا اثر آپ کی ذات ہی تک نہ تھا بلکہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کو قتل کیا تھا اور بری طرح قتل کیا تھا جس کا صدمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اور حضرت حمزہ کے سب عزیزوں کو بہت تھا جس کی وجہ سے حضرت وحشی کی صورت دیکھنے کا آپ کو تحمل نہ تھا اس لئے یہاں آپ نے رخصت پر عمل فرمایا ۱۲) (انفاق المحبوب ج ۳۰)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت جسمانی

خاندان بنی ہاشم تھا ہی بہت قوی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں تیس آدمیوں کی قوت تھی... چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پہلوان کو پچھاڑا تھا ان کا نام رکانہ تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے اور کہا تھا کہ اگر آپ مجھے پچھاڑ دیں تو میں

مسلمان ہو جاؤں آپ نے ان کو پچھاڑ دیا انہوں نے کہا کہ یہ اتفاقی بات تھی کہ میں پچھڑ گیا... اب کے پچھاڑے تو جانوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ان کو اٹھا کر پھینک دیا یہ صاف ثبوت ہے اس بات کا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں قوت بدنی بھی بہت تھی... غرض یہ بات ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں تیس آدمیوں کی قوت تھی...

یہاں سے ملحدوں کے تعدد ازواج پر اعتراض کا جواب بھی نکلتا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں تیس آدمیوں کے برابر قوت تھی اور ایک آدمی کو ایک بیوی رکھنے کی اجازت تمام دنیا دیتی ہے تو اس حساب سے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تیس بیویاں رکھنے کی گنجائش تھی تیس کی جگہ اگر نو ہی رکھیں تو اس تعدد ازواج پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے... بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت کمی کی حساب سے ایک تہائی سے بھی کم پر بس کیا' ذرا انصاف سے کام لینا چاہئے اور یوں کوئی بک بک کرتا پھرے تو اس کا کیا علاج اور یہ تعدد ازواج بھی بطور نفس پروری نہ تھا کیونکہ اس کے خلاف پر بہت سے قرائن ہیں...

دیکھئے سوائے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سب بیواؤں سے عقد کیا اور سب سے اول جو شادی کی اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پچیس برس کی تھی یہ وقت عین شباب کا تھا اس وقت میں تو کنواری سے کرنا تھا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کیا ان کی عمر اس وقت چالیس برس کی تھی اور بیوہ تھیں دیکھئے یہ نفس پروری ہے یا نفس کشی اور جب تک وہ زندہ رہیں ان کے سامنے اور کوئی نکاح نہیں کیا... یہاں سے یہ شبہ بھی جاتا رہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیوہ عورتوں سے اس واسطے عقد کئے کہ کنواری ملتی کہاں آپ کوئی گھر کے امیر نہ تھے اور شبہ اسطرح رفع ہوا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ملکۃ العرب کہلاتی تھیں انہوں نے خود اپنی خواہش سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کیا تھا... جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وقعت لوگوں کے دلوں میں یہ تھی کہ ملکۃ العرب نے خود خواہش کی تو غریب غربا کنواریوں کا ملنا کیا مشکل تھا... (ادب الاسلام ج ۳۰)

عادات نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ کیسے بزرگ ہیں کہ جو ٹھنڈا پانی پیتے ہیں... آٹھ آنہ گز کا کپڑا پہنتے ہیں' گیہوں کھاتے ہیں' جو کی روٹی نہیں کھاتے حالانکہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غذا ہے...

میں کہتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عادۃً کھایا ہے یا عبادۃً... ظاہر ہے کہ عبادۃً نہیں کھایا... پھر عادت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع شرعاً واجب نہیں نہ ان کے ترک میں کوئی گناہ ہے... عادات میں مزاج وغیرہ کے لحاظ کرنے کا اختیار ہے... بات یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض عادات ایسی ہیں جن کی ہم برداشت نہیں کر سکتے... اس لیے شریعت نے عادات نبویہ کا اتباع واجب نہیں کیا' ہاں اگر کسی کو ہمت ہو اور عادات پر عمل کرنا بھی نصیب ہو جائے تو اس کی فضیلت میں شک نہیں مگر اس کو دوسروں پر طعن کرنے کا بھی حق نہیں...

جو کی روٹی پر مجھے قصہ یاد آیا کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بھائی آج سے سنت کے موافق جو کی روٹی کھایا کریں گے... چنانچہ جو کا آٹا پسوایا گیا اور اس کو چھلنی میں نہیں چھانا گیا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آٹے میں پھونک مار دیا کرتے تھے' جتنی بھوسی پھونک مارنے سے اڑ گئی وہ اڑ گئی' باقی کو گوندھ لیتے تھے... خواجہ صاحب نے بھی ایسا ہی کیا' اب جو وہ روٹی کھائی گئی تو سب کے پیٹ میں درد ہو گیا...

اب ان کا ادب دیکھئے کہ یہ نہیں فرمایا کہ سنت کے اتباع سے ایسا ہوا بلکہ یہ فرمایا بھائی ہماری غلطی تھی جو ہم نے برابری کا دعویٰ کیا اور اپنے کو اس سنت کے قابل سمجھا' ہم اس کے قابل نہ تھے اس لیے ہم کو تکلیف ہو گئی... بس اس سنت پر وہی عمل کر سکتا ہے جو اس درجہ کا ہو' ہم اس درجہ کے نہیں ہیں... سبحان اللہ! ادب اسے کہتے ہیں...

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ آپ زمین پر سویا کرتے تھے... اب آج کل طبائع ایسی ہیں کہ وہ زمین پر نہیں سو سکتے... نیز بعض لوگ ایسے ہیں جو زیتون کا تیل اور چربی نہیں کھا سکتے... اس سے ان کو تکلیف ہوتی ہے تو ان سنتوں کا اتباع ضروری نہیں کیونکہ یہ سنن عادیہ ہیں اور عادات میں ہر شخص کو اپنے مزاج کی رعایت کا شرعاً اختیار ہے... (خطبات حکیم الامت جلد ۱۱ص ۲۱۴)

اہمیت ذکر رسول

صاحبو! حضور کا ذکر مبارک تو وہ شے ہے کہ اگر اس پر اجر کا بھی وعدہ نہ ہوتا تو حضور کی محبت بمقتضائے من احب شیئا اکثر ذکرہ اس کو مقتضی ہے کہ آپ کا ہر وقت ذکر کیا کرتے اور چونکہ حضور کا ذکر عین عبادت ہے اسی واسطے حق تعالیٰ نے خود اس قدر مواقع آپ کے ذکر کے مقرر فرمائے ہیں کہ مسلمان سے لامحالہ ذکر ہو ہی جاتا ہے دیکھئے نماز کے اندر ہر قعدہ میں السلام علیک ایھا النبی موجود ہے اور قعدہ ظہر میں اور عصر اور مغرب اور عشا میں دو دو ہیں اور فجر میں ایک تو کل نو قعدے ہوئے... اور سنن موکدہ اور وتر میں لیجئے ظہر میں تین مغرب میں ایک عشاء میں تین اور صبح میں ایک تو کل ۱۷ قعدے ہوئے... پس یہ سترہ مرتبہ حضور کا ذکر ہوا...

پھر پانچوں وقت فرائض اور سنن و وتر کے قعدے اخیرہ میں کل گیارہ مرتبہ درود شریف بھی پڑھا جاتا ہے پس سترہ اور گیارہ کل اٹھائیس بار تو لامحالہ ہر مسلمان کو آپ کا ذکر کرنا روزانہ ایسا ضروری ہے کہ اس سے کسی طرح مفر ہی نہیں...

پھر پانچوں وقت اذان اور تکبیر ہوتی ہے... اس میں اشھد ان محمدا رسول اللہ موجود ہے جس کو موذن اور سننے والا دونوں کہتے ہیں... پھر ہر نماز کے بعد دعا بھی سبھی مانگتے ہیں اور دعا کے آداب میں سے کر دیا گیا ہے کہ اس کے اول و آخر درود شریف ہو... غرض اس حساب سے اٹھائیس سے بھی زیادہ تعداد حضور کے ذکر

شریف کی ہوگی اور یہ تو وہ مواقع ہیں کہ ان میں پڑھے بے پڑھے سب شامل ہیں... اور جو طالب علم حدیث شریف پڑھتے ہیں وہ تو ہر وقت حضور کے ذکر میں رہتے ہیں اس لئے کہ ہر حدیث کے شروع میں آپ کے نام مبارک کے ساتھ درود شریف موجود ہے چنانچہ احادیث کی کتابیں اٹھا کر دیکھئے اور ان میں جا بجا

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اور **قال النبی صلی الله علیه وسلم** اور **عن النبی صلی الله علیه وسلم** واقع ہے اور درمیان میں بھی جہاں کہیں حضور کا اسم مبارک آیا ہے وہاں بھی درود شریف موجود ہے... گویا حضور کے ذکر کو ایسا گوندھ دیا ہے کہ بغیر ذکر کے مسلمانوں کو چارہ نہیں...

مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا تھا کہ ذکر ولادت آپ کے نزدیک جائز یا ناجائز؟ انہوں نے فرمایا کہ ہم تو ہر وقت ذکر ولادت کرتے ہیں اس لئے کہ ہر وقت کلمہ **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** پڑھتے ہیں اگر آپ پیدا نہ ہوتے تو ہم یہ کلمہ کہاں پڑھتے... (خطبات حکیم الامت ج ۵ ص ۵۳)

کمالات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

ربیع الاول کے مہینہ میں اکثر ذکر فضائل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریک ہوتی تھی... اس لئے ماہ صفر میں وعظ کے لئے اضیاف کی تحریک ہوئی تو وہ مضمون یاد آ گیا کیونکہ اس کا مہینہ قریب آ گیا ہے... تو اب میں نے حضور کے ذکر کے لئے یہی موقعہ تجویز کیا تا کہ مہینہ کی تخصیص کا بھی شبہ نہ ہو اور حضور کا ذکر بھی ہو جائے جس کو دل چاہتا تھا اس آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا ذکر ہے...

شاید یہ کہو کہ ولادت کا ذکر کہاں ہوا... تو میں کہتا ہوں کہ بعثت میں ولادت کا ذکر بھی آ گیا... جیسے سو میں ایک دو تین بھی داخل ہیں کیونکہ جس طرح سو بدوں ایک دو تین کے نہیں بن سکتے اسی طرح بعثت بھی بدوں ولادت کے نہیں ہو سکتی... دوسرے

بعثت کا ذکر ولادت کے ذکر سے رتبتاً مقدم ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے مقصود یہی ہے... ولادت تو اس کے لئے محض وسیلہ و ذریعہ ہے...

غور کیجئے اگر کسی سلطان کی تعریف کی جائے یا سیرت لکھی جائے تو اول اس کے قوانین اور انتظام سلطنت کے کارنامے بیان کئے جاویں گے کہ اس نے یوں راستوں کا انتظام کیا... اس طرح خطرات کو رفع کر کے رعایا کو مطمئن کیا اور لشکروں کو اس طرح آراستہ کیا اور نہایت ہوشیاری اور تدبیر سے دشمنوں پر جنگ میں غالب آیا...

اس سے فراغت پا کر پھر اس کے اخلاق و عادات اور لباس کی حالت بیان کی جائے گی... کیونکہ ان سے بھی روح کے آثار معلوم ہوتے ہیں چنانچہ شیخ سعدی ایک بادشاہ کی تعریف میں فرماتے ہیں...

شنیدم کہ فرماند ہی دادگر   قبا داشتے ہر دورو آستر

میں نے سنا کہ بادشاہ منصف تھا اپنی رعیت سے شفقت و ہمدردی کا سلوک رکھتے ہوئے خود انتہائی سادہ لباس پہن کر بے تکلف رہتا تھا...

پھر اس کے بعد حسن ظاہر کا بیان کیا جائے گا کہ ان کمالات سیرت کے ساتھ خدا نے اس کو حسن صورت بھی اعلیٰ درجہ کا دیا تھا... اور اگر کوئی عقلمند صرف اس کی ولادت کے حالات اور حسن صورت کی حکایات بیان کر دے تو اس کو بادشاہ کی سیرت نہ کہا جائے گا... بلکہ دیکھنے والے یہ سمجھیں گے کہ کسی معشوق کا تذکرہ ہے...

ایسے ہی سمجھ لیجئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکرہ یا سیرت میں اول کمالات نبوت کا ذکر ہوگا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا کمال یہی ہے کہ آپ نبی ہیں اور خاتم النبیین و سید المرسلین ہیں... جن میں اول احکام بیان کئے جائیں گے تاکہ معلوم ہو کہ آپ ایسی معتدل اور کامل اور سہل شریعت لے کر مبعوث ہوئے ہیں جس کے بعد واقعی کسی اور شریعت کی ضرورت نہیں... پھر معجزات کا ذکر ہوگا کیونکہ عقلاء تو احکام و شریعت کی خوبی سے کمال کا اندازہ کر سکتے ہیں... مگر متوسط العقول کی فہم وہاں تک دیر

میں پہنچتی ہے اور کم عقل کی تو پہنچتی ہی نہیں اور نبی عامہ مخلوق کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوتا ہے تو چاہئے کہ اس میں وہ کمالات بھی ہوں جن کو ہر شخص سمجھ سکے۔ وہ معجزات ہیں اس کے بعد پھر حسن و جمال ظاہری کا تذکرہ ہوگا اور یوں کہا جائے گا...

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری   آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم حسن یوسف علیہ السلام دم عیسیٰ علیہ السلام اور ید بیضا رکھتے ہیں تمام اوصاف جو انبیاء رکھتے ہیں وہ تنہا آپ میں موجود ہیں...)

اب آج کل جو سیرتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لکھی گئی ہیں جن میں سے شبلی نعمانی کی سیرت النبی بہت مشہور ہے...

اور لوگ اس پر بہت فریفتہ ہیں مگر ذرا ان میں اس معیار کو ملحوظ رکھ کر غور کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت نہیں ہے...

بلکہ دیکھنے والے کو ایسا معلوم ہوگا کہ گویا کسی بادشاہ کی سوانح ہے کیونکہ کمالات نبوت سے جو حضور کا اصلی کمال ہے اس میں تعرض ہی نہیں... معجزات تو بالکل حذف ہی ہیں... بس یہ کمالات ذکر کئے گئے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو اس تدبیر و تحمل سے تابع کیا... مدینہ والوں میں یوں اتفاق پیدا کیا...

جنگ بدر میں اس طرح انتظام کیا اور غزوہ احد میں یہ کیا... غزوہ خندق میں ایسا انتظام کیا... بھلا یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے... ہم نے مانا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ملک و سلطان بھی ہیں مگر آپ اول نبی ہیں پھر ملک ہیں محض بادشاہ ہونا آپ کا مخصوص کمال نہیں... بادشاہت تو کسریٰ و ہرقل کو بھی نصیب تھی مگر وہ محض بادشاہ تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبی اور ملک تھے... نبوت و سلطنت کے جامع تھے تو سب سے پہلے آپ کی سیرت و تذکرے میں کمالات نبوت کا ذکر ہونا چاہئے مگر آج کل اکثر سیرتیں اس سے خالی ہیں... (خطبات حکیم الامت جلد۵ ص۱۵۶)

درُودکی فضیلت

درود ایسی طاعت ہے جو کبھی رد نہیں ہوتی کیونکہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے درخواست ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ کے محبوب ہیں اور محبوب کے لئے جو درخواست کی جاتی ہے وہ رد نہیں ہوتی...اس کی مثال ایسی ہے جیسے ہم بادشاہ سے شہزادہ کے متعلق ایسی بات کی سفارش کریں جو بادشاہ اس کے لئے خود ہی کرنے والا ہے تو ظاہر ہے کہ ایسی سفارش کیوں رد ہونے لگی...

درود میں بھی حق تعالیٰ سے ایسی ہی سفارش کرتے ہو کیونکہ درود کا حاصل یہی تو ہے کہ یا اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام نازل فرمایئے اور یہ کام تو حق تعالیٰ بدوں ہمارے کہے خود ہی کر رہے ہیں... چنانچہ نص میں ہے اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰۤئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ (بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں) پھر ہمارے کہنے کو وہ کیونکر رد کریں گے...اس لئے درود کا قبول ہونا یقینی ہے وہ رد نہیں ہوتا...اور یہ بہت بڑی فضیلت ہے درود کی...(خطبات حکیم الامت جلد۱۰ص ۳۸۸)

اُسوۂ نبوی

آپ کو فقر وفاقہ بھی دیا تو وہ بھی بادشاہت میں...یہ نہ تھا کہ آپ کے پاس مال نہ آتا ہو کہ یہ بھی عرفاً اہانت کی صورت ہے بلکہ آتا تھا مگر آپ رکھتے نہ تھے...ایک ایک جلسہ میں آپ نے سو سو اونٹ ایک ایک شخص کو دے دیئے اگر سو سو ہی روپے کار کھو تب بھی دس ہزار روپے ہو گئے...اگر آج کوئی دس روپے دیدے تو تعجب سے کہا جائے گا کہ اتنا انعام...اسی طرح اگر کوئی امیر قربانی کرے گا تو بکرے یا گائے کے ایک حصہ سے بڑھے گا ایک دنبہ کر دے گا...حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں سو اونٹ ذبح کئے اور ان سو میں تریسٹھ اپنے ہاتھ سے ذبح کئے...اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی بھی عادت تھی...(خطبات حکیم الامت جلد۱۶ص ۲۲۳)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو طرح طرح کے واقعات پیش آئے مگر ذرا بھی نہیں گھبرائے... چنانچہ ایک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ واقعہ پیش آیا کہ دوپہر کو آرام فرمانے کیلئے ایک درخت کے نیچے لیٹ گئے صحابہ آپ سے ذرا فاصلہ پر تھے اتفاق سے ایک کافر کا ادھر سے گزر ہوا... اس نے اس موقع کو بہت ہی غنیمت سمجھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تنہا سو رہے ہیں اور تلوار لٹکی ہوئی ہے...

بس اس وقت جو ہو سکے کر لینا چاہئے... مگر اس کو یہ اندیشہ ہوا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کھل گئی... اور تلوار پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبضہ کر لیا تو سخت مشکل ہوگی پھر اپنی ہی جان بچانی دشوار ہوگی... اس لئے اس نے پہلے آپ کی تلوار پر قبضہ کر لیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جگایا...

اور کہا من یمنعک منی... (کنز العمال: ۳۱۸۲۳)

اب آپ کو مجھ سے کون بچاوے گا یہ ایسا وقت تھا کہ شجاع سے شجاع آدمی بھی گھبرا جاتا کیونکہ اول تو ننگی تلوار سر پر دیکھ کر آدمی ویسے ہی بدحواس ہو جاتا ہے خاص کر جب نیند سے جاگ کر ایسا واقعہ ہو وہ وقت کتنا وحشت کا ہوتا ہے مگر آپ پر ذرا بھی وحشت کا اثر نہیں آیا اور آپ نے بالکل بے دھڑک جواب میں فرمایا کہ اللہ یعنی اللہ تعالیٰ بچاویں گے کیونکہ آپ کو تو پورا بھروسہ تھا خدا تعالیٰ پر... ہم تو اسباب کو دیکھتے ہیں اور آپ کی نظر تھی مسبب پر پھر آپ کو اس سے کس طرح خوف ہو سکتا تھا...

عقل دراسباب میدارد نظر　　　　عشق میگوید مسبب رانگر

(عقل اسباب پر نظر رکھتی ہے عشق کہتا ہے مسبب پر نظر رکھو) (خطبات حکیم الامت جلد ۲۱ ص ۲۰)

حقوق الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دو اقسام

حقوق الرسول کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ حق جو خود ذات رسول کی طرف راجع

ہے جیسے کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مال کی چوری کر لے یا ان کو کوئی اذیت پہنچائے دوسرے وہ کہ انہوں نے جو احکام الٰہی تعلیم فرمائے ہیں ان کی مخالفت کرے قسم اخیر کو حق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنا مجازاً ہوگا اس لئے کہ وہ احکام خود رسول کے بنائے ہوئے نہیں ہاں بتائے ہوئے ہیں شارع تو درحقیقت اللہ تعالیٰ ہیں اور پہلی قسم حقیقۃً حق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے...(خطبات حکیم الامت جلد ۲۱ ص ۶۸)

اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے بغیر کوئی آدمی مومن نہیں ہوسکتا

اب سنئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اس حدیث میں مطلقاً فرماتے ہیں لایؤمن احدکم جس کا مطلب یہ ہے بدوں اللہ و رسول کی محبت کے آدمی مومن ہی نہیں ہوتا... اگر خوارج و معتزلہ نہ ہوتے جو مرتکب کبیرہ کو کافر یا لامومن و لاکافر کہتے ہیں تو علماء کو اس حدیث کی تقیید کی کچھ ضرورت نہ تھی کیونکہ تقیید کے بعد وہ اثر نہیں ہوتا جو اطلاق کا اثر ہوتا ہے مگر حضرات علماء جو تقیید بضرورت کی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جب دوسرے نصوص کو ملا کر یہ معلوم ہو گیا کہ مقصود مقید ہے تو اعتقاد تقیید کا رکھو مگر اثر اطلاق کا لو... رہا یہ کہ لفظی اطلاق کا اثر ہی کیا ہوگا جب کہ اعتقاد تقیید کا ہے...(خطبات حکیم الامت جلد ۲۱ ص ۱۲۳)

عبدیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا کمال ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کردہ حدیث ہے... ماخیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین امرین الا اختار اھونھا... (سنن ابی داؤد: ۴۷۸۵) (متفق علیہ) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو باتوں کا اختیار دیا جاتا تو آپ آسان کو اختیار فرماتے تھے اس میں ایک حکمت تو یہ تھی تاکہ ضعفاء امت کا عمل بھی موافق سنت ہو جائے اور وہ آسان صورت کو اختیار کر کے بھی اتباع سنت کا ثواب حاصل کر سکیں اور

ایک لطیف حکمت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جہاں تمام کمالات ہیں وہاں سب سے زیادہ عبدیت کی شان ہے اور یہ آپ کا سب سے بڑا کمال ہے...اور قوی شق کے اختیار کرنے میں گویا قوت کا دعویٰ ہے اور شق اہون کے اختیار کرنے میں عبدیت کا اظہار ہے کہ میں عاجز ہوں...(خطبات حکیم الامت جلد ۲۱ ص ۲۶۰)

اُمت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو شفقت امت پر ہے حتی کہ امت دعوت پر بھی اس کا پتہ کتب سیر و تواریخ و احادیث سے چل سکتا ہے...ان کتابوں کے دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بے انتہا شفقت تھی سب پر اور اثر اس شفقت کا یہ تھا کہ آپ ہر وقت سوچتے رہتے تھے کہ امت کو کس طرح نفع پہنچے...اور کوئی یہ نہ سمجھے کہ اس سوچنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی کوئی خاص غرض تھی یا اپنے کسی خاص نفع کی تحصیل مقصود تھی ہرگز نہیں بلکہ محض امت کے نفع اور اس کی بہبودی کے لئے یہ دوسری بات ہے کہ اس تدبر و تبلیغ پر بلا قصد ثواب مرتب ہو جاوے اور اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نفع بھی پہنچے...لیکن یہ نفع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ کے وقت پیش نظر نہ تھا اور اسی نفع کے اجر تبلیغ کی بنا پر خدا تعالیٰ نے ان کفار کے متعلق جن سے بالکل یاس ہو گیا تھا...(خطبات حکیم الامت جلد ۲۱ ص ۳۱۵)

ہمارے گناہوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت

آپ نے سنا ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہفتہ میں دو بار عرض اعمال اُمت ہوتا ہے...آپ خیال کر سکتے ہیں کہ جب مسلمانوں کے گناہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آتے ہوں گے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قدر رنج ہوتا ہوگا...حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تو یہ ہے کہ کفار پر بھی اس قدر رنج فرماتے تھے گویا جان دینے کو تیار ہیں...قرآن میں ہے: "لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَنْ لَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ" یعنی شاید آپ اپنی جان

کو تلف کر دیں گے اس رنج میں کفار ایمان نہیں لاتے... جب کفار پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر شفقت تھی تو مسلمانوں پر کیا کچھ ہوگی جس وقت مسلمانوں کی بداعمالیاں پیش ہوتی ہوں گی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا گزرتی ہوگی... کیا یہ مسلمان گوارا کر سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دے... (خطبات حکیم الامت جلد ۲۲ ص ۲۹۸)

ہر مسلمان کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے طبعی و عقلی محبت

مومن اگر ٹٹولے تو معلوم ہوگا کہ وہ حدیث جس کے اندر محبت کو شرط ایمان قرار دیا گیا ہے جہاں اس حدیث سے محبت کا حکم کیا گیا ہے اسی طرح حق تعالیٰ کی طرف سے اس میں بندہ کی مدد بھی کی گئی ہے... یعنی اس محبت کو بندہ کے اندر پیدا بھی فرما دیا گیا ہے اور وہ حدیث یہ ہے...

لایؤمن احدکم حتیٰ اکون احب الیه من نفسه ووالده وولده والناس اجمعین او کما قال علیه الصلوٰة والسلام (مسند احمد ۳: ۱۷۷، کنز العمال: ۷۰)

(تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ایمان والا نہ ہوگا جب تک میں اس کی جان، اسکے والدین، اس کی اولاد اور سب لوگوں سے (اس کے نزدیک) پیارا نہ ہو جاؤں جیسا کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے) اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ ایسی محبت کا وجود ہمارے اندر ہے بھی یا نہیں کیونکہ بعض واقعات ایسے ہیں جن سے انسان کو دھوکہ ہو جاتا ہے کہ میرے اندر خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہیں...

مثلاً اپنا بیٹا اپنے سے جدا ہو جائے تو اس کی جدائی اور مفارقت سے باپ کو کتنا رنج اور صدمہ ہوتا ہے... لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جو ہم کو زیارت نصیب نہیں ہوتی... جو بظاہر مفارقت ہے اس سے اتنا رنج نہیں ہوتا... اسی طرح اگر باپ مر جائے تو کتنا رنج ہوتا ہے... مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریفہ کا حال سن کر اتنا رنج نہیں ہوتا... اسی طرح اپنی اولاد کا فاقہ ہم سے دیکھا نہیں جاتا... مگر حضور صلی اللہ علیہ

وسلم کے فاقہ کا حال جب ہم سنتے ہیں تو اتنا رنج نہیں ہوتا اور صحابہ کی سی حالت محبت میں ہماری نہیں معلوم ہوتی کیونکہ صحابہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے طبعی اور عقلی دونوں قسم کا تعلق تھا اور گو عقلی تعلق اور محبت تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہر مومن کو ہے ہی مگر کبھی اس میں شبہ ہو جاتا ہے کہ طبعی تعلق بھی ہر مومن کو حاصل ہے یا نہیں...

سو اس شبہ کو جواب میں میرا دعوٰی ہے کہ بحمد اللہ طبعی تعلق اور محبت بھی ہر مومن کو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے گو صحابہ کے برابر نہ ہو... مگر ہے ضرور جس کا مشاہدہ کرایا جا سکتا ہے مثلاً ایک مسلمان کو اپنی اولاد سے خواہ کتنی ہی محبت ہو لیکن اگر وہی اولاد خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کوئی گستاخی کر بیٹھے تو پھر دیکھئے باپ کو کس قدر غصہ آئے گا کہ اتنا اپنی گستاخی کرنے پر ہرگز نہ آتا...

تو دیکھئے اگر اس باپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے طبعی محبت نہ تھی تو اتنا غصہ کیوں آیا... اور اس کے تن بدن میں آگ کیوں لگ گئی اور بعض واقعات حاضرہ میں تو اس طبعی محبت کے آثار کا خوب اچھی طرح مشاہدہ ہو گیا کہ جو لوگ نماز کے پابند نہ تھے... روزہ کے پابند نہ تھے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف سے واقف نہ فضائل ان کو معلوم مگر ان کے اندر بھی اس طبعی محبت کے وہ آثار ظاہر ہوئے کہ لوگ حیران رہ گئے... دوسرے کی جان لینے اور اپنی جان دینے سے زیادہ کیا آثار ہوں گے حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت ان کو بہت تھوڑی سی حاصل تھی اور محبت پیدا ہوتی ہے معرفت سے تو جب تھوڑی معرفت پر اتنی محبت کا ظہور ہوا تو اگر کامل معرفت ہوتی تو خدا جانے کس قدر محبت کا اظہار ہوتا... (خطبات حکیم الامت جلد ۲۳ ص ۴۷)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیاء میں اکمل ہیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات ثابت کرنے کا یہ کون سا طریقہ ہے کہ آپ کے بھائیوں میں نقص نکالا جائے... کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے خوش ہو سکتے

ہیں... یاد رکھو! انبیاء علیہم السلام سب کامل ہیں ان میں ناقص کوئی نہیں یہ اور بات ہے کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکمل ہیں تفاضل بین الانبیاء (انبیاء علیہم السلام کے درمیان فضیلت دینے) سے اسی واسطے منع کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بھائیوں کی تنقیص گوارا نہیں... (خطبات حکیم الامت جلد ۲۳ ص ۲۹۲)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ محبوبیت

آپ کی شان محبوبیت وہ تھی کہ آدمی تو آدمی جانور تک یہ چاہتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے قربان ہو جائیں حجۃ الوداع میں سو اونٹ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی فرمائی جن میں سے ۶۲ اونٹ اپنے دست مبارک سے نحر فرمائے تھے... حدیث شریف میں آیا ہے کہ اونٹوں کی یہ حالت تھی کلھن یزدلفن الیہ یعنی ان میں سے ہر ایک آپ کے قریب ہوتا تھا کہ مجھ کو نحر فرمادیں گویا وہ حالت تھی جو کسی شاعر نے کہا ہے۔

ہمہ آہوان صحرا سر خود نہادہ برکف　　با اُمید آنکہ روزے بشکار خواہی آمد

(صحرا کے تمام ہرنوں نے اپنا سر ہتھیلی پر رکھ لیا ہے اس امید میں کہ کسی دن شکار کو آئے گا)... پس اگر حضور کسی کے ساتھ سختی بھی فرماتے تو وہ سختی بھی ہزاروں نرمی سے لذیذ تھی... (خطبات حکیم الامت جلد ۲۳ ص ۳۹۵)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات میں سے ایک برکت یہ بھی ہے کہ زکوۃ میں چالیسواں حصہ فرض کیا گیا، اس میں بھی لوگوں کی جان نکلتی ہے... پہلی امتوں پر علماء نے لکھا کہ چوتھائی حصہ نکالنا فرض تھا اگر تمہارے واسطے بھی ایسا ہی ہوتا تو کیا کرتے؟ حق تعالیٰ کا دیا ہوا مال ہے... اس میں وہ جو چاہیں حکم فرمادیں ان کو اختیار ہے جب تم ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے اس وقت تمہارے ہاتھ میں کیا تھا، کچھ بھی نہ تھا، خالی ہاتھ آئے تھے، بعد میں یہ سب مال و دولت حق تعالیٰ نے تم کو دیا

ہے تو اس میں اگر کچھ غریبوں کا حق رکھا گیا تو جان کیوں نکلتی ہے...

بلکہ اس امت پر بہت ہی رحمت ہے کہ چالیسواں حصہ فرض ہے، حق تعالیٰ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں فرماتے ہیں۔

وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ کہ یہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے اوپر سے وہ بوجھ ہلکا کرتے ہیں جو پہلے ان کے اوپر تھا، جس کو میں نے ابھی بیان کیا ہے کہ پہلے لوگوں پر زکوۃ میں چوتھائی مال کا نکالنا فرض تھا۔

اس کے علاوہ اور بہت سی آسانیاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ہوگئی ہیں، اس نعمت کی ہم کو قدر کرنی چاہئے...

بھلا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا صدمہ نہ ہوگا کہ میری وجہ سے حق تعالیٰ نے اُمت پر اس قدر آسانی فرمائی اور پھر بھی میری اُمت نے احکام میں سستی کی، ہم کو چاہئے کہ پہلی امتوں سے زیادہ کام کریں کیونکہ ان پر احکام سخت تھے اور ہمارے لئے بہت سہولتیں کردی گئی ہیں... (خطبات حکیم الامت جلد ۲۴ ص ۴۶)

شان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

سبحان اللہ یہ ہیں حقیقی فضائل جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بادیہ نشین عرب کو ایسا مہذب بنادیا کہ آج سارا یورپ اس کو مانتا ہے کہ ہم کو عرب کی بدولت فہم آیا ہے اور کیوں نہ ہو **علمنی ربی فاحسن تعلیمی وادبنی ربی فاحسن تادیبی** (کشف الخفاء للعجلونی: ۸۷، کنز العمال ۳۱۸۹۵)

یعنی تعلیم دی مجھ کو میرے رب نے پس اچھی ہوئی میری تعلیم اور ادب سکھایا مجھ کو میرے رب نے سو اچھا ہوگیا میرا ادب سکھانا...

آپ کی شان ہے غرض جبکہ سلام بے موقع ناپسند ہے تو کسی کے ذمائم تو ظاہر ہے کہ کیوں نہ ناپسند اور حرام ہوں گے... (خطبات حکیم الامت جلد ۲۵ ص ۳۰۰)

حضرات صحابہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت کی تو یہ حالت تھی کہ غزوات میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ میں واپس تشریف لاتے تو مدینہ کی عورتیں اور بچے آپ کے استقبال کرنے آتے اور اس موقع پر بعض عورتوں کو یہ اطلاع دی جاتی کہ اس لڑائی میں تمہارا باپ بھائی اور شوہر شہید ہو گیا تو وہ بے ساختہ سوال کرتیں کہ یہ بتلاؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اچھی طرح ہیں صحابہ فرماتے ہیں کہ ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو بالکل اچھی طرح ہیں تو وہ عورتیں کہتیں کہ بس حضور سلامت چاہئیں... آپ کے اوپر ہزار باپ ماں اور اولاد قربان ہے... (خطبات حکیم الامت جلد ۲۶ ص ۴۱۳)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت

حق تعالیٰ بعنوان معرفت فرماتے ہیں اَمْ لَمْ یَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ کیا ان لوگوں نے اپنے رسول کو نہیں پہچانا اس لئے ان کا انکار کرتے ہیں یہ سوال انکاری ہے مطلب یہ ہے بل قد عرفوہ کہ یہ لوگ رسول کو ضرور پہچانتے ہیں اور پہچان کر انکار کرتے ہیں منشاء انکار کا عدم معرفت نہیں بلکہ ضد و عناد ہے یا عار و استکبار ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت بھی امور جزئیہ کی معرفت سے ہے اور امور جزئیہ میں غلطی بہت کم ہوتی ہے کفار کے واقعات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت یقیناً حاصل تھی... (خطبات حکیم الامت جلد ۲۸ ص ۲۳۲)

حسن محبوب دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن ایسا تھا کہ اول نظر میں مرعوب نہ کرتا تھا' ہاں جتنا زیادہ قریب ہوتا اتنا ہی دل میں گھر کرتا چلا جاتا تھا اور یہ جو حدیث میں آیا ہے... "من راہ بداھۃ ھابہ" (جو شخص آپ کو بداہۃً دیکھتا اس پر ہیبت طاری ہو جاتی تھی) وہ ہیبت محض حسن کی نہ تھی بلکہ کمالات نبوت کی تھی... (خطبات حکیم الامت جلد ۲۹ ص ۲۷)

مزاح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت زاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک صحابی ہیں گاؤں میں رہا کرتے تھے... کبھی کبھی مدینہ طیبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے اور گاؤں کی چیزیں ہدیۃً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو شہر کی چیزیں مرحمت فرمایا کرتے اور یہ فرمایا کرتے کہ زاہر ہمارا گاؤں ہے اور ہم زاہر کے شہر ہیں ایک مرتبہ حضرت زاہر رضی اللہ عنہ بازار میں چلے جاتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر پیچھے سے ان کو آغوش میں پکڑ کر دبالیا آنکھوں پر ہاتھ نہیں رکھا جیسا آج کل کرتے ہیں... کیونکہ اس سے تو ایذا اور وحشت ہوتی ہے...

حضرت زاہر رضی اللہ عنہ بولے یہ کون ہے چھوڑ دو پھر جب معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پھر تو انہوں نے غنیمت سمجھا کہ آج کا دن پھر کہاں نصیب اپنی پیٹھ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر سے خوب ملنا شروع کر دیا... اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مزاحاً فرمایا کہ کوئی ہے جو اس غلام کو خریدے... حضرت زاہر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میرا گاہک کون ہے میں تو کم قیمت ہوں...

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اللہ کے نزدیک تو کم قیمت نہیں ہو دیکھئے آپ ان کے ساتھ کس طرح پیش آئے اور ان کے خوش کرنے کو مزاح بھی فرمایا... (خطبات حکیم الامت جلد ۳۰ ص ۲۲۴)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاح میں حکمت

ایک یورپ کے بادشاہ کو میں نے خواب میں دیکھا اس نے یہ اعتراض کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر مجھے صرف ایک شبہ ہے اور کچھ نہیں وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ سے مزاح فرمایا کرتے تھے اور مزاح وقار کے خلاف ہے اور وقار لوازم نبوۃ سے ہے... میں نے جواب دیا کہ مطلق مزاح وقار کے خلاف نہیں بلکہ خلاف وہ ہے جس میں کوئی معتدبہ مصلحت نہ ہو اور حضور صلی اللہ علیہ

وسلم کے مزاح میں مصلحت وحکمت تھی وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ نے ہئیت اور رعب ایسا عطا فرمایا تھا کہ بڑے بڑے شان وشوکت اور جرات والے آپ کے روبرو ابتداء کلام نہ کر سکتے تھے جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے...

پس اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ سے ایسی بے تکلفی کا برتاؤ نہ فرماتے تو صحابہ کو جرات نہ ہوتی کہ آپ سے کچھ دریافت کریں اور ہیبت اور رعب کی وجہ سے الگ الگ رہتے اور اس حالت میں ہدایت کا ایک بڑا باب جو کہ استفسار ہے بند ہو جاتا اور تعلیم وتعلم کا بڑا حصہ مسدود ہو جاتا...اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے مزاح فرماتے تھے تاکہ بے تکلفی سے جو چاہیں پوچھیں پھر مزاح بھی تین قسم کا ہوتا ہے ایک مزاح وہ جو ہلکے پن اور چھچھورپن پر دلالت کرے اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پاک ہیں اور ایک مزاح وہ جس سے کسی کو تکلیف پہنچے اور تیسرے وہ کہ وقار اور متانت سے ہو کذب اور خلاف حق اس میں نہ ہو چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاح اسی قسم کا ہوتا تھا...(خطبات حکیم الامت جلد ۳۰ ص ۲۲۴)

دعویٰ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

کیا غضب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دعویٰ ہے اور سر سے پیر تک مخالفت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں غرق ہیں بھلا یہ بھی کہیں عاشق کا طریقہ ہوا کرتا ہے...

یہ عجیب محبت ہے کہ عاشق کو محبوب کے ناراض ہو جانے کی ذرا بھی پرواہ نہ ہو...میں بقسم کہتا ہوں کہ جو برتاؤ یہ لوگ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ کر کے احکام رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کرتے ہیں اگر کوئی ان کے ساتھ یہی برتاؤ کرے کہ ان کی محبت کا دعویٰ کر کے مجلس میں بیٹھ کر ان کی مدح سرائی کر دیا کرے مگر ان کا حکم کوئی بجا نہ لاوے تو یہ لوگ خود اس کی محبت کو اس کے منہ پر دے ماریں گے...پھر جائے افسوس ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہی برتاؤ کر کے خوش ہیں اور نازاں ہیں اور ذرا بھی نہیں ڈرتے کہ یہ محبت تو اس قابل ہے کہ الٹی ہمارے منہ پر ماری جائے...(خطبات حکیم الامت جلد ۳۱ ص ۱۱۴)

مفتی اعظم مولانا مفتی
محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ

کی تالیفات سے ماخوذ سیرۃ طیبہ کے عام فہم جواہرات

محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معیار

آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و محبت اللہ کے نزدیک ایسی ہی مطلوب ہے جیسی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے دل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی... اس سے کمی بھی جرم ہے اور اس میں زیادتی بھی غلو اور گمراہی ہے (معارف القرآن ۳۵۶، ج:۱)

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مغفرت دلانے کا عجیب واقعہ

جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور آپ اس کے لیے دُعائے مغفرت کر دیں تو اس کی مغفرت ضرور ہو جائے گی اور آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری جیسے آپ کی دنیوی حیات کے زمانہ میں ہو سکتی تھی اسی طرح آج بھی روضۂ اقدس پر حاضری اسی حکم میں ہے... حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کر کے فارغ ہوئے تو اس کے تین روز بعد ایک گاؤں والا آیا اور قبر شریف کے پاس آ کر گر گیا اور زار زار روتے ہوئے آیت مذکورہ "وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ الخ" (سورۂ نساء،۴:۶۴) کا حوالہ دے کر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں وعدہ فرمایا ہے کہ اگر گنہگار، رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے دُعائے مغفرت کر دیں تو اس کی مغفرت ہو جائے گی... اس لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ میرے لیے مغفرت کی دُعا کریں، اُس وقت جو لوگ حاضر تھے، ان کا بیان ہے کہ اس کے جواب میں روضۂ اقدس کے اندر سے یہ آواز آئی ''قَدْ غُفِرَ لَکَ'' یعنی مغفرت کر دی گئی... (معارف القرآن ص: ۴۵۹، ۴۶۰، ج: ۲)

اصحاب شریعت رسول

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام بھیجے ہیں جن میں سے تین سو تیرہ اصحاب شریعت رسول تھے...'' (معارف القرآن ص: ۶۱۲، ج: ۲)

محبت کیلئے اتباع سنت کی ضرورت ہے

اگر دُنیا میں آج کسی شخص کو اپنے مالک حقیقی کی محبت کا دعویٰ ہو تو اس کے لیے لازم ہے کہ اس کو اتباع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی کسوٹی پر آزما کر دیکھ لے، سب کھرا کھوٹا معلوم ہو جائے گا... جو شخص اپنے دعویٰ میں جتنا سچا ہوگا اتنا ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا زیادہ اہتمام کرے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی روشنی کو مشعل راہ بنائے گا اور جتنا اپنے دعویٰ میں کمزور ہوگا، اسی قدر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں سستی اور کمزوری دیکھی جائے گی... (معارف القرآن ص: ۵۵، ج: ۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصیت نامہ

دس چیزیں جن کی حرمت کا بیان ان آیات ''قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ ...... ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ'' میں آیا ہے... یہ ہیں:

۞ اللہ تعالیٰ کے ساتھ عبادت واطاعت میں کسی کو ساجھی ٹھہرانا....

❷ والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ نہ کرنا ❸ فقر وافلاس کے خوف سے اولاد کو قتل کردینا

❹ بے حیائی کے کام کرنا ❺ کسی کو ناحق قتل کرنا....

❻ یتیم کا مال ناجائز طور پر کھانا.... ❼ ناپ تول میں کمی کرنا....

❽ شہادت یا فیصلہ یا دوسرے کلام میں بے انصافی کرنا....

❾ اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا نہ کرنا....

❿ اللہ تعالیٰ کے سیدھے راستہ کو چھوڑ کر دائیں بائیں دوسرے راستے اختیار کرنا...

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا وصیت نامہ دیکھنا چاہے جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر لگی ہوئی ہو تو وہ ان آیات کو پڑھ لے، ان میں وہ وصیت نامہ موجود ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم خداوندی اُمت کو دی ہے...

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو خطاب کر کے فرمایا: ''کون ہے جو مجھ سے تین آیتوں پر بیعت کرے...'' پھر یہی تین آیات تلاوت فرما کر ارشاد فرمایا کہ ''جو شخص اس بیعت کو پورا کرے گا تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہو گیا...''

کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ جو توریت کے ماہر عالم ہیں پہلے یہودی تھے، پھر مسلمان ہوئے... وہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کی یہ آیات جن میں دس حرام چیزوں کا بیان ہے... اللہ تعالیٰ کی کتاب توریت بسم اللہ کے بعد انہی آیات سے شروع ہوتی ہے... (انتہیٰ) اور کہا گیا ہے کہ یہی وہ دس کلمات ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئے تھے...

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ یہی وہ آیات محکمات ہیں جن کا ذکر سورۂ آل عمران میں آیا ہے کہ جن پر آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء علیہم السلام کی شریعتیں متفق رہی ہیں... ان میں سے کوئی چیز کسی مذہب وملت اور کسی شریعت میں منسوخ نہیں ہوئی... (معارف القرآن ص:۴۷۹، ۴۸۰، ج:۳)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمی ہونا خاص آپ کیلئے صفت کمال ہے

اُمی کے لفظی معنی ان پڑھ کے ہیں جو لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو اور اُمی ہونا کسی انسان کے لیے کوئی صفت مدح نہیں بلکہ ایک عیب سمجھا جاتا ہے مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم و معارف اور خصوصیات اور حالات و کمالات کے ساتھ اُمی ہونا آپ کے لیے بڑی صفت کمال بن گئی ہے کیونکہ اگر علمی، عملی، اخلاقی کمالات کسی لکھے پڑھے آدمی سے ظاہر ہوں تو وہ اس کی تعلیم کا نتیجہ ہوتے ہیں لیکن ایک اُمی محض سے ایسے بیش بہا علوم اور بینظیر حقائق و معارف کا صدور اس کا ایک ایسا کھلا ہوا معجزہ ہے جس سے کوئی پرلے درجے کا معاند و مخالف بھی انکار نہیں کر سکتا...

خصوصاً جبکہ آپ کی عمر شریف کے چالیس سال مکہ مکرمہ میں سب کے سامنے اس طرح گزرے کہ کسی سے نہ ایک حرف پڑھا نہ سیکھا، ٹھیک چالیس سال کی عمر ہونے پر یکا یک آپ کی زبان مبارک پر وہ کلام جاری ہوا جس کے ایک چھوٹے سے ٹکڑے کی مثال لانے سے ساری دُنیا عاجز ہوگئی تو ان حالات میں آپ کا اُمی ہونا آپ کے رسول من جانب اللہ ہونے اور قرآن کے کلام الٰہی ہونے پر ایک بہت بڑی شہادت ہے... اس لیے اُمی ہونا اگرچہ دوسروں کے لیے کوئی صفت مدح نہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بہت بڑی صفت مدح و کمال ہے جیسے متکبر کا لفظ عام انسانوں کے لیے صفت مدح نہیں بلکہ عیب ہے مگر حق تعالیٰ شانہ کے لیے خصوصیت سے صفت مدح ہے... (معارف القرآن ص:۷۹، ج:۴)

نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ نے اپنے ہر رسول کو ایک دُعا کی قبولیت ایسی عطا فرمائی ہے کہ اس

کے خلاف نہیں ہوسکتا اور ہر رسول و نبی نے اپنی اپنی دُعا کو اپنے خاص خاص مقصدوں کے لیے استعمال کرلیا، وہ مقصد حاصل ہو گئے مجھ سے یہی کہا گیا کہ آپ کوئی دُعا کریں... میں نے اپنی دُعا کو آخرت کے لیے محفوظ کرادیا...

وہ دُعا تمہارے اور قیامت تک جو شخص لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دینے والا ہوگا اس کے کام آئے گی... (معارف القرآن ص:۹۲، ج:۴)

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سارے جہاں کیلئے نبی ہیں

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جو شخص میرا مبعوث ہونا سنے، خواہ میری اُمت میں ہو یا یہودی یا نصرانی ہو اگر وہ مجھ پر ایمان نہیں لائے گا تو جہنم میں جائے گا...''

آپ کی بعثت کے بعد جو شخص آپ پر ایمان نہیں لایا وہ اگرچہ کسی سابق شریعت و کتاب کا یا کسی اور مذہب وملت کا پورا پورا اتباع تقویٰ واحتیاط کے ساتھ بھی کر رہا ہو، وہ ہرگز نجات نہیں پائے گا... (ص:۹۲، ج:۴)

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ جو یہودی یا نصرانی میری دعوت کو سنے اور اس کے باوجود میری لائی ہوئی تعلیمات پر ایمان نہ لائے تو وہ اہل جہنم میں سے ہوگا...

اس سے ان لوگوں کی غلط فہمی دور ہونی چاہیے جو بہت سے یہود و نصاریٰ یا دوسرے مذہب کے پیروؤں کے بعض ظاہری اعمال کی بناء پر ان کو حق پر کہتے ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر ایمان کے بغیر صرف ظاہری اعمال کو نجات کے لیے کافی سمجھتے ہیں... یہ قرآن مجید کی مذکورہ آیت (سورۃ ہود، آیت:۱۷) اور حدیث کی اس صحیح روایت سے کھلا تصادم ہے... والعیاذ باللہ (معارف القرآن ص:۶۰۶، ج:۴)

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دُنیا میں ہونا قیامت تک باقی رہے گا کیونکہ آپ کی رسالت قیامت تک کے لیے ہے... نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی زندہ ہیں... گو اُس زندگی کی صورت سابق زندگی سے مختلف ہے اور یہ بحث لغو اور فضول ہے کہ دونوں زندگیوں میں فرق کیا ہے کیونکہ نہ اس پر اُمت کا کوئی دینی یا دنیوی کام موقوف ہے نہ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ایسی فضول اور بے ضرورت بحثوں کو پسند فرمایا بلکہ منع فرمایا ہے...

خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے روضۂ اقدس میں زندہ ہونا اور آپ کی رسالت کا قیامت تک قائم رہنا... اس کی دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک دُنیا میں ہیں.... اس لیے یہ اُمت قیامت تک عذاب عام سے مامون رہے گی... (معارف القرآن ص: ۲۲۵، ج:۴)

سب سے بڑا تعلق اللہ اور اُس کے رسول سے ہونا چاہیے

ماں، باپ، بھائی، بہن اور تمام رشتہ داروں سے تعلق کو مضبوط رکھنے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی ہدایات سے سارا قرآن بھرا ہوا ہے مگر ہر تعلق کی ایک حد ہے، ان میں سے ہر تعلق خواہ ماں باپ اور اولاد کا ہو یا حقیقی بھائی بہن کا، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق کے مقابلہ میں نظر انداز کرنے کے قابل ہے جس موقع پر یہ دونوں رشتے ٹکرا جائیں تو پھر رشتہ و تعلق اللہ و رسول کا ہی قائم رکھنا ہے... اس کے مقابلہ میں سارے تعلقات سے قطع نظر کرنا ہے... (معارف القرآن ص: ۳۳۷، ج:۴)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خُلق

یزید بن بابنوس سے نقل کیا ہے کہ اُنہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق کیسا اور کیا تھا؟ انہوں نے فرمایا آپ کا خلق یعنی طبعی عادت وہ تھی جو قرآن میں ہے اس کے بعد دس آیتیں (سورۂ مؤمنون کی شروع کی دس آیات) تلاوت کر کے فرمایا کہ بس یہی خلق و عادت تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی...(معارف القرآن ص:۲۹۳،ج:۶)

یہ بات قابل نظر ہے کہ ان سات اوصاف کو شروع بھی نماز سے کیا گیا اور ختم بھی نماز پر کیا گیا...اس میں اشارہ ہے کہ اگر نماز کو نماز کی طرح پابندی اور آداب نماز کے ساتھ ادا کیا جائے تو باقی اوصاف اس میں خود بخود پیدا ہوتے چلے جائیں گے...(معارف القرآن ص:۲۹۹،ج:۶)

اُمت محمدیہ کی خصوصیت

ایک بات قابل نظر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو تسلی دینے کے لیے کہا "اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ" (میرے ساتھ میرا رب ہے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب "معنا" فرمایا کہ ہم دونوں کے ساتھ ہمارا رب ہے...

یہ اُمت محمدیہ کی خصوصیت ہے کہ اس کے افراد بھی اپنے رسول کے ساتھ معیت الٰہیہ سے سرفراز ہیں...(معارف القرآن ص:۵۲۶،ج:۶)

نیت اور اتباع سنت کا اہتمام بھی ضروری ہے

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قول کو بغیر عمل کے اور کسی قول و عمل کو بغیر نیت کے اور کسی قول و عمل اور نیت کو بغیر مطابقت سنت کے قبول نہیں کرتا...(معارف القرآن ص:۳۲۷،ج:۷)

اُمت کی عمر

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ "یعنی میری اُمت کی عمریں ساٹھ (۶۰)

سے ستر (۷۰) سال تک ہوں گی، کم لوگ ہوں گے جو اس سے تجاوز کریں گے..." (معارف القرآن ص:۳۵۲، ج:۷)

علم غیب کے متعلق تقاضائے ادب

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے متعلق تقاضائے ادب یہ ہے کہ یوں نہ کہا جائے کہ آپ غیب نہیں جانتے تھے.... بلکہ یوں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُمورِ غیب کا بہت بڑا علم دیا تھا جو انبیاء علیہم السلام میں سے کسی دوسرے کو نہیں ملا... (معارف القرآن ص:۷۹۶، ج:۷)

اعمال اُمت کی اطلاع

بعض روایات کے مطابق اُمت کے اعمال صبح شام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے فرشتے پیش کرتے ہیں... (معارف القرآن ص:۱۷، ج:۸)

مدنی دور، تعمیری پروگراموں کا زمانہ

مدینہ طیبہ کی ہجرت کے بعد کا دس سالہ دور ایسا ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے لیے سکون واطمینان کا اور تعمیری پروگراموں کو بروئے کار لانے کا زمانہ کہا جا سکتا ہے لیکن یہی دس سالہ دور ہے جس میں بدر و اُحد، خندق خیبر، فتح مکہ وحنین کے عظیم الشان معرکے اور اسی طرح کے ستائیس غزوات ہوئے جن میں خود سرورِ کائنات بہ نفس نفیس شریک ہوئے اور سینتالیس (۴۷) وہ معرکے ہیں جن میں خود تشریف نہیں لے گئے... صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھیجا گیا جن کو سرایا کہا جاتا ہے... ستائیس غزوات اور سینتالیس سرایا کل چوہتر معرکے ہیں جو ان دس سال میں سر کرنے پڑے... اسی میں دوسری قوموں سے معاہدات اور ان کی طرف سے عہد شکنی کے واقعات بھی سامنے آئے... اگر دُنیا اور اقوام دُنیا کے حالات سے موازنہ کیا جائے

تو کسی کو کوئی تصور ہو سکتا ہے کہ اس طرح کے نرغوں میں گھری ہوئی کوئی حکومت اپنے اس دس سالہ دور میں بھی کوئی تعمیری پروگرام بروئے کار لا سکتی ہے لیکن دُنیا کی آنکھوں نے دیکھا کہ اسی دس سالہ عہد نبوی میں پورا جزیرۃ العرب اسلام کے زیر نگیں آ گیا تھا، اس کی ہر بستی اذان اور تلاوتِ قرآن کی آوازوں سے گونج رہی تھی اور اس کے ہر صوبے، ہر خطے پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمال بڑے آب و تاب کے ساتھ اسلامی قوانین جاری کر رہے تھے... (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم امن عالم کی حیثیت سے، ص:۱۹)

امن و سلامتی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں سے وابستہ ہے

آج کی دُنیا میں انصاف قائم کرنے اور جرائم کو روکنے اور ملک میں علم و تعلیم کو اور اس کے ذریعے اخلاق حسنہ کو عام کرنے کے نام پر ہزاروں مستقل ادارے قائم ہیں مگر نتائج پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ روز بروز انصاف رُخصت ہوتا جاتا ہے، جرائم بڑھتے جاتے ہیں... علم و تعلیم کا معیار پست ہوتا جاتا ہے، ملک و ملت کے بہی خواہ جب اس افراتفری کو دیکھتے ہیں تو ایک پولیس پر دوسری سپیشل پولیس کا ادارہ، ایک خفیہ پر دوسرا خفیہ، ایک ادارہ کی اصلاح کے لیے اور ایک ادارہ قائم کرتے جاتے ہیں اور پھر ہر زمانے میں نتیجہ یہی رہتا ہے کہ: ''مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی''

امن و اطمینان کا کہیں نام نہ رہا... اب ذرا اس میدان میں آگے بڑھنے کے بجائے کچھ پیچھے لوٹ کر دیکھیں اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دیئے ہوئے نظام کو زیادہ نہیں تو کچھ عرصہ ہی کے لیے امتحان ہی کے طور پر سہی آزما کر دیکھیں اور پھر اس کا مشاہدہ کریں کہ دُنیا کا امن و امان، راحت و سلامتی صرف پیغمبر امن و سلامت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے قدموں سے وابستہ ہے...

(رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم امن عالم کی حیثیت سے ص:۶۰)

آفتاب نبوت کا ظہور

اِدھر دُنیا کے بت کدہ میں آفتاب نبوت کا ظہور ہوتا ہے...اُدھر ملک فارس کے کسریٰ کے محل میں زلزلہ آتا ہے جس سے اس کے چودہ کنگرے گر جاتے ہیں...

بحیرۂ سادہ (ملک فارس کا ایک دریا) دفعتہً خشک ہو جاتا ہے...فارس کے آتش کدہ کی وہ آگ جو ایک ہزار سال سے کبھی نہ بجھی تھی خود بخود سرد ہو جاتی ہے اور یہ درحقیقت آتش پرستی اور ہر گمراہی کے خاتمہ کا اعلان اور فارس و روم کی سلطنتوں کے زوال کی طرف اشارہ ہے...(سیرت خاتم الانبیاء، ص:۲۰)

عورتوں کیلئے سبق

سیرت کی معتبر روایات میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ناراض ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کرنے آئیں...آپ نے فرمایا کہ مجھے پسند نہیں کہ عورت اپنے خاوند کی شکایت کیا کرے، جاؤ اپنے گھر بیٹھو...یہ ہے لڑکیوں کی وہ تعلیم جس سے اُن کی حیات دنیا و آخرت دونوں درست ہو سکتی ہیں...(سیرت خاتم الانبیاء، ص:۳۴)

تعدد ازواج کی حقیقت

ہر عورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں داخل ہونے کو بجا طور پر فلاح دارین سمجھتی تھی، یہ سب کچھ تھا مگر حضرت نبوت کے عقد میں پچاس سال تک صرف ایک خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں جن کی عمر بوقت نکاح بھی چالیس سال تھی...

پھر اس کے بعد بھی جن خواتین کا نکاح کے لیے انتخاب کیا جاتا ہے وہ ایک کے سوا سب کی سب بیوہ اور صاحب اولاد ہیں...اُمت کی بے شمار کنواری لڑکیاں اس وقت بھی انتخاب میں نہیں آئیں...

آپ کے یہ متعدد نکاح اسلامی اور شرعی ضرورتوں پر مبنی تھے... نیز اگر یہ نہ ہوتے تو بہت سے وہ احکام جو عورتوں ہی کے ذریعہ سے اُمت کو پہنچ سکتے تھے وہ سب مخفی رہ جاتے... کوئی سلیم الحواس انسان آپ کے اس تعدد ازواج کو معاذ اللہ، کسی نفسانی خواہش کا نتیجہ نہ بتلا سکے گا... (سیرت خاتم الانبیاء، ص: ۴۶)

مسلمانوں کا ایفائے عہد

غزوۂ بدر میں جبکہ تین سو بے سروسامان آدمیوں کا مقابلہ ایک ہزار باشوکت کافروں سے ہے... ظاہر ہے کہ اگر ایک شخص بھی اس وقت ان کی امداد کو پہنچ جائے تو وہ کس قدر غنیمت معلوم ہوگا لیکن اسلام میں پابندی عہد ان سب باتوں سے مقدم ہے... عین میدانِ کارزار میں حضرت حذیفہ اور ابوحسل رضی اللہ تعالیٰ عنہما دو صحابی شرکت جہاد کے لیے پہنچتے ہیں مگر آ کر اپنے راستے کا حوالہ بیان کرتے ہیں کہ راستے میں کفار نے روکا کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد کو جا رہے ہو...

ہم نے انکار کیا اور عدم شرکت کا وعدہ کر لیا... جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وعدہ کا علم ہوا تو دونوں کو شرکت جہاد سے روک دیا اور فرمایا کہ ہم ہر حال میں وعدہ وفا کریں گے، ہمیں اللہ تعالیٰ کی امداد کافی ہے اور بس... (سیرت خاتم الانبیاء، ص: ۱۰۳)

نبی رحمت

غزوہ اُحد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور سے خون جاری تھا اور سراپا رحمت اس کو کسی کپڑے وغیرہ سے پونچھتے جاتے تھے اور فرمایا کہ اگر اس خون کا ایک قطرہ بھی زمین پر گر جاتا تو سب پر عذاب خداوندی نازل ہو جاتا... قریش بدبخت بے رحمی کے ساتھ آپ پر تیر تلواریں برسا رہے تھے مگر رحمت للعالمین کی زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے "اللّٰھمّ اغفر لقومی فانّھم لاَ یَعْلَمُوْن" (اے میرے پروردگار! میری قوم کو بخش دے کیوں کہ وہ جانتے نہیں)... (سیرت خاتم الانبیاء، ص: ۱۱۷)

سخاوت اور حُسنِ اَخلاق کی اہمیت

حاتم طائی جو عرب کا سخی اور شریف آدمی مشہور ہے... ایک جہاد میں اس کی لڑکی گرفتار ہوکر آ گئی... جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوئی تو اُس نے بیان کیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں اپنی قوم کے سردار کی بیٹی ہوں... میرا باپ نہایت وفا شعار اور عہد کا پابند تھا... قیدیوں کو چھڑاتا اور بھوکے آدمیوں کو کھانا کھلاتا تھا... اس نے کبھی کسی طالب حاجت کا سوال ردّ نہیں کیا... میں حاتم طائی کی بیٹی ہوں... اگر آپ مناسب سمجھیں تو مجھے آزاد کر دیں اور میرے دشمنوں کو خوش ہونے کا موقع نہ دیں...

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تو ٹھیک مسلمانوں کے اخلاق ہیں، اگر تمہارے باپ مسلمان ہوتے تو ہم ان کے لیے دُعا کرتے اور پھر حکم فرمادیا کہ اِس کو آزاد کر دیا جائے کیونکہ اس کا باپ اخلاق حسنہ کو پسند کرتا تھا اور اللہ تعالیٰ بھی اخلاق حسنہ کو پسند فرماتا ہے... یہ سن کر ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن نیار کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا خدا تعالیٰ مکارم اخلاق کو محبوب رکھتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، جنت میں اچھے اخلاق والے کے سوا کوئی نہ جا سکے گا... (آداب النبی، ص:۱۱)

مجالس سیرت طیبہ کا مقصد

سردارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات و مقالات کو عام دُنیا کے بادشاہوں، فلسفیوں، دانشوروں اور لیڈروں کی طرح محض ایک تاریخ اور سوانح نہ سمجھا جائے بلکہ درحقیقت سیرت طیبہ ایک عملی قرآن کا نام ہے جس میں تمام اسلامی تعلیمات اور اُن پر عمل کرنے کے طریقے سموئے ہوئے ہیں... وہ ایک "صبغة اللّٰہ" (خدائی رنگ) ہے جس میں پوری دُنیا

کو رنگنے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے... یہ وہی "صبغة اللّٰہ" ہے جس کی معجزانہ تاثیر نے بڑی بڑی طاقتوں کے مقابلے اور ہزار ہا مخالفتوں کے نرغے میں رہتے ہوئے صرف تیئس سال کی مختصر مدت میں پورے جزیرۂ عرب کو مسخر کرلیا اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک ہی میں ڈیڑھ لاکھ سے زائد انسان جن میں مرد، عورت اور چھوٹے بڑے سب شامل ہیں اس رنگ میں ایسے رنگے گئے کہ ان کے دیکھنے والوں پر بھی پہلی نظر ہی میں یہ رنگ چڑھنے لگتا تھا... (اتباع سنت کا صحیح طریقۂ کار، بحوالہ سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، ص:۶۱۳)

ختم نبوت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر قسم کی نبوت اور وحی کا اختتام اور آپ کا آخری نبی و رسول ہونا اسلام کے اُن بدیہی مسائل اور عقائد میں سے ہے جن کو تمام عام و خاص، عالم و جاہل، شہری اور دیہاتی مسلمان ہی نہیں بلکہ بہت سے غیر مسلم بھی جانتے ہیں... تقریباً چودہ سو برس سے کروڑہا مسلمان اسی عقیدہ پر رہے...

لاکھوں علماء اُمت نے اس مسئلہ کو قرآن و حدیث کی تفسیر و تشریح کرتے ہوئے واضح فرمایا، کبھی یہ بحث پیدا نہیں ہوئی کہ نبوت کی کچھ اقسام ہیں اور ان میں سے کوئی خاص قسم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باقی ہے یا نبوت کی تشریعی یا غیر تشریعی یا ظلی و بروزی یا مجازی اور لغوی وغیرہ اقسام ہیں...

قرآن و حدیث میں اس کا کوئی اشارہ تک نہیں... پوری اُمت اور علماء اُمت نے نبوت کی یہ قسمیں نہ دیکھی نہ سنی بلکہ صحابہ و تابعین سے لے کر آج تک پوری اُمت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اس عقیدہ پر قائم رہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر طرح کی نبوت و رسالت ختم ہے... آپ بلا استثناء آخری نبی ہیں... آپ کے بعد کوئی نبی یا رسول پیدا نہیں ہوگا... (ختم نبوت، ص:۱۰)

تعریف ارہاص و معجزہ

نبی کی عظمت شان اور سچائی ثابت کرنے کے لیے جو واقعات بطور خرق عادت رونما ہوئے ان میں جو عطائے نبوت سے پہلے ظاہر ہوں ان کو''ارہاص'' کہتے ہیں اور بعد عطائے نبوت کے صادر ہوں، ان کا نام''معجزہ'' ہے...(ختم نبوت، ص:۳۵۱)

بلیک آؤٹ اور عہد رسالت میں اس کی نظیر

دوران جنگ پاکستان میں شہری دفاع کے لیے حکومت نے رات کو روشنی کرنے پر پابندی لگا رکھی تھی... اتفاق سے اس کی ایک نظیر عہد رسالت میں بھی ملتی ہے...جمادی الثانی ۸ ہجری میں جہاد کے لیے ایک لشکر مدینہ طیبہ سے دس منزل کے فاصلہ پر لخم وجزام کے قبائل کے مقابلہ کے لیے بھیجا گیا تھا جس کے امیر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے...اس غزوہ میں دشمن کے سپاہیوں نے پوری فوج کو حلقۂ زنجیر میں جکڑ رکھا تھا تا کہ کوئی بھاگ نہ سکے...اس غزوہ''ذات السلاسل'' میں امیر لشکر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی فوج کو یہ حکم دیا کہ لشکر گاہ میں تین روز تک رات کے وقت کسی طرح کی روشنی نہ کریں اور نہ ہی آگ جلائیں...(جہاد، ص:۲۵)

عزت اُسوۂ حسنہ کے اتباع میں ہے

تاریخ اسلام کا مجریٰ اس پر شاہد ہے کہ مسلمان قوم نے جب کبھی اُسوۂ حسنہ نبویہ سے منہ موڑا تو دُنیا کی عزت و دولت نے بھی اس سے منہ موڑ لیا...جس وقت وہ تعلیمات نبویہ کے حامل اور اُن پر پورے عامل تھے تو ان کے عروج و اقبال کا یہ عالم تھا کہ جنگل میں سر کے نیچے اینٹ رکھ کر سو جانے والے امیر المؤمنین کے نام سے کسریٰ وقیصر کے محلات میں زلزلہ پڑ جاتا تھا:

قباؤں میں پیوند پیٹوں پہ پتھر   قدم کے تلے تاجِ کسریٰ و قیصر

(مقدمہ حیات المسلمین)

شفیق پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ آیت تلاوت فرمائی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ہے

فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّہٗ مِنِّیْ. وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّکَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

پھر دوسری آیت تلاوت فرمائی جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول ہے...

"اِنْ تُعَذِّبْھُمْ فَاِنَّھُمْ عِبَادُکَ" پھر آپ نے دُعا کے لیے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور گریہ وزاری شروع کی اور بار بار فرماتے تھے...

"اَللّٰھُمَّ اُمَّتِی اُمَّتِی" حق تعالیٰ نے جبرئیل امین بھیجا کہ آپ سے دریافت کریں کہ آپ کیوں روتے ہیں (اور یہ بھی فرمایا کہ اگرچہ ہمیں سب معلوم ہے) جبرئیل امین علیہ السلام آئے اور سوال کیا....

آپ نے فرمایا کہ میں اپنی اُمت کی مغفرت چاہتا ہوں...

حق تعالیٰ نے جبرئیل امین علیہ السلام سے فرمایا کہ پھر جاؤ اور کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ آپ سے فرماتے ہیں کہ ہم آپ کو آپ کی اُمت کے بارے میں راضی کر دیں گے اور رنجیدہ نہ کریں گے...

"وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی"

یعنی آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں...حدیث میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اِذًا لَّا اَرْضٰی وَاحِدٌ مِّنْ اُمَّتِیْ فِی النَّارِ"

یعنی جب یہ بات ہے تو میں اُس وقت تک راضی نہ ہوں گا جب تک میری اُمت میں سے ایک آدمی بھی جہنم میں رہے گا...(معارف القرآن ص:٧٦٦، ج:٨)

جوامع الکلم وفواتح کلم

ابن شہاب سے نقل کیا ہے کہ جوامع الکلم سے مراد یہ ہے کہ پہلے انبیاء علیہم السلام کی وحی میں جو بہت سے امر لکھے جاتے تھے....وہ آپ کے لیے ایک یا دو امر میں جمع کر دیئے گئے....اور فواتح حکم سے مراد وہ کلمات ہیں جو کسی مستقل علم کا باب کھول دیتے ہیں...(ختم نبوت،ص:۲۶۲)

سایۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عادت سے یہ بھی معلوم ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذرا ذرا سی بات اور نقل وحرکت اور آثار و حالات کے بیان کرنے کا انتہائی اہتمام فرماتے تھے...

ان اُمور کا مقتضیٰ یقینی طور پر یہ ہے کہ اگر یہ واقعہ معجزۂ ثابت ہوتا تو اس کی روایات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جم غفیر سے منقول ہوتی اور یقیناً حد تواتر کو پہنچتی... لیکن جب ذخیرہ حدیث پر نظر ڈالی جاتی ہے تو اس بارہ میں صرف ایک حدیث اور وہ بھی مرسل اور وہ بھی سنداً بالکل ضعیف نکلتی ہے جو قرینہ تو یہ اس امر کا ہے کہ یہ بات خلاف واقعہ ہے...(ماموں القبول فی ظل الرسول صلی اللہ علیہ وسلم،ص:۲۵۸)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چار فرزند ہوئے ہیں، قاسم، طیب اور طاہر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اور ابراہیم حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے...(ختم نبوت،ص ۵۳)

دیگر متفرق جواہرات

سیرۃ طیبہ کے مبارک موضوع پر
بیسیوں کتب میں موجود
مختلف واقعات سیرت کا
سدابہار گلدستہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے ساتھیوں کے ساتھ معاملہ

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک گھر میں تھے جو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھرا ہوا تھا حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دروازے پر کھڑے ہوئے انہیں دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں بائیں جانب دیکھا آپ کو بیٹھنے کی جگہ نظر نہ آئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر اٹھائی اور اسے لپیٹ کر حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف پھینک دی اور فرمایا اس پر بیٹھ جاؤ...

حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چادر لے کر اپنے سینے سے لگالی اور اسے چوم کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس کر دیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ آپ کا ایسے اکرام فرمائے جیسے آپ نے میرا اکرام فرمایا..

جضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے پاس کسی قوم کا قابل احترام آدمی آئے تو تم اس کا اکرام کرو... (حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۵۶۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار راستے میں تشریف لے جا رہے تھے، ایک صحابی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات ہوئی تو اس صحابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو مسواکیں پیش کیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بخوشی قبول کر لیا، ان دو مسواکوں میں سے ایک بالکل سیدھی اور ایک ٹیڑھی تھی...... حضور صلی

اللہ علیہ وسلم کے اخلاق دیکھئے کہ جو سیدھی تھی وہ اپنے ساتھی کو دی اور جو ٹیڑھی تھی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس رکھی...(احیاء علوم الدین، غزالی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اسلام میں مجھ پر تین ایسی بڑی مصیبتیں آئی ہیں کہ ویسی کبھی بھی مجھ پر نہیں آئیں...ایک تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا حادثہ کیونکہ میں آپ کا ہمیشہ ساتھ رہنے والا معمولی سا ساتھی تھا...

دوسرے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا حادثہ...

تیسرے توشہ دان کا حادثہ، لوگوں نے پوچھا اے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ! توشہ دان کے حادثے کا کیا مطلب؟ فرمایا ہم ایک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمہارے پاس کچھ ہے؟ میں نے کہا توشہ دان میں کچھ کھجوریں ہیں...

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لے آؤ، میں نے کھجوریں نکال کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیں...آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر ہاتھ پھیرا اور برکت کے لئے دعا فرمائی، پھر فرمایا دس آدمیوں کو بلاؤ، میں دس آدمیوں کو بلا لایا، انہوں نے پیٹ بھر کر کھجوریں کھائیں...پھر اسی طرح دس دس آدمی آ کر کھاتے رہے، یہاں تک کہ سارے لشکر نے کھا لیا اور توشہ دان میں پھر بھی کھجوریں بچ رہیں...

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوہریرہ! جب تم اس توشہ دان میں سے کھجوریں نکالنا چاہو تو اس میں ہاتھ ڈال کر نکالنا اور اسے الٹانا نہیں...

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی میں اس میں سے نکال کر کھاتا رہا...پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ساری زندگی میں اس میں سے کھاتا رہا...پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ساری

زندگی میں اس میں سے کھاتا رہا... پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ساری زندگی میں اس میں سے کھاتا رہا پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے تو میرا سامان بھی لٹ گیا... اور وہ توشہ دان بھی لٹ گیا... کیا میں آپ لوگوں کو بتا نہ دوں کہ میں نے اس میں کتنی کھجوریں کھائی ہیں؟ میں نے اس میں سے دو سو وسق یعنی ایک ہزار پچاس من سے بھی زیادہ کھجوریں کھائی ہیں... (حیاۃ الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۱۱۷)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رمضان کے مہینے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر نہانے لگے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پردہ کیا...

(غسل کے بعد) برتن میں کچھ پانی بچ گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم چاہو تو اسی سے غسل کر لو اور چاہو تو اس میں اور پانی ملا لو میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ کا بچا ہوا یہ پانی مجھے اور پانی سے زیادہ محبوب ہے...

چنانچہ میں نے اسی سے غسل کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے پردہ کرنے لگے تو میں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے پردہ نہ کریں...

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں جس طرح تم نے میرے لئے پردہ کیا اسی طرح میں بھی تمہارے لئے ضرور پردہ کروں گا... (حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۸۷)

ایک خوش نصیب صحابی رضی اللہ عنہ

غزوۂ اُحد میں مسلمانوں کے علمبردار، مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تھے انہوں نے کافروں کا مقابلہ کیا یہاں تک کہ شہید ہوئے ان کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علَم (جھنڈا) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سپرد فرمایا...

چونکہ مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ کے مشابہ تھے اس لئے کسی شیطان نے یہ افواہ اڑادی کہ نصیب دشمناں آپ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے... (سیرت مصطفیٰ جلد ۲ صفحہ ۲۰۵)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر انتقال کے وقت ایک صحابی کے رخسار

غزوۂ احد میں زیاد ابن سکن کو یہ شرف حاصل ہوا کہ جب زخم کھا کر گرے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کو میرے قریب لاؤ لوگوں نے ان کو آپ کے قریب کر دیا انہوں نے اپنے رخسار آپ کے قدم مبارک پر رکھ دیئے اور اسی حالت میں جان اللہ کے حوالے کی... انا للہ وانا الیہ راجعون... (سیرت مصطفیٰ جلد ۲ صفحہ ۲۰۹)

بغیر حساب جنت میں داخلہ

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ میرے پروردگار نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میری امت میں سے ستر ہزار کو وہ بغیر حساب اور بغیر عذاب کے جنت میں بھیجے گا اور ان میں سے ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور ہوں گے... اور تین حثیے میرے پروردگار کے حثیات میں سے (میری امت میں سے بغیر حساب اور بغیر عذاب کے جنت میں بھیجے جائیں گے)

فائدہ: جب دونوں ہاتھ بھر کر کسی کو کوئی چیز دی جائے تو عربی میں اس کو حثیہ کہتے ہیں جس کو اردو، ہندی میں لپ بھر کر دینا کہتے ہیں تو حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں سے ستر ہزار کو بلا حساب اور بلا عذاب جنت میں داخل کرے گا...

اور پھران میں سے ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور بھی اسی طرح بلا حساب و عذاب جنت میں جائیں گے... اور اس سب کے علاوہ اللہ تعالیٰ اپنی خاص شان رحمت سے اس اُمت کی بہت بڑی تعداد کو تین دفعہ کر کے جنت میں بھیجے گا اور یہ سب وہ ہوں گے جو بغیر حساب اور بغیر عذاب کے جنت میں داخل ہوں گے...

"سُبْحَانَکَ وَبِحَمْدِکَ یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ"

انتباہ: اس قسم کی حدیثوں کی پوری حقیقت اسی وقت کھلے گی... جب یہ سب باتیں عملی طور پر سامنے آئیں گی اس دنیا میں تو ہمارا علم وادراک اتنا ناقص ہے کہ بہت سے ان واقعات کو صحیح طور پر سمجھنے سے بھی قاصر رہتے ہیں... جن کی خبریں ہم اخباروں میں پڑھتے ہیں مگر اس قسم کے واقعات کا کبھی ہم نے تجربہ اور مشاہدہ کیا ہوا نہیں ہوتا... (معارف الحدیث)

مسلمان اہانت رسول صلی اللہ علیہ وسلم برداشت نہیں کرسکتا

کوئی مسلمان کسی حال میں بھی اہانت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گوارا نہیں کر سکتا... اگر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں (معاذ اللہ) گستاخی کی بات سن کر مصلحت برتتا ہے یا خاموشی اختیار کرتا ہے تو یقیناً یہ اس کے ایمان کی بہت بڑی کمی ہے... یہودیوں اور عیسائیوں کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اکثر بیہودہ باتوں پر اتر آتے ہیں...

جس زمانہ میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ مصر کے گورنر تھے... وہاں کے عیسائیوں سے یہ معاہدہ تھا کہ ان کے جان و مال اور عزت کی حفاظت مسلمانوں پر لازم ہوگی... حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ذمی عیسائیوں کا بہت خیال رکھتے تھے... ان کی شکایتوں کی سنوائی خود کرتے تھے اور ان کو ستانے والوں کو سخت سزائیں دیتے تھے...

ایک مرتبہ کچھ گفتگو کے دوران ایک عیسائی سردار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی... حضرت غرفہ رضی اللہ عنہ وہاں موجود تھے... انہیں گالی سن کر بہت طیش آیا انہوں نے اس عیسائی مردود کے منہ پر تاڑ سے ایک طمانچہ رسید کر دیا...

اس عیسائی نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے شکایت کی... انہوں نے حضرت غرفہ رضی اللہ عنہ کو فوراً طلب کر لیا ان سے معاملہ کی باز پرس کی... انہوں نے عیسائی کی گستاخی کا پورا واقعہ بیان کیا' حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا "کیا تم کو یہ نہیں معلوم کہ ہمارا ذمیوں سے معاہدہ ہو چکا ہے ان کی حفاظت کرنا ہمارا فرض ہے"... حضرت غرفہ رضی اللہ عنہ یہ سن کر غصہ سے سرخ ہو گئے اور کہا "معاذ اللہ ہم نے ان سے اپنے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے کا معاہدہ نہیں کیا ہے ان کو یہ اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلانیہ گالیاں دیتے پھریں"... حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر کہا "بیشک غرفہ تم ٹھیک کہتے ہو... (اسد الغابہ تذکرہ غرفہؓ)

عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ ایک یہودی کا قرض تھا اس نے آ کر اپنا قرض مانگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس وقت میرے پاس کچھ نہیں ہے کچھ مہلت دے دو، یہودی نے شدت کے ساتھ مطالبہ کیا اور کہا کہ میں آپ کو اس وقت تک نہ چھوڑوں گا جب تک میرا قرض ادا نہ کر دو...

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں اختیار ہے میں تمہارے پاس بیٹھ جاؤں گا چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ بیٹھ گئے اور ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نماز اور پھر اگلے روز صبح کی نماز یہیں ادا فرمائی، صحابہؓ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہ ماجرا دیکھ کر رنجیدہ اور غضب ناک ہو رہے تھے اور آہستہ آہستہ یہودی کو ڈرا دھمکا کر یہ چاہتے تھے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دے، رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تاڑ لیا اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے پوچھا: کیا کرتے ہو؟ تب انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم اس کو کیسے برداشت کریں کہ ایک یہودی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قید کرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے میرے رب نے منع فرمایا ہے کہ میں معاہد وغیرہ پر ظلم کروں یہودی یہ سب ماجرا دیکھ اور سن رہا تھا... صبح ہوتے ہی یہودی نے کہا

"اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَنَشْهَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ" اس طرح مشرف بہ اسلام ہو کر اس نے کہا یا رسول اللہ! میں نے اپنا آدھا مال اللہ کے راستے میں دے دیا، اور قسم ہے اللہ تعالیٰ کی! میں نے اس وقت جو کچھ کیا اس کا مقصد صرف یہ امتحان کرنا تھا کہ تورات میں آپ کے متعلق یہ الفاظ پڑھے ہیں:

"محمد بن عبداللہ ان کی ولادت مکہ میں ہوگی، اور ہجرت طیبہ کی طرف، اور ملک ان کا شام ہوگا، نہ وہ سخت مزاج ہوں گے نہ سخت بات کرنے والے، نہ بازاروں میں شور کرنے والے، فحش اور بے حیائی سے دور ہوں گے...

میں نے اب تمام صفات کا امتحان کر کے آپ کو صحیح پایا اس لئے شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں اور یہ میرا آدھا مال ہے آپ کو اختیار ہے جس طرح چاہیں خرچ فرمائیں..."

اور یہ یہودی بہت مالدار تھا آدھا مال بھی ایک بہت بڑی دولت تھی، اس روایت کو مظہری میں بحوالہ دلائل النبوۃ، بیہقی نے نقل فرمایا ہے...(قصص معارف القرآن)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لقمہ کی برکت

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت مردوں سے بے حیائی کی باتیں کیا کرتی تھی اور بہت بے باک اور بد کلام تھی، ایک مرتبہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزری حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک اونچی جگہ پر بیٹھے ہوئے

ثرید کھا رہے تھے، اس پر اس عورت نے کہا انہیں دیکھو ایسے بیٹھے ہوئے ہیں جیسے غلام بیٹھتا ہے، ایسے کھا رہے ہیں جیسے غلام کھاتا ہے، یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون سا بندہ مجھ سے زیادہ بندگی اختیار کرنے والا ہوگا...

پھر اس عورت نے کہا یہ خود کھا رہے ہیں اور مجھے نہیں کھلا رہے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو بھی کھالے اس نے کہا مجھے اپنے ہاتھ سے عطا فرمائیں...

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیا تو اس نے کہا جو آپ کے منہ میں ہے اس میں سے دیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے دیا جسے اس نے کھا لیا (اس کھانے کی برکت سے) اس پر شرم وحیا غالب آ گئی اور اس کے بعد اپنے انتقال تک کسی سے بے حیائی کی کوئی بات نہ کی... (حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۷۰۴)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا طریقہ

بزرگوں نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شوق ہو وہ جمعہ کی رات میں دو رکعت نفل نماز اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد گیارہ مرتبہ آیۃ الکرسی اور گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے اور سلام پھیرنے کے بعد سو مرتبہ یہ درود شریف پڑھے: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ بِالنَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ... اگر کوئی شخص چند مرتبہ یہ عمل کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب فرما دیتے ہیں بشرطیکہ شوق اور طلب کامل ہو اور گناہوں سے بھی بچتا ہو... (اصلاحی خطبات جلد ۶ صفحہ ۱۰۴)

حضرت زاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصہ

شمائل ترمذی میں ایک صحابی حضرت زاہر بن حرام اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک واقعہ بہت خوبصورت انداز سے نقل کیا گیا ہے... یہ دیہات کے رہنے والے تھے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دیہاتی تحفہ لایا کرتے تھے، سبزی ترکاری

وغیرہ جو بھی دیہات میں ان کو میسر ہوتا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تحفہ لایا کرتے تھے... آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا تحفہ بہت خوشی کے ساتھ قبول فرمالیا کرتے تھے اور یہ صورت وشکل کے اعتبار سے قبول صورت نہیں تھے لیکن ان کی سیرت اور کمال ایمان اعلیٰ درجہ کا تھا، جب یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے دیہات واپس جاتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کو کچھ تحفہ دیا کرتے تھے...

ایک دفعہ مدینہ کے بازار میں حضرت زاہر اپنا سامان فروخت فرمارہے تھے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چپکے سے پیچھے کی طرف سے آکر اچانک ان کی آنکھوں کو بند کر کے دبالیا، اب ان کو تو نظر نہیں آیا، اور معلوم بھی نہیں کہ کون ہے...... ان کے ذہن میں یہ بات ہے کہ عام لوگوں میں سے کوئی ہے...... زور زور سے شور مچا کر کہنے لگے کہ یہ کون ہے؟

مجھے چھوڑ دو، پھر کن انکھیوں سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر پہچان لیا... جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا تو بجائے چھوڑ دو کہنے کے اپنی پیٹھ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے سے چپکا دیا کہ محبوب حقیقی کے سینے سے میرے بدن کا لگ جانا خیر و برکت ہے... اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کہنے لگے اس بندے کو کون خریدے گا؟

حضرت زاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یارسول اللہ! اگر آپ مجھے بیچیں گے تو نہایت گھاٹا ہوگا اس لئے کہ مجھ جیسے بدصورت کو بیچنے سے کیا پیسہ مل سکے گا اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آپ اللہ کے یہاں کم قیمت اور سستے نہیں ہیں بلکہ اللہ کے نزدیک آپ بڑے قیمتی ہیں... (شمائل ترمذی: ص ۱۶)

اس واقعہ سے ہر شخص کو عبرت حاصل کرنے کی ضرورت ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت کا مدار انسانوں کے دلوں پر ہے جس نے تقویٰ کا اعلیٰ مقام حاصل کرلیا ہے اس نے حب خدا اور حب رسول کا بھی اعلیٰ مقام حاصل کرلیا... حدیث میں آتا

ہے کہ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت کالے تھے مگر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت اسامہ کی محبت سب سے زیادہ تھی...

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بہت رحمدل تھے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت رحمدل تھے جو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا (اور سوال کرتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ نہ ہوتا) تو اس سے آپ وعدہ کر لیتے (کہ جب کچھ آئے گا تو تمہیں ضرور دوں گا) اور اگر کچھ پاس ہوتا تو اسی وقت اسے دے دیتے ایک مرتبہ نماز کی اقامت ہوگئی ایک دیہاتی نے آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے کو پکڑ لیا اور کہا کہ میری تھوڑی سی ضرورت باقی رہ گئی ہے اور مجھے ڈر ہے کہ میں اسے بھول جاؤں گا چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ کھڑے ہو گئے جب اس کی ضرورت سے فارغ ہوئے تو پھر آگے بڑھ کر نماز پڑھائی... (حیاۃ الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۱۵۰)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بچوں کے ساتھ عجیب معاملہ

بارہا ایسا ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عباس، عبیداللہ بن عباس اور کثیر بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بلایا اور ان سے فرمایا بچو!

تم میں سے جو دوڑ کر مجھ کو سب سے پہلے ہاتھ لگائے گا میں اس کو فلاں چیز دوں گا تینوں بھائی دوڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جاتے کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ سے چمٹ جاتا کوئی پشت مبارک پر چڑھ جاتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب کو سینہ سے لگاتے اور خوب پیار کرتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ دعا دیتے تھے "اَللّٰھُمَّ عَلِّمْہُ الْکِتَابَ وَفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ"

اے اللہ! اس کو کتاب اللہ کا علم اور دین کی سمجھ عطا فرما... (تذکرہ پچاس صحابہ)

برکات نبوت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا جس طرح تیرے ساتھی مجھ سے مال غنیمت مانگتے ہیں تم نہیں مانگتے...

میں نے عرض کیا میں تو آپ سے یہ مانگتا ہوں کہ جو علم اللہ نے آپ کو عطا فرمایا ہے آپ اس میں سے مجھے بھی سکھائیں...اس کے بعد میں نے کمر سے دھاری دار چادر اتار کر اپنے اور حضور کے درمیان بچھا دی...پھر آپ نے مجھے حدیث سنائی جب میں نے وہ حدیث پوری سن لی تو حضور نے فرمایا اب اس چادر کو سمیٹ کر اپنے جسم سے لگالو (میں نے ایسا ہی کیا) اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو بھی ارشاد فرماتے مجھے اس میں سے ایک حرف بھی نہیں بھولتا تھا...(انمول موتی جلد اوّل)

ختم نبوت زندہ باد

جن دنوں ختم نبوت کی تحریک زوروں پر تھی...ختم نبوت کے پروانے گولیوں، لاٹھیوں، جیلوں اور حوالاتوں کے مزے لے رہے تھے...ایک مسلمان نے سڑک کے درمیان آ کر بلند آواز میں نعرہ لگایا ''ختم نبوت زندہ باد...''

جونہی اس نے نعرہ لگایا، پولیس والا آگے بڑھا اور اس کے گال پر زوردار تھپڑ مارا، تھپڑ کھاتے ہی اس نے پھر کہا...''ختم نبوت زندہ باد...'' اس بار پولیس والے نے اسے بندوق کا بٹ مارا...بٹ کھا کر وہ پہلے سے زیادہ بلند آواز میں گرجا...''ختم نبوت زندہ باد...'' اب تو پولیس والے اس پر جھپٹ پڑے...ادھر وہ ہر تھپڑ، ہر لات اور ہر بٹ پر ختم نبوت زندہ باد کا نعرہ لگاتا چلا گیا...وہ مارتے رہے، یہاں تک کہ زخموں سے چور چور ہو گیا...اسی حالت میں اٹھا کر فوجی عدالت میں پیش کیا گیا...اس نے عدالت میں داخل ہوتے ہی نعرہ لگایا...''ختم نبوت زندہ باد''...

فوجی نے فوراً کہا... ''ایک سال کی سزا...'' اس نے پھر نعرہ لگایا... ''ختم نبوت زندہ باد''
فوجی نے فوراً کہا... ''دو سال سزا'' اس نے پھر نعرہ لگایا... ''ختم نبوت زندہ باد''
فوجی نے پھر کہا... ''تین سال سزا'' اس نے پھر ختم نبوت زندہ باد کا نعرہ لگایا...
غرض وہ ایک ایک سال کر کے سزا بڑھاتا چلا گیا، یہ ختم نبوت کا نعرہ لگاتا چلا گیا یہاں تک کہ سزا بیس سال تک پہنچ گئی...

بیس سال کی سزا سن کر بھی اس نے کہا... ''ختم نبوت زندہ باد''
اس پر فوجی نے جھلا کر کہا... ''باہر لے جا کر گولی مار دو''
اس نے گولی کا حکم سن کر کہا... ''ختم نبوت زندہ باد...''
ساتھ ہی خوشی کے عالم میں ناچنے لگا... ناچتے ہوئے بھی برابر نعرے لگا رہا تھا...
''ختم نبوت زندہ باد...... ختم نبوت زندہ باد...... ختم نبوت زندہ باد''
عدالت میں وجد کی حالت طاری ہوگئی... یہ حالت دیکھ کر عدالت نے کہا...
''یہ دیوانہ ہے، دیوانے کو سزا نہیں دی جاسکتی، رہا کر دو''
رہائی کا حکم سنتے ہی اس نے پھر کہا... ''ختم نبوت زندہ باد''
(میں بھی کہتا ہوں ختم نبوت زندہ باد، آپ سب بھی کہیں، ختم نبوت زندہ باد)۔

دربارِ نبوی کا ادب

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ مواہب میں لکھتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اَدب کا وہی معاملہ ہونا چاہئے جو زندگی میں تھا اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کمال احتیاط: محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کسی شخص کو بھی یہ نہیں چاہئے کہ مسجد میں زور سے بولے ....بخاری شریف میں ایک قصہ لکھا ہے حضرت سائب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں مسجد میں کھڑا تھا ایک شخص نے میرے ایک کنکری ماری میں نے ادھر دیکھا تو وہ حضرت

عمر رضی اللہ عنہ تھے، انہوں نے مجھے (اشارہ سے بلا کر) کہا کہ یہ دو آدمی جو بول رہے ہیں اُن کو بلا کر لاؤ میں ان دونوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟

انہوں نے عرض کیا طائف کے رہنے والے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اگر تم اس شہر کے رہنے والے ہوتے تو تمہیں مزہ چکھاتا، تم حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں چلا کر بول رہے ہو...'' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جب کہیں قریب کیل میخ وغیرہ کے ٹھوکنے کی آواز سنتیں تو آدمی بھیج کر ان کو روکتیں کہ زور سے نہ ٹھوکیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف کا لحاظ رکھیں... حضرت علی کرم اللہ وجہہ‘ کو اپنے مکان کے کواڑ بنوانے کی ضرورت پیش آئی تو بنانے والوں کو فرمایا کہ شہر کے باہر بقیع میں بنا کر لائیں ان کے بنانے کی آواز کا شور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک نہ پہنچے...

ایک خاتون کی روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر موت

ایک عورت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور درخواست کی کہ مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کی زیارت کرا دو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حجرۂ شریفہ کے اس حصہ کو جس میں قبر شریف بھی تھی پردہ ہٹا کر کھولا وہ عورت قبر شریف کی زیارت کر کے روتی رہیں اور روتے روتے وہیں انتقال کر گئیں رضی اللہ عنہا وارضاہا...

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور عشق نبوی

جنگ اُحد میں جب مسلمانوں کی صفوں میں انتشار برپا تھا تو حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تھے... کفار سب طرف سے تیروں کی بارش کر رہے تھے... حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اپنی ڈھال پر ان تیروں کو روک رہے تھے... اچانک یہ ڈھال ان کے ہاتھ سے گر گئی... انہوں نے تیروں کو اپنے ہاتھ

پر روکنا شروع کر دیا...وہ اپنے ہاتھ پر اس وقت تک تیر روکتے رہے جب تک ان کا یہ ہاتھ شل نہ ہو گیا...ایک مرتبہ کسی مشرک نے آگے بڑھ کر تلوار ماری تو آپ کی انگلیاں کٹ گئیں...آپ نے کہا ''احسن یعنی خوب ہوا...'' (بہت اچھا ہوا)

حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ہاتھ سوکھ کر ہمیشہ کے لئے بیکار ہو گیا تھا...وہ اپنے اس ہاتھ پر بہت فخر کیا کرتے تھے کہ میدانِ اُحد میں اس ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی تھی...حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نظر ان کی لاش پر پڑی تو وہ ان کی لاش کے قریب گئے اور ہاتھ چومتے جاتے تھے اور رو رو کر کہتے جاتے تھے یہ وہ ہاتھ ہے جس نے میدانِ اُحد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصائب کے وقت مدد کی...(طبقات ابن سعد)

معرکۂ اُحد میں جب کفار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد اپنا گھراؤ کئے ہوئے تھے تو وہ بڑا نازک وقت تھا...مگر شیدائیانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جانوں کو بلا تکلف جنگ کی اس خطرناک آگ میں جھونک کر اس نازک وقت کو ٹال دیا...حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ تیروں کے سامنے ڈٹ کر کھڑے ہوئے اور تیروں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے کا راستہ نہیں دیا...وہ خود بھی بڑے ماہر تیر انداز تھے انہوں نے اتنے تیر برسائے کہ کئی کمانیں ٹوٹ گئیں...جوش میں یہ کہتے جاتے تھے

''میری جان آپ پر قربان اور میرا چہرہ آپ کے چہرے کی ڈھال بنے...''

انہوں نے رسول اللہ کے چہرۂ اقدس کے سامنے اپنی ڈھال کر دی اور کفار کی جانب اپنا سینہ...اس طرح دو طرف سے آڑ کر لی...جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کی جمعیت کو دیکھنے کے لئے ڈھال کے پیچھے ذرا گردن اٹھانی چاہی تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے جن الفاظ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روکا اس سے زیادہ جوش اور محبت کی تفسیر کوئی دوسری نہیں ہو سکتی...انہوں نے عرض کیا: ''میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان آپ صلی اللہ علیہ وسلم گردن اٹھا کر نہ دیکھئے کہیں آپ کو کوئی

تیر نہ لگ جائے... میرا گلا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گلے سے پہلے ہے..." (صحیح بخاری)

"غزوۂ اُحد میں ایک وقت ایسا آیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طلحہ اور سعد رضی اللہ عنہما کے علاوہ کوئی دوسرا نہ تھا..."

کفار نے اچانک گھیراؤ میں لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت زخمی کر دیا کسی کافر بد بخت نے دور سے پتھر پھینک کر مارا جس سے آپ کا ایک دانت مبارک شہید ہو گیا ابن قمیہ نے تلوار کا ایک ایسا وار کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی میں خود (جنگی ٹوپی) کی کڑیاں دھنس گئیں...اور خون کی دھار پھوٹ نکلی...

ایک گڑھے میں رسول اللہ کا پاؤں مبارک پڑ گیا آپ اس میں گر گئے...حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے جب آپ کو اس حال میں دیکھا تو بیتاب ہو گئے فوراً اس گڑھے میں کود پڑے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت میں ہاتھ ڈال کر اوپر اٹھایا اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو باہر نکال لائے...

جامع ترمذی میں ہے کہ طلحہ رضی اللہ عنہ کے لگاتار حملوں نے جب کفار کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک محفوظ مقام پر پہنچانے کا مسئلہ تھا تاکہ آپ کے زخموں کی مرہم پٹی ہو سکے اور آپ کفار کی زد سے باہر ہو جائیں...

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اونچی پہاڑی پر چڑھنے کا ارادہ فرمایا...

لیکن چونکہ آپ کے شدید زخم آئے تھے اور دوہری زرہ پہنے ہوئے تھے اس لئے چڑھا نہ جاتا تھا...حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اس کیفیت کو دیکھا تو دوڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئے...اپنے ستاون زخموں اور لٹکتے ہوئے ہاتھ کی پرواہ کئے بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا...

"یا رسول اللہ! آپ میری پشت پر سوار ہو جائیں...میں آپ کو لے کر پہاڑی پر چڑھتا ہوں..." یہ کہہ کر وہ صحابی بیٹھ کر کے بیٹھ گئے اور آپ کو پیٹھ پر سوار کر لیا، اٹھے اور پہاڑ کی بلند چوٹی پر چڑھ گئے...رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اس عاشق صادق کی قربانی سے بے پناہ متاثر ہوئے... آپ نے فرمایا: ''طلحہ تمہیں جنت کی بشارت ہے...'' حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اتنے بڑے انعام کی بشارت سن کر خوشی سے پھولے نہ سمائے... (پراسرار بندے)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال سخاوت

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک چادر لے کر آئی جو کہ بنی ہوئی تھی اور اس کا کنارہ بھی اسی کے ساتھ بنا ہوا تھا... (یعنی وہ چادر کسی اور کپڑے سے کاٹ کر نہیں بنائی گئی تھی بلکہ کنارے سمیت بطور چادر کے ہی وہ بنی گئی تھی) اور اس عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں یہ چادر اس لئے لائی ہوں تاکہ آپ کو اس چادر کی واقعی ضرورت تھی اس لئے آپ نے اسے پہن لیا...

آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک صاحب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ چادر دیکھی تو عرض کیا یا رسول اللہ! یہ تو بہت اچھی چادر ہے، یہ تو آپ مجھے پہننے کو دے دیں...

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت اچھا (اور یہ کہہ کر چادر اسے دے دی حالانکہ آپ کو خود اس کی ضرورت تھی) جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے کھڑے ہو کر تشریف لے گئے تو آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان صاحب کو بہت ملامت کی اور یوں کہا تم نے اچھا نہیں کیا، تم خود دیکھ رہے ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خود اس چادر کی ضرورت تھی اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے لیکر پہن لیا... پھر تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ چادر مانگ لی اور تمہیں معلوم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جب بھی کوئی چیز مانگی جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کا انکار نہیں فرماتے بلکہ دے دیتے ہیں... ان صحابی نے کہا میں نے تو صرف اس لئے مانگی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے پہننے سے یہ چادر بابرکت ہوگئی ہے...میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لیکر اسے ہمیشہ اپنے پاس سنبھال کر رکھوں گا تاکہ مجھے اس میں کفن دیا جائے...(اخرجہ ابن جریر)

اللہ نے مجھے متواضع اور سخی بنایا ہے

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا بڑا پیالہ تھا جسے چار آدمی اٹھاتے تھے اور اس کو غراء کہا جاتا تھا...جب چاشت کا وقت ہو جاتا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چاشت کی نماز پڑھ لیتے تو وہ پیالہ لایا جاتا...اس میں ثرید بنی ہوئی ہوتی...سب اس پر جمع ہو جاتے جب لوگ زیادہ ہو جاتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھٹنوں کے بل بیٹھ جاتے...(چنانچہ ایک مرتبہ آپ گھٹنوں کے بل بیٹھے) تو ایک دیہاتی نے کہا یہ کیسا بیٹھنا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے متواضع غلام اور سخی آدمی بنایا ہے (اور اس طرح بیٹھنا تواضع کے زیادہ قریب ہے) اور مجھے متکبر اور جان بوجھ کر حق سے ضد رکھنے والا نہیں بنایا...پھر آپ نے فرمایا پیالے کے کناروں سے کھاؤ، درمیان کو چھوڑ دو...اس پر برکت نازل ہوتی ہے...(اخرجہ ابوداؤد)

محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے مثال سخاوت

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام (میں داخل کرنے اور اس پر جمانے) کے لئے کوئی چیز مانگی جاتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہ چیز ضرور دے دیتے...چنانچہ آپ کی خدمت میں ایک آدمی آیا آپ نے حکم دیا کہ اسے صدقہ کی بکریوں میں سے اتنی زیادہ بکریاں دی جائیں جو دو پہاڑوں کے درمیان کی ساری وادی کو بھر دیں وہ بکریاں لے کر اپنی قوم کے پاس واپس گیا اور ان سے کہا اے میری قوم! تم اسلام لے آؤ کیونکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اتنا زیادہ دیتے ہیں کہ انہیں اپنے اوپر فاقہ کا کوئی ڈر ہی نہیں ہے...

اور ایک روایت میں یہ ہے کہ بعض دفعہ کوئی آدمی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمت میں صرف دنیا لینے کے ہی ارادے سے آتا لیکن شام ہونے سے پہلے ہی اس کا ایمان (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور حسن تربیت اور آپ والی محنت کی برکت سے) اتنا مضبوط ہو جاتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دین اس کی نگاہ میں دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب اور عزیز ہو جاتا... (اخرجہ احمد)

جود وسخا کا منبع

۹ ہجری میں حاتم طائی کی بیٹی سفانہ قیدی بن کر آئی، وہ ننگے سر تھی... حضرت بلال سے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میری چادر اِس کے سر پر ڈال دو... بلال نے کہا کہ حضور وہ چادر جس کے ایک ایک دھاگے کی عفت و پاکیزگی پر فرشتے بھی رشک کرتے ہیں، وہ میں ایک کافرہ عورت کے سر پر ڈال دوں؟

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بلال بیٹی بہرحال بیٹی ہوتی ہے... دوست کی ہو یا دشمن کی... اپنی بیٹیوں کے لیے جس طرح بے پردگی پسند نہیں اِسی طرح اوروں کی بچیوں کے لیے گوارا نہیں... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حاتم طائی کی بیٹی کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا بیٹی سنا ہے کہ تیرا باپ بڑا سخی تھا... جاؤ بیٹی تیرے باپ کی نیک نامی اور انسان دوستی کے صلہ میں میں تم کو آزاد کرتا ہوں...

سفانہ نے کہا، میں بنت کریم ہوں یعنی سخی کی بچی ہوں، اپنی رہائی کے ساتھ اپنے قبیلہ کے قیدیوں کی رہائی کی بھی تمنا کرتی ہوں... فرمایا اچھا سب آزاد ہیں... قبیلہ طے کی عورتیں اشکبار ہو گئیں اور عرض گزار ہوئیں یا رسول اللہ! جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُنیا کی قید سے رہائی دلائی تو ہمیں آخرت کی قید سے بھی رہائی دلائیں اور یوں سب مسلمان ہو گئیں... (رحمۃ للعالمین)

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے غبارِ راہ کو بخشا فروغ وادیٔ سینا
نگاہ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر وہی قرآن وہی فرقان وہی یٰسین وہی طٰہٰ

دور نبوت اور شان صحابہ رضی اللہ عنہم

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ پر سب وشتم کرنیوالوں کے متعلق ارشاد فرمایا: کہ انکو جواب میں کہو کہ "لعنة الله علی شرکم "شر... اسم تفضیل کا صیغہ ہے جو مشاکلت کے طور پر استعمال ہوا ہے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقدین صحابہ کیلئے ایسا کنایہ استعمال فرمایا ہے کہ اگر وہ اس پر غور کریں تو ہمیشہ کے لئے تنقید صحابہ کے روگ کی جڑ کٹ جاتی ہے...

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ اتنی بات تو بالکل کھلی ہے صحابہ کیسے ہی ہوں مگر تنقید کرنے والے سے تو اچھے ہی ہوں گے... تنقید کرنے والے کی تنقید سے یہ لازمی تاثر پیدا ہوتا ہے کہ اگر وہ خود ناقد فلاں کی جگہ ہوتا تو ایسا نہ کرتا بلکہ اس سے بہتر کام کرتا...

تم ہوا میں اڑو...... آسمان پر پہنچ جاؤ...... سو بار مر کے جی لو مگر تم اپنے کو صحابی تو نہیں بنا سکتے...... تم آخر وہ آنکھ کہاں سے لاؤ گے جس نے جمال جہاں آرائے محمد کا دیدار کیا...... وہ کان کہاں سے لاؤ گے جو کلمات نبوت سے مشرف ہوئے...... ہاں.... ہاں وہ دل کہاں سے لاؤ گے جو انفاس مسیحائے محمدی سے زندہ ہوئے...... وہ دماغ کہاں سے لاؤ گے جو انوار مقدس سے مشرف ہوئے.....

تم وہ ہاتھ کہاں سے لاؤ گے جو ایک بار بشرۂ محمدی سے مس ہوئے اور ساری عمر انکی بوئے عنبریں نہیں گئی...... تم وہ پاؤں کہاں سے لاؤ گے جو معیت محمدی میں آبلہ پا ہوئے...... تم وہ مکان کہاں سے لاؤ گے جہاں سرور کونین کی سیادت جلوہ آراء تھی...... تم وہ محفل کہاں سے لاؤ گے جہاں سعادت دارین کی شراب طہور کے جام بھر بھر کر دیئے جاتے اور تشنۂ کامان محبت هل من مزید کا نعرہ مستانہ لگا دیتے تھے...... تم وہ منظر کہاں سے لاؤ گے جو کانی اری الله عیانا کا کیف پیدا کرتا

تھا......تم وہ مجلس کہاں سے لاؤ گے جہاں کانما علی رؤسنا الطیر کا سماں بندھ جاتا تھا......تم وہ صدر نشین تخت رسالت کہاں سے لاؤ گے جس کی طرف هذا الابیض المتکئی سے اشارے کئے جاتے تھے......تم وہ شمیم عنبر کہاں سے لاؤ گے جس کے ایک جھونکے سے مدینہ کی گلی کوچے معطر ہو جاتے تھے......

تم وہ محبت کہاں سے لاؤ گے جو دیدار محبوب میں خواب نیم شی کو حرام کر دیتی تھی......تم وہ ایمان کہاں سے لاؤ گے جو ساری دنیا کو تج دیکر حاصل کیا جاتا تھا......

تم وہ اعمال کہاں سے لاؤ گے جو پیمانۂ نبوت سے ناپ ناپ کر ادا کئے جاتے تھے......تم وہ اخلاق کہاں سے لاؤ گے جو آئینہ محمدی سامنے رکھ کر سنوارے جاتے تھے......تم وہ رنگ کہاں سے لاؤ گے جو صبغۃ اللہ کی بھٹی میں دیا جاتا تھا......تم وہ ادائیں کہاں سے لاؤ گے جو دیکھنے والوں کو نیم بسمل بنا دیتی تھیں......تم وہ نماز کہاں سے لاؤ گے جس کے امام نبیوں کے امام تھے......تم وہ قدسیوں کی جماعت کیسے بن سکو گے جس کے سردار رسولوں کے سردار تھے...

اللہ پاک ان قدسی صفات نفوس کی عظمت وعقیدت کے ساتھ کامل تابعداری کی سعادت عظمہ سے ہم سب کو نوازیں...آمین وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہٖ سیدنا و مولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین (بحوالہ: خدام الدین مئی 1975)

لمس رسول کی برکات

عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ایک جلیل القدر بدری صحابی ہیں، فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں ایک دعوت پر حاضر ہوا.....ایک باندی میرے لئے ایک تولیہ لائی تولیہ کافی میلا تھا.....حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس کو صاف کر کے لے آؤ.....وہ باندی بھاگ گئی اور جلتے تندور میں

اس تولیے کو ڈالا اور اٹھا کر واپس لے آئی.....میں نے دیکھا کہ وہ تولیہ بالکل صاف ستھرا میرے سامنے تھا..... مجھے حیرانگی ہوئی میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اس میں کیا راز ہے.....انہوں نے بتایا کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے تھے.....میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک دھلوائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاتھ خشک کرنے کیلئے یہ تولیہ پیش کیا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک خشک کئے، اس دن سے آگ نے اس تولیے کو جلانا چھوڑ دیا.....جب یہ میلا ہو جاتا ہے ہم اسے آگ میں ڈالتے ہیں آگ اس میل کو تو کھا لیتی ہے.....صاف تولیہ ہم آگ سے باہر نکال لیتے ہیں.....

سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے روٹیاں لگائیں.....نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی ایک دو بنا کر دیں.....کافی دیر کے بعد جب سب لگ گئیں تو حیران ہوئیں کہ اس میں سے ایک دو پک ہی نہیں رہیں، اسی طرح آٹے کا آٹا موجود ہے.....نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، بیٹا! کیا ہوا؟ عرض کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم! دو تین روٹیاں ایسی ہیں جو پک نہیں رہیں.....فرمایا، ہاں یہ وہی روٹیاں ہوں گی جن پر تیرے والد کے ہاتھ لگ گئے اب آگ اس آٹے پر اثر نہیں کر سکتی.....تو نبی علیہ السلام جس چیز کو چھو لیتے تھے اس پر یوں اثرات ہو جاتے تھے..... (خطبات فقیر ج2 ص92)

محبتِ نبوی کا انمول واقعہ

غزوۂ احد میں زیاد ابن سکن کو یہ شرف حاصل ہوا کہ جب زخم کھا کر گرے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کو میرے قریب لاؤ لوگوں نے ان کو آپ کے قریب کر دیا انہوں نے اپنے رخسار آپ ﷺ کے قدم مبارک پر رکھ دیئے اور اسی حالت میں جان اللہ کے حوالے کی... انا للہ وانا الیہ راجعون...

(ابن ہشام، جلد۲ صفحہ ۸۴، سیرت مصطفیٰ جلد۲ صفحہ ۲۰۹)

روضۂ نبوی پر حاضری

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر کھڑے رو رہے تھے، حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کیوں رو رہے ہو؟ فرمایا میں نے ایک حدیث سنی تھی کہ اللہ پاک ایسے لوگوں کو پسند کرتا ہے جو متقی ہوں اور چھپے ہوئے ہوں ایسے کہ اگر مجلس میں آئیں تو کوئی ان کو نہ پہچانے، اور اگر مجلس میں نہ ہوں تو کوئی نہ ڈھونڈے کہ فلاں صاحب کہاں گئے؟ مجلس میں کیوں نہ آئے؟ ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں، ہر فتنہ سے محفوظ رہیں گے...... پرانے ہوں تو ایسے ہوں...کام خوب کریں تعلق مع اللہ بہت ہو...مگر چھپے ہوئے ہوں، زمین پر زیادہ لوگ نہ پہچانتے ہوں...آسمان پر سب جانتے ہوں...
"**اللھم اجعلنا منھم و معھم**" (حیاۃ الصحابہ جلد۲ صفحہ ۷۸۵)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت

حضرت علی رضی اللہ عنہ سردیوں میں باریک کپڑا پہنتے، گرمیوں میں موٹا کپڑا پہنتے...ابو یعلی کے بیٹے ہیں عبدالرحمان انہوں نے اپنے باپ سے کہا کہ کیا بات ہے کہ امیر المومنین الٹا کام کرتے ہیں...گرمیوں میں موٹا لباس پہنتے ہیں...سردی آتی ہے تو باریک لباس پہنتے ہیں...تو انہوں نے کہا میں پوچھتا ہوں پوچھ کر بتاتا ہوں تو ابو یعلی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ لوگ پوچھ رہے ہیں...کہ یہ آپ کیا کرتے ہیں الٹا کام کرتے ہیں..تو فرمایا کہ تم خیبر میں میرے ساتھ تھے؟ جی ہاں... کہا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جھنڈا دیا تھا...تو میرے لیے دعا کی تھی "**اللھم قہ الحر و البرد**" اے اللہ اس کو گرمی سے بھی بچا اور سردی سے بھی بچا...وہ دن اور آج کا دن نہ مجھے گرمی لگتی ہے نہ سردی لگتی ہے...اللہ جس کی چاہے دور کر دے...ان کو ضرورت نہیں ہے کہ وہ موٹا کوٹ پہنیں...اور ضرورت نہیں ہے

کہ باریک کپڑا پہنیں... اللہ نے اندر سے گرمی اور سردی کے نکلنے کی صفت کو نکال لیا... اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے... (ایمان افروز واقعات ص ۲۳۳)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کیلئے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا

بیشک اللہ تعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب انسانوں سے بڑھ کر حلیم الطبع بنایا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر معمولی قوت برداشت عطا فرمائی تھی ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لئے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا مگر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ حرمت کو توڑتے دیکھتے تو محض اللہ کیلئے ضرور انتقام لیتے... (صحیحین... الشفاء للقاضی عیاض)

مکہ میں مشرکین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور بدزبانی کی انتہاء کر دی تھی... کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اختلال دماغ کی تہمت لگاتے کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جادوگر کہتے کبھی کچھ کبھی کچھ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو محمد (تعریف کیا گیا) کے بجائے مذمم (مذمت کیا گیا) کہتے تھے (نعوذ باللہ) لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے جواب میں نہایت صبر و تحمل سے کام لیتے تھے اور اپنے احباب سے صرف اس قدر فرماتے تمہیں تعجب نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ قریش کی گالیوں کو مجھ سے کیوں پھیرتا ہے وہ مذمم کو گالیاں دیتے ہیں اور مذمم پر لعنت بھیجتے ہیں اور میں محمد ہوں... (مشکوۃ المصابیح)

درعفولذتیست کہ درانتقام نیست

فتح مکہ (رمضان المبارک ۸ھ) کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کو

بتوں سے پاک کر کے باہر تشریف لائے... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا قریش مکہ اس انتظار میں کھڑے ہیں کہ ہمارے حق میں کیا فیصلہ ہوتا ہے اور جو ظلم و ستم ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا اور جیسی کچھ ان کو تکلیفیں دیں ان کا کیا نتیجہ نکلتا ہے... فرمایا تمہارا کیا خیال ہے کہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا... اعیان قریش نے جواب دیا... اے نیک برادر! ہم تیرے بس میں ہیں... فرمایا جاؤ میں نے تم سب کو چھوڑ دیا...

اسی طرح جب ہندزوجہ ابوسفیان جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کی بے حرمتی کی تھی پیش ہوئی تو اس کی خطا معاف کر دی...

ہبار بن الاسود نے مکہ میں آستانۂ رسالت کی بہت کچھ بے ادبی اور ایذا رسانی کی تھی یہاں تک کہ جب زینب بنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سواری مکہ سے مدینہ چلی تو ہبار نے چند اوباشوں کو ساتھ ملا کر ان کے ہودج پر نیزہ مارا... اس صدمہ سے زینب ہودج سے نیچے گر پڑیں اور ان کا حمل ساقط ہو گیا لیکن عورتوں پر حملہ کرنے والا نامرد جب مدینہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اسلام کا خواہاں اور امان کا طالب ہوا تو اس رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجودیکہ قتل کا فرمان صادر کر دیا تھا اس کو معاف کر دیا...

غرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ذاتی معاملہ میں کبھی انتقام نہیں لیا اور معافی ہی کو ترجیح دی حالانکہ جتنا کسی پر ظلم ہو... انتقام لینے کا حکم ہے مگر معاف کرنے کا اجر چونکہ زیادہ ہے اس لئے آپ ہمیشہ عفو تقصیر ہی سے کام لیتے رہے... (ناقابل فراموش واقعات)

ازلی دشمن سے برتاؤ

حضرت اسمٰعیل بن عیاش کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب عبداللہ بن ابی بن سلول فوت ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنازہ کے لئے بلایا گیا جب آپ اس کا جنازہ پڑھانے کے ارادہ سے

کھڑے ہوئے تو میں مڑا اور عرض کیا یارسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ کے دشمن ابن ابی بن سلول کا جنازہ پڑھائیں گے جو فلاں دن میں فلاں فلاں بات کہنے والا تھا؟ اور میں اس کی کارگزاریاں شمار کرنے لگا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا رہے تھے حتیٰ کہ میں نے بہت زیادہ اصرار کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر!

مجھ سے ہٹ جاؤ مجھے اختیار دیا گیا ہے لہٰذا میں نے اس کا جنازہ پڑھنے کو اختیار کرلیا ہے ان کے بارے میں کہا گیا ہے او لاتستغفر لھم (خواہ تم ان کے لئے بخشش مانگو یا نہ مانگو) اگر مجھے معلوم ہو کہ میرے ستر سے زیادہ دفعہ ان کی بخشش کی دعا سے انہیں بخش دیا جائے گا تو میں ستر سے زیادہ دفعہ بھی ان کے لئے استغفار کرتا... پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جنازہ پڑھایا اور اسی کے ساتھ گئے حتیٰ کہ اس کی تدفین سے فراغت تک اس کی قبر پر تشریف فرما رہے...

مجھے اپنے اوپر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی جرات پر بہت تعجب ہو رہا تھا اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں... پس اللہ تعالیٰ کی قسم کہ تھوڑی سی دیر گزری تھی کہ یہ دو آیتیں نازل ہوئیں وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَاتَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ...... (التوبہ: ۸۴)

(اور ان میں کوئی مر جائے تو اس (کے جنازہ) پر کبھی نماز نہ پڑھیے اور نہ (دفن کے لئے) اس کی قبر پر کھڑے ہوئیے کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور وہ حالت کفر ہی میں مرے ہیں)

پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی منافق کا جنازہ نہیں پڑھا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس بلا لیا...

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مخلوق سے جدا رہنے میں اپنی ہمت صرف کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے حق کے ساتھ موافق ہونے کی وحی نازل فرمائی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

کومنافقوں پر جنازہ پڑھنے سے اور جن سے فدیہ لیا انہیں چھوڑنے سے اپنے قدیم علم اور ان پر اپنی قدرت کے سبب منع فرمایا اور جو لوگ مخلوق سے جدائی (اور وصول الی اللہ) کی مستی میں ہوتے ہیں ان کا طریقہ یہی ہے کہ وہ اپنی اکثر باتوں میں اجتماعیت کے حامی رہتے ہیں اور اپنے سب احوال وافعال میں افتراق سے محفوظ رہتے ہیں...

اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زندگی میں بھی اور موت میں بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں اس لئے کہ آپ اپنی بیداری میں اور نیند میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے تابعدار رہے ہر حال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی... تمام افعال میں تابعداری کی اور کہا گیا ہے کہ تصوف شریعت کے طریقوں پر استقامت اور رضائے الٰہی کے حصول کی کوشش کا نام ہے...

خُلقِ عظیم کا شاہکار واقعہ

حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہجرت کا حکم ہو گیا تو آپ نے چاہا کہ میں بیت اللہ میں دو رکعت نماز پڑھوں... یہ تو ظاہر تھا نہیں کہ آپ ہجرت فرما رہے ہیں... مگر اجازت آ چکی تھی... اس زمانہ میں عثمان شیبی کے ہاتھ میں کعبہ کی کنجیاں رہتی تھیں آپ نے فرمایا کہ شیبی! چند منٹ کے لئے بیت اللہ کھول دو... میں دو رکعت پڑھ لوں...

اس نے آپ کو ڈانٹ دیا اس لئے کہ حکومت تو اسی کی تھی... آپ کی تو تھی نہیں... آپ نے کچھ نرمی سے فرمایا کہ دو ہی رکعتیں پڑھنی ہیں اس نے کہا کہ نہیں نہیں... بہرحال اس نے اجازت نہیں دی...

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیبی! ایک وقت آنے والا ہے میں تو اس جگہ کھڑا ہوا ہوں گا جہاں تو کھڑا ہے اور تو اس جگہ کھڑا ہوا ہوگا جہاں میں کھڑا ہوا ہوں... اس وقت تیرا کیا حشر ہوگا... اس نے کہا کہ یہ سب تخیلات ہیں... شیخ چلی کی باتیں ہیں

غرض اجازت نہ دی... بلا نماز پڑھے آپ واپس تشریف لائے... رات کو ہجرت فرمائی... یہ تیرہ برس کی زندگی آپ نے انتہائی پریشانیوں میں گزاری پھر ہجرت کیساتھ آٹھ سال بعد مکہ میں آپ کا فاتحانہ داخلہ ہوا... اور آپ نے مسجد حرام سے ابتداء کی وہاں آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی... کعبہ کی کنجیاں آپ کے ہاتھ میں دی گئیں... آپ کعبہ کے دروازے پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ بلاؤ شیبی کو شیبی حاضر ہوا... آپ نے فرمایا کہ وہ وقت یاد ہے کہ میں نے منت سماجت کی تھی کہ مجھے دو رکعت نماز پڑھنے دو... مگر تم نے اجازت نہیں دی تھی...

اس نے کہا ہاں یاد ہے اور فرمایا کہ یہ بھی یاد ہے کہ میں نے کہا تھا کہ ایک وقت آنے والا ہے... میں وہاں کھڑا ہوا ہوں گا جہاں تو کھڑا ہے اور تم یہاں کھڑے ہو گے جہاں میں کھڑا ہوں... پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ وقت آ گیا ہے کہ میں کھڑا ہوں تیری جگہ اور تم کھڑے ہو میری جگہ... اس نے کہا ہاں وہ وقت آ گیا ہے فرمایا کہ اب تیرا کیا حشر ہونا چاہیئے اس نے ایک ہی لفظ کہا کہ اخ کریم و نبی کریم میں کریم پیغمبر اور کریم بھائی کے سامنے ہوں...

اس برائی کا بدلہ آپ نے یہ دیا کہ کعبہ کی کنجیاں سپرد کیں اور فرمایا کہ نسلاً بعد نسل قیامت تک تیرے ہی خاندان کو یہ کنجیاں دیتا ہوں تو آج تک وہ شیبی کا خاندان ہے جو برابر کلید بردار کعبہ ہے اور آدھے مکہ پر اس کی حکومت ہے لاکھوں کروڑوں کا سامان اس کی دکانوں میں پڑا ہوا ہے اور جسے چاہے اجازت دے اور جسے چاہے بیت اللہ کے داخلہ کی اجازت نہ دے... تو اس نے دو رکعت نہیں پڑھنے دی جواب میں آپ نے کنجیاں سپرد کر دیں اور فرمایا کہ لے یہ تیرے خاندان کو قیامت تک کے لئے دیتا ہوں یہ خلق عظیم نہیں تھا تو اور کیا تھا کہ ادھر سے زیادتی اور ادھر سے یہ کچھ لطف و کرم... (خطبات طیب)

حضرت وحشی رضی اللہ عنہ پر لطف و کرم

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعہ قتل میں وحشی قاتل حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان نقل فرماتے ہیں کہ جب سب لوگ مکہ کی طرف لوٹے تو میں بھی مکہ میں مقیم ہو گیا یہاں تک کہ (فتح مکہ کے بعد) اسلام پھیل گیا پھر میں طائف کی جانب نکل کھڑا ہوا تو لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قاصد روانہ کیے اور مجھ سے کسی نے کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ کسی قاصد کو پریشان نہ کرتے...

اتفاق سے ایک جماعت قاصد بن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو رہی تھی... اس لیے میں بھی ان ہی کے ساتھ جا شامل ہوا... یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو بھی دیکھا تو فرمایا کیا وہ... وحشی... تو ہی ہے؟ میں نے عرض کی جی ہاں... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا اس بے رحمی کے ساتھ تو نے ہی ان کو شہید کیا ہے؟ میں نے کہا کہ جو کچھ خبر آپ کو میری جانب سے پہنچی... سچی سچی بات تو وہی ہے...

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا... اچھا کیا تو اتنی سی بات کر سکتا ہے کہ اپنے چہرے کو میرے سامنے سے ہٹا لے (تا کہ تجھے دیکھ کر میرا غم تازہ نہ ہو اور مجھ کو اپنے پیارے چچا یاد نہ آئیں) یہ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان پر شرمندہ ہو کر باہر چلا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نہ ٹھہر سکا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو مسیلمہ کذاب کا فتنہ شروع ہو گیا... میں نے دل میں کہا کہ میں بھی اس کے مقابلے کے لیے چلوں اور شاید اس کے قتل میں کامیاب ہو کر (کم از کم روز محشر میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو منہ دکھانے کے قابل ہو جاؤں) اور اس عمل سے شاید حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کی کچھ مکافات کر سکوں... چنانچہ میں نے جانچ

کر اس کی طرف اپنا نیزہ پھینکا... بس وہ ٹھیک اس کے سینہ سے نکل کر اس کے پشت کی جانب سے نکل گیا... (بخاری شریف)

تشریح: آخر میں وہ کہا کرتے تھے کہ زمانۂ کفر میں اگر ایک بہترین ہستی کو قتل کیا ہے تو اپنے اسلامی دور میں ایک بدترین شخص کو واصل جہنم کیا ہے شاید اس طرح اس عمل شر کا کچھ بدلہ ہو جائے... (معارف السنۃ)

حضرت عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ نے تمام مدینے والوں کو آخری وصیت کے لیے بلایا اور بہت سی نصیحتیں کیں...

پھر فرمایا: ''مجھ پر جس کا جو حق ہو وہ آج لے لے' کسی کا قرض ہو تو وہ بے باق کر لے' کسی کو گالی دی ہو' ستایا ہو یا دل آزاری کی ہو تو وہ اپنا بدلہ لے لے تا کہ میں آخرت کے عذاب سے محفوظ رہوں...''

مہاجرین اور انصار کے دل غم واندوہ سے پھٹے جا رہے تھے... وہ سب صبر کیے کھڑے رہے' سب طرف سناٹا تھا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم بار باران باتوں کو دُہرا کر بدلہ لینے کیلئے اصرار کر رہے تھے... پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میرا پیارا وہی ہے جو اس وقت مجھ سے اپنا حق لے لے...''

حضرت عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجمع میں سے کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ ''مجھے اپنا حق لینا مقصود نہیں تھا' مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اصرار ہے اس لیے ایسا کہہ رہا ہوں' ایک مرتبہ جب تبوک کے سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنی کو تیز کرنے کے لیے کوڑا اچلایا تو وہ میرے مونڈھے پر پڑا اور میرے چوٹ لگ گئی...''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے عکاشہ! تو نے مجھ پر بڑا احسان کیا کہ مجھے عقبیٰ کی فضیحت سے بچا لیا... پھر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے کہا: ''سلمان! جاؤ میرا کوڑا فاطمہ کے گھر ہے' تم اس کو لے آؤ...''

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ روتے ہوئے سیدہ کے گھر گئے اور وہ کوڑا جو سفر تبوک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا لے کر مسجد نبوی میں لوٹے' کوڑے کو دیکھ کر سب صحابہ پھوٹ پھوٹ کو رونے لگے...اندر ہی اندر سب کو عکاشہ پر بہت غصہ آ رہا تھا' سب چاہتے تھے کہ اس کوڑے کے بدلے میں عکاشہ رضی اللہ عنہ انہیں کتنے ہی کوڑے مار لیں...

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلے کی جانب رخ کیا اور کہا ''عکاشہ! اگر تجھے مجھ سے محبت ہے تو بلا مروّت ایسا ہی کوڑا میری پیٹھ پر مار جیسے تیرے لگا تھا تا کہ میں عذاب آخرت سے بچ سکوں...''

عکاشہ رضی اللہ عنہ نے کہا ''یا رسول اللہ! جب میری پیٹھ پر کوڑا پڑا تھا تو میں برہنہ پیٹھ تھا...''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر کندھے سے ہٹا دی' مہر نبوت نظر آنے لگی

حضرت عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مہر نبوت کو دیکھا' وجد میں جھومنے لگے اور مہر نبوت کے بوسے لینے لگے اور عرض کیا

''یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان' نہ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کوڑا مارا اور نہ مجھ میں انتقام لینے کی جرأت' بس آخری وقت میں مہر نبوت کی زیارت کر کے اپنے اوپر آتش جہنم کو حرام کرنا چاہتا تھا...'' (سید المرسلین ص ۱۷۸)

حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رات گذارتا تھا اور تہجد کے وقت وضو کا پانی اور دوسری ضروریات مثلاً مسواک مصلّی وغیرہ رکھتا تھا...ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری خدمات سے خوش ہو کر فرمایا...مانگ کیا مانگتا ہے...

انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت...
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور کچھ کہا بس یہی چیز مطلوب ہے... آپ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا اچھا میری مدد **کیجیو** سجدوں کی کثرت سے (ابوداؤد)

حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن رحمہ اللہ

کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۰۸ھ ...۱۳۱۳ھ (گنج مراد آبادی)
بڑے عالم و فاضل تھے... قرآن کی تلاوت پر یہ کمال حاصل تھا کہ سات قرأت جانتے
تھے... حدیث پر پوری دسترس حاصل تھی لیکن اپنے پیرومرشد سے ملاقات کے بعد خالی علم
وعقل کی راہ کو چھوڑ کر عشق ودل کا راستہ اپنایا' خود فرمایا کرتے تھے...

صرف ونحو و منطقہ را سوختی آتش عشق خدا افروختی

ہر معاملے میں اپنے محبوب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کو سامنے
رکھتے تھے... سنت اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت انتہا کو پہنچی ہوئی تھی...
مولانا ابوالحسن علی لکھتے ہیں: ''حضرت مولانا میں اس قدر عشق ومحبت اور ذوق وشوق
کے باوجود بھی اس درجہ کا اتباع سنت اور احترام شریعت تھا کہ مبصر اور صاحب نظر کا
بیان ہے کہ اس درجہ کا متبع سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا'
ان دونوں چیزوں کا اجتماع نادر ونایاب ہے کہ کہنے والوں نے بہت پہلے کہا ہے:

درکفے جام شریعت' درکفے سندان عشق ہر ہوسنا کے نداند جام وسنداں باختن

لیکن مولانا کی زندگی سندان عشق اور جام شریعت کے اس دور آخر میں بہترین
نمونہ ہے...'' حضرت مولانا فرمایا کرتے تھے:
''سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے سے کوئی درجہ حاصل ہوتا ہے...
غوث ہو یا قطب جو خلاف شرع کرے گا وہ کچھ بھی نہیں ہے... اتباع سنت رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا نام غوثیت اور قطبیت ہے... اتباع سنت یہی ہے کہ جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے اسی طرح کرے گھٹائے بڑھائے نہیں..."

حدیث سے اس لیے بہت شغف تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نکلی ہوئی بات تھی، چاہتے تھے کہ جس وقت انتقال ہو اس وقت بھی ان کے محبوب کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ ہی کانوں میں پڑ رہے ہوں... چنانچہ انہوں نے یہ وصیت کر دی تھی کہ ان کے مرنے کے وقت بھی حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم پڑھی جائے تاکہ حدیث سنتے سنتے قفس سے روح نکلے... رحلت کے وقت پھر تاکید فرمائی

"ہم کو حدیث سناؤ تاکہ حدیث سنتے سنتے ہمارا دم نکلے..."

ان کی ذات مجسم عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھی... فرمایا کرتے تھے "اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جان قربان کرنا چاہیے... اسی سے سب کچھ ہوتا ہے، بوڑھے ہونے سے کچھ آتش محبت کم نہیں ہوتی بلکہ اور زیادہ بڑھ جاتی ہے... عاشقوں کو جنت بھی اسی وجہ سے پسند ہوگی کہ اس میں محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال ہے...

عاشقاں را روز محشر باقیامت کار نیست — کار عاشقاں جز تماشائے جمال یار نیست

زندگی کے آخری دنوں میں جب بیمار ہوئے تو عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تڑپ اور بڑھ گئی... بار بار یہ اشعار پڑھنے لگے...

اپنے پیا پر تن من وارو جو واروں سو تھورا رے
ندیا کنارے مورلا بولے میں جانوں پیا مورا رے
گونائے باجے باجن لاگے انگنا میں ٹھاری لجاؤں رے
ان کے نام کی آشا لاگی، جن کا نام محمدؐ ناؤں رے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا ذکر کرتے تو کہتے تھے:

"جن گلیوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم چلیں وہ میں پلکن بہوروں"

(تذکرہ مولانا فضل الرحمٰن، سید ابوالحسن علی ندوی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا واقعہ

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں خطبہ دے رہے تھے، خطبہ کے دوران آپ نے دیکھا کہ کچھ لوگ مسجد کے کناروں پر کھڑے ہوئے ہیں.... جیسا کہ آج کل بھی آپ نے دیکھا ہوگا کہ جب کوئی تقریر یا جلسہ ہوتا ہے تو کچھ لوگ کناروں پر کھڑے ہو جاتے ہیں، وہ لوگ نہ تو بیٹھتے ہیں، اور نہ جاتے ہیں، اس طرح کناروں پر کھڑا ہونا مجلس کے ادب کے خلاف ہے، اگر تمہیں سننا ہے تو بیٹھ جاؤ، اور اگر نہیں سننا ہے تو جاؤ، اپنا راستہ دیکھو، اس لئے کہ اس طرح کھڑے ہونے سے بولنے والے کا ذہن بھی تشویش میں مبتلا ہوتا ہے، اور سننے والوں کا ذہن بھی انتشار کا شکار رہتا ہے....

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کناروں پر کھڑے ہوئے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے ایک مرتبہ فرمایا کہ "بیٹھ جاؤ" جس وقت آپ نے یہ حکم دیا اس وقت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ باہر سڑک پر تھے اور مسجد نبوی کی طرف آرہے تھے، اور ابھی مسجد میں داخل نہیں ہوئے تھے.... کہ اس وقت ان کے کان میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ آواز آئی کہ "بیٹھ جاؤ" آپ وہیں سڑک پر بیٹھ گئے، خطبہ کے بعد جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تو بیٹھنے کا حکم ان لوگوں کو دیا تھا جو یہاں مسجد کے کناروں پر کھڑے ہوئے تھے،

لیکن تم تو سڑک پر تھے، اور سڑک پر بیٹھنے کو تو میں نے نہیں کہا تھا، تم وہاں کیوں بیٹھ گئے؟...... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ جب حضور (اقدس صلی اللہ علیہ وسلم) کا یہ ارشاد کان میں پڑ گیا کہ "بیٹھ جاؤ" تو پھر عبداللہ بن مسعود کی مجال نہیں تھی کہ وہ ایک قدم آگے بڑھائے......

اور یہ بات نہیں تھی کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس بات کو جانتے نہیں تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مجھے سڑک پر بیٹھنے کا حکم نہیں دے رہے تھے،

بلکہ اصل بات یہ تھی کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کان میں پڑ گیا کہ ''بیٹھ جاؤ'' تو اب اس کے بعد قدم نہیں اٹھ سکتا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اتباع کا یہ حال تھا، ویسے ہی صحابہ کرام نہیں بن گئے تھے، عشق و محبت کے دعوے دار تو بہت ہیں لیکن ان صحابہ کرام جیسا عشق کوئی لے کر تو آئے....(مسنون زندگی)

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ، فاتح ایران، جب ایران میں کسریٰ پر حملہ کیا گیا تو اس نے مذاکرات کے لئے آپ کو اپنے دربار میں بلایا، آپ وہاں تشریف لے گئے....جب وہاں پہنچے تو تواضع کے طور پر پہلے ان کے سامنے کھانا لا کر رکھا گیا، چنانچہ آپ نے کھانا شروع کیا، کھانے کے دوران آپ کے ہاتھ سے ایک نوالہ نیچے گر گیا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم یہ ہے کہ اگر نوالہ نیچے گر جائے تو اس کو ضائع نہ کرو وہ اللہ کا رزق ہے، اور یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رزق کے کون سے حصے میں برکت رکھی ہے، اس لئے اس نوالے کی ناقدری نہ کرو، بلکہ اس کو اٹھالو، اگر اس کے اوپر کچھ مٹی لگ گئی ہے تو اسکو صاف کرلو، اور پھر کھالو...

چنانچہ جب نوالہ نیچے گرا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو یہ حدیث یاد آ گئی اور آپ نے اس نوالے کو اٹھانے کے لئے نیچے ہاتھ بڑھایا، آپ کے برابر ایک صاحب بیٹھے تھے انہوں نے آپ کو کہنی مار کر اشارہ کیا کہ یہ کیا کر رہے ہو....

یہ تو دنیا کی سپر طاقت کسریٰ کا دربار ہے، اگر تم اس دربار میں زمین پر گرا ہوا نوالہ اٹھا کر کھاؤ گے تو ان لوگوں کے ذہنوں میں تمہاری وقعت نہیں رہے گی اور یہ سمجھیں گے کہ یہ بڑے ندیدہ قسم کے لوگ ہیں، اس لئے یہ نوالہ اٹھا کر کھانے کا موقع نہیں ہے، آج اس کو چھوڑ دو....

جواب میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے کیا عجیب جملہ ارشاد فرمایا کہ

أَأَتْرُكُ سُنَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِهٰؤُلَاءِ الْحُمْقٰى؟

کیا میں ان احمقوں کی وجہ سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت چھوڑ دوں؟ چاہے یہ اچھا سمجھیں، یا برا سمجھیں، عزت کریں، یا ذلت کریں، یا مذاق اُڑائیں، لیکن میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نہیں چھوڑ سکتا (مسنون زندگی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جبّہ پہن کر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے.... ریشمی جبّہ تھا.... حضرت نے فرمایا ریشم تو مرد کے لئے ناجائز ہے.... اُٹھے جبّے کو اُتارا.... سامنے تنور تھا روٹی پکانے کا.... جا کے تنور میں ڈالا جبّے کو آگ میں....

دوسرے وقت حاضر ہوئے.... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس جبّے کا کیا ہوا؟ عرض کیا حضرت میں نے اس کو جلا دیا.... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں تمہارے لئے ہی تو ناجائز تھا.... بچیوں کے لئے کپڑے بنوا دیتے....

ان کے لئے درست تھا' لیکن بھائی جس شخص کے دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جمی ہوئی ہے ہر چیز کی محبت پر غالب ہے.... جب وہ دیکھتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ لباس ناپسند ہے وہ تو یہ سوچتا بھی نہیں کہ کسی اور کام آ سکتا ہے کہ نہیں.... وہ تو یہ سمجھے گا کہ وہ چیز آگ میں جلانے کے قابل ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند ہے.... (مسنون زندگی)

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا اتباعِ سنت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ گھر میں تشریف لاتے تو مسکراتے ہوئے تشریف لاتے' کون مسکراتا ہوا آ رہا ہے؟

جس پر یہود و منافقین کی زد بھی ہے' مشرکین بر سر پیکار بھی ہیں' وحی کا بار امانت بھی ہے اور پھر اس بار امانت کو دوسروں تک پہنچانا بھی ہے اور اس کے

علاوہ کتنے کثیر امور ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ ہیں...

ہمارے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اپنے آپ کو شریعت کے مطابق خوب ڈھالا تھا' ہمارے حضرت کی دو بیویاں تھیں' آپ رحمہ اللہ عصر کے بعد دونوں گھروں میں پندرہ پندرہ منٹ کے لئے تشریف لے جاتے' گھڑی دیکھ لیتے اور اندازہ لگا لیتے تھے کہ خانقاہ سے گھر تک کتنا وقت لگے گا اور وہاں سے دوسرے گھر' پھر وہاں سے خانقاہ تک پھر مغرب تک' یہ سب اوقات متعین تھے اب چونکہ عورتوں کو عادت ہوتی ہے کہ وہ کہتی ہیں کہ ایک بات یاد آ گئی یا کچھ یاد آ گیا....

حضرت تھانوی رحمہ اللہ اس کے لئے دو منٹ چھوڑتے تھے' جب تیرہ منٹ ہو جاتے تھے تو آپ کہتے کہ اب میں جاؤں گا...اگر گھر سے کچھ کہنا ہوتا تو دو منٹ میں بات ختم ہو جاتی اور اگر وہ کہتیں کہ کچھ نہیں کہنا' تو فرماتے کہ میں ٹہلتا ہوں پھر آپ دوسرے گھر تشریف لے جاتے اور اس طرح ۱۳ منٹ اور دو منٹ کا سلسلہ وہاں بھی ہوتا...

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے ہمیشہ سے یہ عادت ڈالی ہوئی ہے کہ جب ایک گھر سے باہر قدم رکھا تو گھر کی طرف سے تمام کہی ہوئی باتیں بھلا دیتا ہوں اور ذہن خالی کر لیتا ہوں اور جب دوسرے گھر جاتا ہوں تو مجھے یاد ہی نہیں رہتا کہ پہلے گھر میں کیا کیا باتیں ہوئیں...کسی قسم کا تاثر لے کر نہیں جاتا...

فرمایا:......تاثر استغفار اور ذکر اللہ سے مٹ جاتا ہے فرمایا جب میں دوسرے گھر جاتا ہوں تو فوراً ذکر اللہ میں مشغول ہو جاتا ہوں اور ذکر اللہ اسی نیت سے کرتا ہوں...اس طرح سے یہ تاثر والی کیفیت خود بخود جاتی رہتی ہے...(انمول موتی ج۱)

سنت کی اتباع پر بشارت

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا....اے بشر:

تم جانتے ہو کہ تمہیں حق تعالیٰ نے تمام ہم عصر لوگوں پر فوقیت وفضیلت کس لیے دی ہے؟ میں نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! میں واقف نہیں.... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس فضیلت کا سبب یہ ہے کہ تم میری سنت کی اتباع کرتے ہو اور نیک لوگوں کی عزت کرتے ہو اور اپنے بھائیوں کی خیر خواہی کرتے ہو.... (مسنون زندگی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان

کائنات میں جتنی بھی ہستیاں آئیں اگر ان کے حالات زندگی پڑھتے ہیں تو وہ ہمیں اپنے بچپن اور لڑکپن میں کسی نہ کسی استاد کے سامنے بیٹھے تعلیم پاتے نظر آتے ہیں، اپنے وقت کے بہترین تعلیمی اداروں کے اندر ہمیں ایک طالب علم بن کر جاتے ہوئے نظر آتے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ ان تمام ہستیوں نے پہلے مروجہ تعلیم حاصل کی اور پھر اس کو بنیاد بنا کر انہوں نے اپنی زندگیوں میں کچھ اچھے کام کر دکھائے... لیکن دنیا میں فقط ایک ہستی ایسی نظر آتی ہے کہ جس کی زندگی کی تفصیلات کو دیکھا جائے تو وہ پوری زندگی کسی کے سامنے شاگرد بن کر بیٹھی نظر نہیں آتی... وہ ہستی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں... یہ وہ ہستی ہیں جنہوں نے دنیا سے علم نہیں پایا بلکہ دنیا کو ایسا علم دیا کہ اس جیسا علم نہ پہلے کسی نے دیا اور نہ بعد میں کوئی دے گا... (جواہرات فقیر ج 4 ص 47)

اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو خاص نشانیاں

اُمت مسلمہ کی جہاں اور بہت ساری خوبیاں ہیں وہاں اس اُمت کی ایک خوبی تورات وانجیل میں یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ اس اُمت کے علماء دین اسلام پر بہت زیادہ کتابیں لکھیں گے، اس سے پہلے کسی اُمت نے دین پر اتنی کتابیں نہیں لکھی ہوں گی... اور دوسری خوبی یہ بیان فرمائی گئی کہ یہ اُمت اللہ کے ذکر کیلئے اللہ کے نام پر آپس میں مل بیٹھا کرے گی اور سب اللہ کو یاد کریں گے... گویا یہ دو نشانیاں خاص طور پر اس اُمت میں موجود ہوں گی... (جواہرات ج 4 ص 149)

عالم بیداری میں زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا نسخہ

آج دنیا کہتی ہے کہ جی ایسا وظیفہ بتاؤ کہ جس سے خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو جائے... میرے محسن! میرے دوست! میں تجھے وہ وظیفہ نہ بتاؤں کہ تو بیداری کی حالت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیا کرے...

مشائخ فرماتے ہیں کہ جو انسان اپنی رفتار میں، اپنی گفتار میں، اپنے کردار میں، لیل ونہار میں، معاشرت میں، حتیٰ کہ اپنی زندگی کے ہر کام کاج میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے میں کمال پیدا کر لیتا ہے اللہ رب العزت اسے جیتے جاگتے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کروادیا کرتے ہیں... سوتے میں دیکھتے ہو، جاگتے میں کیوں نہیں دیکھتے؟ (جواہرات فقیر ج 4 ص 203)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت

سائیں توکل شاہ انبالوی رحمہ اللہ بڑے بزرگ تھے... اللہ تعالیٰ نے ان کو ظاہر میں بھی بہت دیا تھا... یہ دنیا اللہ والوں کے قدموں میں آتی ہے... لوگ حسد کرتے ہیں کہ ایسا کیوں ہے... لیکن وہ اس سے رخ پھیر لیتے ہیں لیکن یہ پھر بھی پیچھے آتی ہے... ان کا دستر خوان بڑا وسیع تھا اور اعلان تھا کہ جو آدمی غریب ہو، نادار ہو، مسافر ہو، لاچار ہو وہ ان کے دستر خوان پر آ کر کھانا کھائے... سینکڑوں لوگ روز کھانا کھاتے تھے... خانقاہ چل رہی تھی... لوگوں کے مزے تھے لوگ آتے، کھانا کھاتے... بہت عرصہ ان کا یہ معمول رہا...

ایک مرتبہ ان کو خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی تو بڑی خوشی ہوئی مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ توکل شاہ! تم اللہ تعالیٰ کی دعوت تو روزانہ کرتے ہو اور ہماری دعوت تم نے کبھی نہیں کی... آنکھ کھلی تو بڑے پریشان ہوئے... کئی دن تک اللہ رب العزت کے حضور روتے رہے، مانگتے رہے کہ پروردگار! اس کی تاویل کیا ہے؟ بالآخر اللہ تعالیٰ نے دل میں بات ڈالی کہ میں نے جو یہ دستر خوان کھلا

رکھا یہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کیلئے اللہ کے واسطے کہ اے اللہ! تیرے بندے ہیں کوئی غریب ہے اور کوئی بے روزگار ہے، تیری نسبت سے لوگ آتے ہیں، کھاتے ہیں لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ورثاء تو عالم، حفاظ اور قراءُ ہوتے ہیں... میں نے ان کی کبھی دعوت نہیں کی اس لئے مجھے یہ فرمایا گیا... چنانچہ انہوں نے پورے شہر کے علماء حفاظ اور قراءُ کی دعوت کی گویا یہ دعوت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوگئی... (جواہرات فقیرج5ص204)

نبی علیہ السلام کی بھول......ایک رحمت

ایک مرتبہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ظہر یا عصر کی نماز میں چار رکعت کی نیت باندھی اور دو رکعتیں پڑھنے کے بعد سلام پھیر دیا... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اندر اتنا ادب تھا کہ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ اے اللہ کے نبی صلی للہ علیہ وسلم! آپ نے چار رکعتوں کی بجائے دو رکعتیں پڑھیں بلکہ یوں پوچھا، اے اللہ کے نبی صلی للہ علیہ وسلم! کیا آج کے بعد اس نماز کی دو رکعتیں ہوگئی ہیں؟ آپ صلی للہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، نہیں چار رکعتیں ہی ہیں... صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا،

اے اللہ کے محبوب صلی للہ علیہ وسلم! آپ نے تو دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرا ہے... یہ سن کر آپ صلی للہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لَا نَسِیْتُ بَلْ نُسِیْتُ کہ میں بھولا نہیں بلکہ بھلایا گیا ہوں... مجھے اللہ تعالیٰ نے اس لئے بھلایا ہے کہ اس بھول کی وجہ سے امت کیلئے سجدہ سہو کا مسئلہ واضح ہوجائے... سبحان اللہ، جس محبوب صلی للہ علیہ وسلم کا بھول جانا بھی امت کیلئے رحمت ہو اس محبوب صلی للہ علیہ وسلم کا حالت ہوش اور بیداری میں ہونا امت کیلئے کتنی بڑی رحمت ہوگا...(جواہرات فقیرج7ص60)

میراث آدم علیہ السلام سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قصہ

محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ قیامت کے دن تمام انسانوں کی (120) ایک سو بیس صفیں ہوں گی...

اللہ تعالیٰ ان میں سے (80) اسی صفیں میری امت کی بنائیں گے اور (40) چالیس صفیں باقی انبیاء کی امتوں کی بنیں گی... سبحان اللہ، دیکھیں کہ جب باپ کی میراث تقسیم ہوتی ہے تو دو حصے بیٹے کو اور ایک حصہ بیٹی کو ملتا ہے... اسی طرح جب حضرت آدم علیہ السلام کی میراث تقسیم ہوئی تو سب انبیاء کو ملنے والا حصہ دختری حصہ بنا اور محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو پسری حصہ ملا... (جواہرات فقیرج 7 ص 79)

ابوجہل کو دعوت اسلام

کتابوں میں لکھا ہے کہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! ابوجہل کے گھر تین ہزار مرتبہ چل کر تشریف لے گئے... ایک مرتبہ بارش اور طوفان تھا، لوگ ڈر کے مارے گھروں میں دبکے پڑے تھے... ابوجہل کے دروازے پر دستک ہوئی... دستک سن کر ابوجہل نے اپنی بیوی سے کہا، لگتا ہے کہ آج کوئی بڑا ہی ضرورت مند اس برے موسم میں ہمارے گھر کا دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے، اچھا پتہ کرتا ہوں کہ کون ہے؟

میں اس کا سوال پورا کر دوں گا... ابوجہل باہر نکلا تو دیکھا کہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے تھے... اس نے پوچھا، آپ اس وقت میں آئے......!!! اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے کہ میرے دل میں یہ بات آئی کہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے دل کو اب دین کیلئے موم کر دیا ہو... (جواہرات فقیرج 8 ص 165)

سنت نبوی کا بہترین طریقہ

''جس کام کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طریقے سے کیا، اس کام کو کرنے کا اس سے بہتر طریقہ دنیا میں کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا...''

یہ ہمارا ایک دعویٰ سمجھ لیجئے... یا نتیجہ مگر ہمارا نتیجہ اتنا ٹھوس ہے کہ اس بات کو کرتے ہوئے گویا ہمارے پاؤں کے نیچے چٹان ہے... یعنی ہم اتنے یقین سے یہ بات کر رہے ہیں... جس طرح ایک انجینئر کے سامنے دو ضرب دو کہا جائے تو وہ

چار جواب دے گا... یہ جواب دیتے ہوئے اسے پکا یقین ہوتا ہے کہ اس جواب کے علاوہ کوئی دوسرا جواب ہے ہی نہیں... بالکل اسی طرح جب ہم یہ کہہ رہے ہوتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے دنیا میں جس کام کو جس طریقے سے کیا اس کام کو کرنے کا اس سے بہتر کوئی اور طریقہ ممکن ہی نہیں...

جہاں ہم نبی علیہ السلام کی سنت مبارکہ کو چھوڑتے ہیں وہیں ٹھوکر کھاتے ہیں اور اپنے لئے مصیبت خریدتے ہیں... کتنا اچھا ہو کہ ہم ہر کام نبی علیہ السلام کی سنت مبارکہ کے مطابق کریں... اس میں دنیا کا بھی فائدہ ہے اور دین کا بھی فائدہ ہے... (جواہرات فقیر ج 16 ص 92,104)

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کا نور

ابن عساکر نے ایک عجیب بات لکھی ہے... سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایک مرتبہ میرے ہاتھ سے سوئی گر گئی... اندھیرا تھا اور سوئی کا پتہ نہیں چل رہا تھا... اتنے میں میرے آقا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کمرے میں تشریف لائے...

فتبينت الابرة من شعاع نور وجهه...

"جیسے ہی میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے، چہرے کا ایسا نور تھا کہ مجھے اس کی وجہ سے اپنی سوئی نظر آ گئی اور میں نے اپنی وہ سوئی اٹھا لی..." (جواہرات فقیر ج 24 ص 94)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حُسن

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

من رآه بداهة هابه ومن خالطه معرفة احبه يقول ناعته لم ارقبله ولا بعده مثله صلى الله عليه وسلم...

"جو شخص نبی علیہ السلام کو اچانک دیکھتا تو وہ مرعوب ہو جاتا، جو نبی علیہ السلام سے میل جول رکھتا وہ محبت کرنے لگ جاتا..." وہ ان کی تعریف میں یوں کہتا: ایسا

حسین نہ میں نے کبھی پہلے دیکھا اور نہ میں نے کبھی اس کے بعد دیکھا:

خواہش پری کی ہے نہ تمنا ہے حور کی ۔۔۔ آنکھوں کے آگے بس رہے صورت حضور کی
سو بار صدقے ہو کے بھی یہ چاہتا ہے دل ۔۔۔ سو بار اور آپ کے قربان جایئے

کہنے والے نے کہا:

ہمیں اس لئے ہے تمنائے جنت ۔۔۔ کہ جنت میں ان کا نظارہ کریں گے

(جواہرات فقیر ج24 ص96)

عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام

ایک شاعر نے نبی علیہ السلام کی منقبت میں چالیس ہزار اشعار لکھے... کتنے اشعار لکھے؟ چالیس ہزار، اور چالیس ہزار اشعار لکھنے کے بعد آخر میں جو اشعار لکھے ان کا اردو میں ترجمہ ہے:

تھکی ہے فکر رسا اور مدح باقی ہے ۔۔۔ قلم ہے آبلہ پا اور مدح باقی ہے
تمام عمر لکھا اور مدح باقی ہے ۔۔۔ ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے

چالیس ہزار اشعار لکھنے والے بندے نے بھی کہا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کا حق ادا نہیں کر سکا... اب دل کی ایک تمنا ہے اس کو کسی نے شعر میں کہا ہے:

کوئی طلب مجھے زیست میں تو اتنی ہے ۔۔۔ نبی کی چاہ ملے اور بے پناہ ملے

جس دل میں نبی علیہ السلام کا تصور ہو وہ مبارک دل ہوتا ہے... کہنے والے نے کہا:

اے جنت! تجھ میں حور و قصور رہتے ہیں ۔۔۔ میں نے مانا ضرور رہتے ہیں
میرے دل کا طواف کر جنت ۔۔۔ میرے دل میں حضور رہتے ہیں

ایک اور شاعر نے تو بہت ہی عجیب شعر لکھا:

آپ سے عشق میرے دل کی شریعت آقا ۔۔۔ آپ سے عشق میری جاں کی عبادت آقا
آپ کے ادنیٰ غلاموں کے غلاموں کا غلام ۔۔۔ ہے شرف میرے لئے اتنی ہی نسبت آقا

شعرا کو بھی عجیب عجیب خیال آتے ہیں...

چنانچہ ایک شاعر نے اور بھی عجیب بات کہی کہتے ہیں:

محل مینار کیا کرنے ہیں مجھ کو؟ مدینے کے خس و خاشاک لوں گا
ملی جاگیر جنت میں جو کوئی تو دہلیز شہ لولاک لوں گا

کہ مجھے محل مینار نہیں چاہئیں، مجھے تو مدینے کی گلی کے تنکے ہی چاہئیں... اگر اللہ نے جنت میں مجھے کوئی ملکیت دی تو آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی چوکھٹ کو میں ملکیت کے طور پر لے لوں گا... ایک اور شاعر نے کہا:

تمہاری ایک نگاہ کرم میں سب کچھ ہے پڑے ہوئے سر راہ گزار ہم بھی ہیں
جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعل پاک حضور تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

اللہ اکبر! اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک جوتے سر پر رکھنے کو مل جائیں تو ہم اپنے آپ کو تاجدار سمجھنے لگ جائیں... (جواہرات فقیر ج24 ص116)

سنت کا اتباع

ہمیں چاہئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک سنت کے ساتھ اپنے جسم کو مزین کریں... اس کی مثال یوں سمجھیں کہ شادی کے موقع پر دلہن کو سجانے کے لئے زیور پہنائے جاتے ہیں، تو دلہن یہ سمجھتی ہے کہ انگلیوں میں انگوٹھی پہنا دیں گے، انگلیاں خوبصورت ہو جائیں گی...

بازوؤں میں چوڑیاں پہنا دیں گے بازو خوبصورت بن جائیں گے، کانوں میں بالیاں ڈال دیں گے کان خوبصورت ہو جائیں گے، گلے میں ہار ڈالا گلا خوبصورت... اس طرح دلہن یہ سمجھتی ہے کہ جسم کے جس عضو پر سونے کا زیور آ گیا وہ میرے خاوند کی نظر میں زیادہ خوبصورت ہو جائے گا، مومن کو بھی ایسا ہی سمجھنا چاہئے کہ میرے جسم کے جس عضو کو سنت سے نسبت ہو گئی سنت کا عمل اس پر سج گیا میرا وہ عضو اللہ کی نظر میں خوبصورت ہو جائے گا... اس لئے فرمایا کہ

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ... (آل عمران:۳۱)

تم میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کریں گے...(جواہرات فقیر ج34 ص43)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

جب ہجرت کا حکم ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے... حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دروازے پر دستک دی تو وہ فوراً حاضر ہوئے... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حیران ہو کر پوچھا، اے ابوبکر! کیا آپ جاگ رہے تھے؟ عرض کیا، جی ہاں کچھ عرصہ سے میرا دل محسوس کر رہا تھا کہ عنقریب آپ کو ہجرت کا حکم ہو گا تو آپ ضرور مجھے اپنے ساتھ لے جانے کا شرف عطاء فرمائیں گے پس میں نے اس دن سے رات کو سونا چھوڑ دیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ تشریف لائیں اور مجھے جاگنے میں دیر ہو جائے...(جواہرات فقیر ج2 ص99)

مثالی معاشرت کا یادگار واقعہ

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر تشریف لائے اس وقت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پیالے میں پانی پی رہی تھیں.... آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دور سے فرمایا... حمیرا! میرے لئے بھی کچھ پانی بچا دینا.... ان کا نام تو عائشہ تھا لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو محبت کی وجہ سے حمیرا فرماتے تھے.... اس حدیث مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ ہر خاوند کو چاہئے کہ وہ اپنی بیوی کا محبت میں کوئی ایسا نام رکھے جو اسے بھی پسند ہو اور اسے بھی پسند ہو.... ایسا نام محبت کی علامت ہوتا ہے اور جب اس نام سے بندہ اپنی بیوی کو پکارتا ہے تو بیوی قرب محسوس کرتی ہے یہ سنت ہے....

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب فرمایا کہ حمیرا! میرے لئے بھی کچھ پانی بچا دینا تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کچھ پانی پیا اور کچھ پانی بچا دیا.... نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے اور انہوں نے پیالہ حاضر خدمت

کر دیا.... حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ پیالہ ہاتھ میں لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانی پینے لگے تو آپ رک گئے اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا ''حمیرا! تو نے کہاں سے لب لگا کر پانی پیا تھا؟ کس جگہ سے منہ لگا کر پانی پیا تھا؟'' انہوں نے نشاندہی کی کہ میں نے یہاں سے پانی پیا تھا.... حدیث پاک میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیالے کے رخ کو پھیرا اور اپنے مبارک لب اسی جگہ پر لگا کر پانی نوش فرمایا.... خاوند اپنی بیوی کو ایسی محبت دے گا تو وہ کیوں کر گھر آباد نہیں کرے گی....

اب سوچئے کہ رحمۃ للعالمین تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارکہ ہے.... آپ سید الاولین والآخرین ہیں.... اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اہلیہ کا بچا ہوا پانی پیا.... ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچا ہوا پانی وہ پیتیں.... مگر یہ سب کچھ محبت کی وجہ سے تھا.... (یادگار واقعات)

فتح خیبر کا واقعہ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن فرمایا میں یہ جھنڈا ایسے آدمی کو دوں گا جس کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ فتح دیں گے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں.... لوگوں نے وہ رات اسی کشمکش میں گزاری کہ جھنڈا کسے دیا جائے گا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا علی کہاں ہے؟

صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان کی آنکھ میں شکایت ہے..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں بلواؤ..... انہیں لایا گیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی آنکھوں میں اپنا لعاب لگایا اور دعا فرمائی تو ٹھیک ہو گئیں حتیٰ کہ ان میں درد تھا ہی نہیں.... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جھنڈا دیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض

کیا یا رسول اللہ! ان سے لڑتا رہوں حتیٰ کہ وہ ہم جیسے ہو جائیں؟ فرمایا تم آہستگی سے چلتے رہو حتیٰ کہ ان کے مقابلہ میں پہنچو تو انہیں اسلام کی دعوت دو اور اسلام میں ان پر اللہ تعالیٰ کے حقوق لازم ہیں ان کی خبر دو..... پس اللہ کی قسم اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے ذریعہ ایک آدمی کو ہدایت دے دی تو یہ تیرے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے.....

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا جھنڈا دے کر خیبر کے قلعوں کی طرف قتال کے لئے بھیجا آپ لوٹ آئے اور فتح نہ ہوئی حالانکہ آپ نے بہت کوشش کی پھر اس سے اگلے دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا انہوں نے لڑائی کی اور لوٹ آئے مگر فتح نہ ہوئی حالانکہ آپ نے پوری کوشش کی.....

تب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کل میں ایسے آدمی کو جھنڈا دوں گا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں فتح دیں گے وہ بھاگنے والا نہیں ہے..... پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بلایا تو ان کی آنکھ میں تکلیف تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں لعاب ڈالا پھر فرمایا یہ جھنڈا لیکر جاؤ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں فتح دیں گے..... آپ جھنڈا لیکر روانہ ہوئے اللہ کی قسم آپ دوڑ رہے تھے اور میں آپ کے پیچھے آپ کے قدموں کے نشانوں پر جا رہا تھا.....

حتیٰ کہ آپ نے جھنڈے کو قلعہ کے نیچے ایک چٹان میں گاڑا تو ایک یہودی نے قلعہ کے اوپر سے آپ کی طرف جھانکا اور کہا تم کون ہو؟ فرمایا علی بن ابی طالب ہوں..... یہودی نے کہا تم غالب ہو گئے قسم ہے اس کی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا یا جو اس نے کہا پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نہ لوٹے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھوں فتح دے دی..... (۳۱۳ روشن ستارے)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حصول علم کا واقعہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں قریب البلوغ تھا اور مکہ میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرایا کرتا تھا..... میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق تشریف لائے اور فرمایا اے لڑکے! تیرے پاس دودھ ہے جو تو ہمیں پلا دے..... میں نے کہا میرے پاس تو یہ امانت ہیں میں تمہیں دودھ نہیں پلا سکتا..... آپ نے فرمایا کیا تیرے پاس کوئی نوعمر بکری ہے جس پر ابھی بکرا نہ گیا ہو..... میں نے ایسی بکری انہیں لا دی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے پکڑا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا تھن پکڑ کر دعا مانگی تو اس کا تھن بھر گیا..... پھر دودھ دوہ کر آپ نے اور حضرت ابوبکر نے پیا..... پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تھن سے فرمایا سکڑ جا تو وہ سکڑ گیا..... میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور عرض کیا مجھے بھی یہ پاکیزہ کلمات سکھا دیجئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم تو سیکھے ہوئے لڑکے ہو..... اس کے بعد میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے ستر سورتیں یاد کیں جن میں میرا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا.....

حضرت علقمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے لوگوں پر اور ان کے میری قرأت کو چھوڑ کر زید کی قرأت اختیار کرنے پر تعجب ہے حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے ستر سورتیں سیکھی ہیں اور زید بن ثابت اس وقت چھوٹا لڑکا تھا جو مدینہ میں آیا جایا کرتا تھا (۳۱۳ روشن ستارے)

درود شریف کی برکت

حفص بن عبداللہ کا بیان ہے... کہ میں نے امام المحدثین ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا... کہ وہ پہلے آسمان میں فرشتوں کو نماز پڑھا رہے ہیں... میں نے دریافت کیا کہ... اے ابوزرعہ! کون سی عبادت کے صلہ

میں آپ کو یہ اعزاز واکرام ملا ہے؟... تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے اپنے ہاتھ سے دس لاکھ احادیث لکھی ہیں... اور ہر حدیث میں عن النبی کے بعد صلی اللہ علیہ وسلم لکھا ہے... اور تم جانتے ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے...

کہ جو مسلمان ایک مرتبہ مجھ پر درُود شریف بھیجتا ہے... تو اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمتیں نازل فرماتا ہے... یہ درُود شریف کی برکت ہے کہ خداوند عالم نے مجھے فرشتوں کا نماز میں امام بنادیا ہے... (شرح الصدور، ص ۲۳)

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کا عشق رسول

۵ ہجری میں مشرکین عرب اکٹھے ہو کر بڑے ساز و سامان سے مدینہ پر چڑھ آئے.... مسلمان اس وقت بڑی مجبوری کے عالم میں تھے.... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی حفاظت کیلئے خندق کھدوائی اور اللہ سے دعا کی کہ مسلمانوں کے سر سے یہ مصیبت دفع کر دے.... کفار مسلمانوں کا محاصرہ کئے پڑے تھے کہ ایک رات بہت تیز طوفان آیا اور بہت زیادہ تیز ٹھنڈی ہوا چلی جس سے کفار کے خیموں کی طنابیں اکھڑ گئیں اور ہانڈیاں چولہوں سے الٹ گئیں....

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کی طرف سے بہت فکر تھی اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ "جاؤ مشرکین کی خبر لاؤ" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہدایت بھی کی کہ "دیکھو نہ تو کسی کو خوف دلانا اور نہ کسی پر حملہ کرنا...."

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ بہت تیز رفتاری سے چل کر مشرکین کی لشکر گاہ میں جا پہنچے.... انہوں نے دیکھا کہ طوفان اور سردی سے مشرکین کی حالت خراب ہے ان کا سپہ سالار ابوسفیان سردی کے مارے اپنی پیٹھ سینک رہا ہے.... کمان اور تیر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا.... انہوں نے سوچا کہ مسلمانوں کے دشمن ابوسفیان کا خاتمہ کر دوں تا کہ یہ فتنہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے.... انہوں

نے کمان میں تیر جوڑا اس کو چلانا ہی چاہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات یاد آ گئی.... آپ نے فوراً کمان نیچے کر لی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی تاکید کی وجہ سے اس بہترین موقع کو ہاتھ سے جانے دیا....

واپس آ کر انہوں نے سارا واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا....اب یہ بھی سردی سے کانپنے لگے....رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنا کمبل اڑھا دیا اور دُعا دی....(صحیح مسلم کتاب الجہاد غزوہ احزاب)

نسبتِ محمدی کی فکر

جامع مسجد دہلی کی سیڑھیوں پر فقیر بھیک مانگنے کے لئے بیٹھے ہوتے تھے... ایک انگریز آیا...وہ مسجد میں کوئی ڈیزائن دیکھنا چاہتا تھا...جب سیڑھیاں چڑھنے لگا تو ایک مسلمان فقیر اس کی طرف بھاگا بھاگا آیا اور کہنے لگا: مجھے کچھ دے دیجئے...اس انگریز نے بٹوہ نکالا اور اس کو کچھ پیسے دے دیے اور بٹوہ جیب میں ڈال کر چلا گیا...

اللہ کی شان، کہ اس کو مسجد کا وہ ڈیزائن پسند آیا اور بیوی کو جا کر بتایا...بیوی نے کہا کہ مجھے بھی اگلے ہفتے وہ ڈیزائن دکھائیں...کہنے لگا: بہت اچھا...رات کو اسے محسوس ہوا کہ جو بٹوہ اس نے جیب میں ڈالا تھا وہ جیب میں نہیں تھا اور وہ راستے میں ہی کہیں گم ہو گیا تھا...اس میں تین چار سو روپے بھی تھے...اس زمانے میں مہینے کی تنخواہ ہی روپیہ یا دو روپیہ ہوتی تھی تو تین چار سو روپے تو بڑی رقم سمجھی جاتی تھی...خیر اس نے کہا کہ اب تو وہ گم ہو گیا ہے، کیا کریں...چنانچہ بات آئی گئی ہو گئی...

اگلے ہفتے وہ اپنی بیوی کو لے کر دوبارہ مسجد کی طرف گیا...اب جب وہ سیڑھیاں چڑھ رہا تھا تو اس نے دیکھا کہ وہی فقیر بھاگتا ہوا آیا اور اس نے اپنا تھیلا نیچے رکھا اور اس میں سے اس کا بٹوہ نکالا اور کہنے لگا: صاحب! آپ کا یہ بٹوہ یہاں گر گیا تھا، میں نے آپ کو تلاش کرنے کی کوشش کی مگر آپ نکل گئے...میں نے اس وقت سے یہ سنبھال

کر رکھا ہوا ہے...آپ یہ لے لیجئے...جب اس نے بٹوہ دیکھا تو اس میں پوری کی پوری رقم موجود تھی...وہ بڑا حیران ہوا کہ یہ پیسہ پیسہ مانگنے والا، اسے تین چار سو روپے مل گئے تھے، اس نے خود کیوں نہ استعمال کر لئے: پھر یہ ایک ہفتے تک میرا انتظار بھی کرتا رہا...

چنانچہ اس نے پوچھا: کیا وجہ ہے کہ تم نے میرے پیسے استعمال نہ کئے...فقیر نے جواب دیا کہ میرے دل میں بھی یہ بات آئی تھی کہ میں ان پیسوں کو استعمال کرلوں، لیکن مجھے فوراً ایک خیال آیا جس کی وجہ سے میں نے ایسا نہ کیا...

اس نے پوچھا: آپ کو کون سا خیال آیا؟ فقیر کہنے لگا: میں مسلمان ہوں، آپ عیسائی ہیں، میرے دل میں خیال آیا کہ ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن یہ مقدمہ اللہ کے سامنے پیش کیا جائے اور آپ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام میرے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شکوہ کریں کہ آپ کے امتی نے میرے امتی کے پیسے چرائے تھے...اس خیال کے آنے کے بعد میں نے پیسوں کو استعمال نہ کیا اور میں نے آپ کا انتظار کیا...اب آپ کی امانت آپ کے پاس موجود ہے...

سچی بات تو یہ ہے کہ ہم سے تو وہ فقیر اچھا تھا، اسے بھی اس نسبت کا لحاظ تھا، ہمیں بھی اس نسبت کا لحاظ ہونا چاہئے... (خطبات فقیر ج16 ص244)

شبِ معراج میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عجیب تسبیح سنی

طبرانی میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام ابراہیم اور زمزم کے درمیان سے جبرئیل علیہ السلام و میکائیل علیہ السلام مسجد اقصیٰ تک شب معراج میں لے گئے...جبرئیل علیہ السلام آپ کے دائیں تھے اور میکائیل علیہ السلام بائیں... آپ کو ساتوں آسمانوں تک اُڑا لے گئے وہاں سے آپ لوٹے' آپ فرماتے ہیں کہ جب میں نے بلند آسمانوں میں بہت سی تسبیحات کے ساتھ یہ تسبیح سنی کہ

"سَبَّحَتِ السَّمٰوٰتُ الْعُلٰى مِنْ ذِی الْمُهَابَةِ مُشْفِقَاتِ الذَّوِی الْعُلُوِّ

بِمَا عَلَا سُبْحَانَ الْعَلِيِّ الْاَعْلٰی... سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی"

مخلوق میں سے ہر چیز اس کی پاکیزگی اور تعریف بیان کرتی ہے لیکن اے لوگو! تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے اس لیے کہ وہ تمہاری زبان میں نہیں... حیوانات' نباتات' جمادات سب اس کے تسبیح خواں ہیں...(تفسیر ابن کثیر' جلد۳ صفحہ۲۰۲)

ایک خاتون کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت

کہتے ہیں کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اس کو مرگی کی بیماری تھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر عرض کرنے لگی! یارسول اللہ! خدا تعالیٰ سے میری شفا کے لیے دعا فرمایئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہی تیری مرضی ہے تو میں خدا سے دعا کرتا ہوں وہ تجھے شفا دے گا اور اگر تو چاہے تو صبر کر اور بروز قیامت حساب تجھ سے اٹھ جائے وہ کہنے لگی اچھا میں بیماری پر صبر کرلوں گی جب کہ مجھے حساب سے آزاد کیا جا سکتا ہے وہ یہ کہہ رہی تھی کہ مجھے مرگی کی بیماری ہے ہوش وحواس رخصت ہو جاتے ہیں جسم پر سے کپڑا کھل جاتا ہے برہنہ ہو جاتی ہوں بیماری دور نہ ہو تو نہ ہو دعا کیجئے کم از کم میرا کپڑا نہ کھلنے پائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اور پھر کبھی بحالت مرگی کپڑا اس کے جسم سے نہ ہٹا...(تفسیر ابن کثیر: جلد۲ صفحہ۲۶۲)

سیرت طیبہ کا ایک عجیب واقعہ

طبرانی نے "معجم الاوسط" میں اور بیہقی نے "دعوات الکبیر" میں عکرمہ عن ابن عباس نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب قضائے حاجت کا ارادہ کرتے تو دور جاتے...ایک دن قضائے حاجت کے لیے نکلے تو ایک درخت کے نیچے بیٹھے اور اپنے موزے اُتارے...

راوی کہتے ہیں کہ جب ان میں سے ایک کو پہنا تو اچانک ایک پرندہ آیا اور آ کر دوسرے موزے کو اُٹھا کر آسمان کی طرف اُڑ گیا...اس میں سے ایک

سیاہ رنگ کا سانپ نکل آیا... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کرامت ہے کہ جس سے اللہ نے مجھے نوازا...

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَنْ یَّمْشِیْ عَلٰی بَطْنِہٖ وَمِنْ شَرِّ مَنْ یَّمْشِیْ عَلٰی رِجْلَیْنِ وَمِنْ شَرِّ مَنْ یَّمْشِیْ عَلٰی اَرْبَعٍ"

(اے اللہ! میں ہر اس چیز سے تیری پناہ چاہتا ہوں جو پیٹ کے بل چلتی ہے یا دو یا چاروں ٹانگوں پر چلتی ہے) (عجائبات)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مختصر سیرت

اہل تاریخ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عام الفیل میں پیدا ہوئے اور پانچ سال تک بنوسعد میں رہے...

پھر چھ سال کی عمر میں ابواء کے مقام پر آپ کی والدہ انتقال کر گئیں تو آپ کا دادا آپ کا کفیل بن گیا... پھر جب آپ آٹھ سال کے ہوئے تو وہ بھی فوت ہو گئے تو آپ اپنے چچا ابو طالب کی کفالت میں چلے گئے... جب آپ بارہ سال کے ہوئے تو آپ ان کے ساتھ شام کی طرف نکلے... پھر آپ ۲۵ سال کی عمر میں سیدۃ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مال تجارت لے کر نکلے اور اسی سال آپ نے ان سے شادی کر لی اور اسی سال قریش نے کعبہ کی تعمیر کی اور آپ کے حکم ہونے کو پسند کیا... آپ اس وقت ۲۵ برس کے تھے...

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ۴۰ برس کے ہوئے تو نبی بن گئے... جب آپ ۴۹ برس ۸ مہینے اور ۱۱ دن کے ہوئے تو آپ کا چچا ابو طالب فوت ہو گیا... ابو طالب کی وفات کے تین دن بعد سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی فوت ہو گئیں...

اس کے تین مہینے بعد آپ زید بن حارثہ کو لے کر طائف کی طرف نکلے... وہاں چند دن ٹھہرے، پھر مطعم بن عدی کی پناہ لے کر مکہ میں داخل ہوئے، جب آپ

پچاس برس کے ہوئے تو آپ کے پاس نصیبین کے جن آ کر مسلمان ہوئے...

جب آپ ۵۱ سال اور ۹ مہینے کے ہوئے تو آپ کو اسراء کرائی گئی... جب آپ ۵۳ برس کے ہوئے تو مدینہ ہجرت کی اور یہ بعثت کا تیرہواں سال تھا اور بعض کے بقول چودھویں سال ہجرت کی... ان کے ساتھ ابوبکر صدیق اور ان کا غلام عامر بن فہیرہ اور ایک رہبر عبداللہ بن اریقط بھی تھے اور یہی وہ سال ہے جس پر اسلامی سال کی بنیاد رکھی گئی اور مسلمانوں کو یکجا کیا گیا اور اسی سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ میں مواخات قائم کی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا بھائی بنایا... اسی سال حضر کی نماز پوری کی گئی اور سفر کی نماز کم کی گئی اور اس سال حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی... ۲ھ میں غزوہ وردان پیش آیا... یہ ایک جگہ کا نام ہے اور رضوی کے کنارے پر غزوہ بواط پیش آیا اور غزوہ عشیرہ اور غزوہ بدر اولیٰ بھی اسی سال پیش آیا... یہ آخری جنگ جمادی الآخر میں پیش آئی اور غزوۂ بدر کبریٰ جس میں قریش کے بڑے بڑے سردار قتل ہوئے اور جس کے ساتھ اللہ نے دین کو عزت دی... یہ بھی اسی سال پیش آئی...

یہ جمعہ کے دن تیرہ رمضان کو لڑی گئی اور غزوۂ بنی سلیم بھی اسی سال ذی الحجہ میں پیش آئی جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابوسفیان کو تلاش کر رہے تھے مگر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ ملا... ۳ھ میں غزوۂ بنی غطفان، نجران، قینقاع، احد، حمراء الاسد پیش آئے... ۴ھ میں غزوہ بنو نضیر، غزوہ ذات الرقاع پیش آئے...

۵ھ میں غزوہ دومتہ الجندل اور غزوۂ خندق اور غزوہ بنو قریظہ لڑی گئیں...

۶ھ ہجری میں غزوہ بنی لحیان اور غزوہ بنی مصطلق لڑی گئیں... ۷ھ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر بنایا اور غزوہ خیبر پیش آیا... اسی میں فدک کا مشہور واقعہ پیش آیا، جاگیر فدک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خاص ہوگئی... ۸ھ میں غزوۂ

موتہ، فتح مکہ، غزوہ حنین، غزوۂ طائف اور ہوازن کے اموال کی تقسیم کا واقعہ پیش آیا...۹ھ میں غزوۂ تبوک پیش آیا...

۱۰ھ میں حجۃ الوداع کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے ۶۳ قربانیاں کیں اور ۶۳ غلام آزاد کیے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر بھی اتنی ہی تھی... آپ ۱۱ھ میں وفات پا گئے... بیماری کا آغاز یکم ربیع الاوّل کو ہوا اور ۱۲ ربیع الاوّل کو آپ فوت ہو گئے...۶۳ سال زندہ رہے...مدینہ میں دس سال قیام کیا (حیات الحیوان)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سب کی سب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہے سوائے ابراہیم رضی اللہ عنہ کے جو ماریہ قبطیہ سے پیدا ہوئے اور ان کے نام یہ ہیں: طیب، طاہر، قاسم، فاطمہ، زینب، رقیہ، اُم کلثوم اور ابراہیم سلام اللہ علیہم... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے سب کے سب لڑکے بچپن میں فوت ہو گئے... آپ نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زندگی میں کوئی شادی نہیں کی... جب وہ فوت ہوئیں تو آپ نے سودہ بنت زمعہ سے شادی کی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ نے شادی کی...

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علاوہ کسی بھی کنواری لڑکی سے شادی نہیں کی...وہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ۶۷ سال کی عمر میں فوت ہوئیں اور آپ نے ۳ھ میں حفصہ بنت عمر سے شادی کی اور وہ سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں فوت ہوئیں...آپ نے زینب بنت خزیمہ سے شادی کی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی فوت ہو گئی تھیں...

خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ان کے علاوہ کوئی بھی بیوی آپ کی زندگی میں فوت نہیں ہوئی اور اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے ۶ھ میں شادی کی...ان کی ماں عاتکہ نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی ہیں... یہ ۵۹ھ میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں فوت ہوئیں... بعض کہتے ہیں یہ وہی دن ہے جس دن حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور زینب بنت جحش سے ۵ھ میں شادی کی اور وہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں فوت ہوئیں... یہ آپ کی بیویوں میں سے سب سے پہلے آپ سے ملیں اور اُم حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان سے شادی کی...

یہ ۴۴ھ کو اپنے بھائی معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں فوت ہوئیں اور سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا بنت الحارث المصطلقیہ سے شادی کی... یہ ۵۶ھ میں دورِ معاویہ رضی اللہ عنہ میں فوت ہوئیں اور میمونہ بنت الحارث سے ۷ ہجری میں شادی کی یہ ۵۰ھ میں فوت ہوئیں... جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تو آپ کی ۹ بیویاں تھیں (عجائبات)

ان انبیاء کا ذکر جو ختنہ کیے ہوئے پیدا ہوئے

کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں وہ تیرہ آدمی تھے... ① آدم ② شیث ③ ادریس ④ نوح ⑤ سام ⑥ لوط ⑦ یوسف ⑧ موسیٰ ⑨ شعیب ⑩ سلیمان ⑪ یحییٰ ⑫ عیسیٰ (علیہم السلام) اور ⑬ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم...

محمد بن حبیب ہاشمی نے کہا کہ وہ چودہ آدمی تھے... ① آدم ② شیث ③ نوح ④ ہود ⑤ صالح ⑥ لوط ⑦ شعیب ⑧ یوسف ⑨ موسیٰ ⑩ سلیمان ⑪ زکریا ⑫ عیسیٰ ⑬ حنظلہ بن صفوان جو اصحاب الرأس کے نبی تھے... (علیہم السلام) ⑭ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم... (عجائبات)

سائل کے مطابق جواب

امام بخاری نے ادب المفرد میں اور ترمذی نے مناقب حسن و حسین میں عبدالرحمٰن بن ابی نعیم کی حدیث کو روایت کیا ہے کہ میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھا تو ان سے ایک آدمی نے مچھر کے خون کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے

کہا تو کن لوگوں میں سے ہے؟ تو اس نے کہا میں اہل عراق سے ہوں تو ابن عمر نے فرمایا، اس کی طرف دیکھو، یہ مجھ سے مچھر کے خون کے بارے میں سوال کرتا ہے حالانکہ انہی لوگوں نے اللہ کے رسول کے نواسے کو قتل کیا ہے اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرمار ہے تھے کہ یہ دونوں میرے دُنیا میں دو پھول ہیں اور فرمایا حسن اور حسین رضی اللہ عنہما سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ اور کوئی نہیں تھا اور ابن حبان اور ترمذی نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت حسن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر سے سینے تک کے حصہ سے زیادہ مشابہ تھے اور حسین رضی اللہ عنہ اس سے نیچے والے حصے سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے (عجائبات)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عتبہ کیلئے بددُعا اور عبرتناک انجام

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبہ بن ابی لہب کیلئے اس طرح بددعا فرمائی تھی کہ اے اللہ! اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس پر مسلط فرما دیجئے...(چنانچہ عتبہ کو شام کے علاقے مقام زرقاء میں ایک شیر نے لقمہ بنالیا تھا) (رواہ الحاکم من حدیث ابی نوفل بن ابی عقرب عن ابیہ وقال صحیح الاسناد)

اسود بن ہبار سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ابولہب اور اس کا بیٹا عتبہ شام کے سفر کیلئے تیار ہوئے تو اسود بن ہبار کہتے ہیں کہ میں بھی ان کے ساتھ ہو گیا... جب ہم مقام شراۃ میں ایک راہب کی عبادت گاہ کے قریب مقیم ہو گئے تو راہب نے کہا کہ آپ لوگ یہاں کیسے مقیم ہو گئے... یہاں تو درندے کثرت سے رہتے ہیں... ابولہب نے کہا کہ آپ لوگ مجھ سے خوب واقف ہوں گے تو ہم سب نے جواب میں جی ہاں کہا تو ابولہب نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے بیٹے کیلئے بددعا فرمائی ہے (تو آپ لوگوں کا یہ اخلاقی فرض ہے کہ) اپنا سامان وغیرہ اس عبادت خانے کے اوپر جمع کر دیں اور میرے بیٹے کیلئے اس کے اوپر بستر لگا دیں... اسی کے ساتھ ساتھ اس کے اردگرد سو جائیں... چنانچہ ہم سب نے ایسا ہی کیا... سامان کو جمع کرنا شروع کر دیا...

یہاں تک کہ وہ خوب اونچا ہو گیا... پھر ہم لوگوں نے (احتیاطاً) اس کے آس پاس کا دورہ کیا اور عتبہ سامان کے اوپر جا کر سو گیا... رات میں ایک شیر آیا اور اس نے ہم سب کے منہ سونگھنا شروع کئے... پھر وہ چھلانگ لگا کر سامان کے اوپر پہنچ گیا اور عتبہ کے سر کو اس کے جسم سے جدا کر دیا... اس وقت عتبہ اپنی زبان سے یہ کہہ رہا سیفی یا کلب (وائے میری تلوار' کتے) اس کے بعد وہ کچھ پھر کہنے کے قادر نہ ہو سکا... (رواہ ابونعیم)

ایک روایت میں اس بات کا بھی ذکر ہے کہ شیر نے اسے جھنجھوڑ کر نوچ ڈالا اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے... عتبہ کی زبان پر یہ الفاظ تھے کہ "شیر نے مجھے مار ڈالا"... پھر وہ اسی وقت مر گیا... اس کے بعد ہم لوگ شیر کو تلاش کرتے رہے لیکن وہ مل نہ سکا...

فائدہ... جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شیر کو کتا اس لئے فرمایا تھا کہ شیر بھی کتے کی طرح ایک ٹانگ اٹھا کر پیشاب کرتا ہے...

سیرت طیبہ کے پہلو

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب آپ گھر میں موجود ہوتے تو گھر والوں کی خدمت میں لگے رہتے... اپنے کپڑوں کو درست کرتے... جوتے ٹھیک کرتے... اپنے آپ کو سنوارتے... جو اونٹ پانی لانے کے کام لایا جاتا تھا اس کو چارہ خود ڈالتے... گھر میں جھاڑو دیتے... اونٹ کو باندھتے... خادم کے ساتھ کھانا کھاتے... یہاں تک کہ آٹا گوندھنے میں اس سے تعاون کرتے اور بازار سے سامان خرید کر خود لاتے... آپ برابر غم زدہ' فکر مند رہتے جیسے کہ راحت و آرام حصہ میں نہ ملی ہو... حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:...

"میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی سنت کے بارے میں دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معرفت میری پونجی' محبت دستور' شوق سواری' اللہ کا ذکر میری آرزو' رنج میرا دوست' علم ہتھیار' صبر میری چادر' رضائے الٰہی

میری غنیمت ہے اور غربت میرا امتیاز' زہد میری سنت' یقین قوت' سچائی شفیع' طاقت میرا اشرف' جہاد میری عادت اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے"...

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بردباری' سخاوت' شجاعت' شرم وحیا' شفقت محبت ورافت' عدل' احسان' وقار' صبر' ہیبت' اعتماد اور دیگر اوصاف حمیدہ اس قدر ہیں کہ ان کو شمار نہیں کیا جاتا...

اہل علم لکھتے ہیں کہ آپ کی وفات' دین کی تکمیل' نعمتوں کے اتمام کے بعد دوشنبہ کے دن نصف یوم گزر جانے کے بعد ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ میں ہوئی... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک ۶۳ سال کی ہوئی...(حوالہ بالا)

سفر معراج میں اسماء انبیاء علیہم السلام کے اسماء کا ضبط

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے معراج شریف کے واقعے میں آسمانوں پر انبیاء علیہم السلام کی ترتیب عجیب انداز سے بیان کی اور اس ترتیب کو لفظ اعیاھما میں جمع کر دیا...فرمایا: "میں نے حضرات انبیاء علیہم السلام کے ناموں کے ذریعہ کہ پہلے آسمان پر کون ہے اور دوسرے آسمان پر کون ہے... سہولت کے لیے اعیاھما کا لفظ تجویز کیا..."الف" سے حضرت آدم علیہ السلام پہلے آسمان پر، "ع" سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوسرے آسمان پر چونکہ حضرت یحییٰ علیہ السلام ان کے بھائی ہیں وہ بھی ان کے ہمراہ ہیں...اس واسطے ان کو بھی ساتھ ملا دیا..."ی" سے حضرت یوسف علیہ السلام تیسرے آسمان پر، "الف" سے حضرت ادریس علیہ السلام چوتھے آسمان پر، "ہ" سے ہارون علیہ السلام پانچویں آسمان پر، "م" سے موسیٰ علیہ السلام چھٹے آسمان پر، "الف" سے حضرت ابراہیم علیہ السلام ساتویں آسمان پر جو سب سے اوپر ہیں..." (خطبات حکیم الامت)

مکتوبات نبوی

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قیصرِ روم کے نام نامہ مبارک کا متن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

من محمد عبدالله و رسوله الیٰ هرقل عظیم الروم... سلام علی من اتبع الهدی اما بعد فانی ادعوک بدعایة الاسلام اسلم تسلم یوتک الله اجرک مرتین فان تولیت فان علیک اثم الأریسین ویآ اهل الکتاب تعالوا الیٰ کلمة سوآء بیننا وبینکم ان لا نعبدا لا اللّٰه ولا نشرک بہٖ شیئاولا یتخذ بعضنا بعضا اربابامن دون اللّٰه فان تولوافقولوا اشهدو ابانا مسلمون

نامہ مبارک کا اردو ترجمہ

یہ خط ہے محمد اللہ کے بندہ اور اس کے رسول کی طرف سے ہرقل کی جانب جو روم کا بڑا شخص ہے... سلام ہو اس پر جو ہدایت کا اتباع کرے اما بعد... میں تجھ کو دعوت دیتا ہوں اس کلمہ کی جو اسلام کی طرف لانے والا ہے یعنی کلمہ طیبہ کی... اسلام لے آ سلامت رہے گا اور اللہ تعالیٰ دہرا اجر عطا کرے گا (جیسا کہ اہل کتاب سے حق تعالیٰ کا وعدہ ہے...(وآلئک یوء تون اجرهم مرتین) پس اگر تو اسلام سے روگردانی کرے تو تمام رعایا کے اسلام نہ لانے کا گناہ تجھ پر ہوگا کہ تیرے اتباع میں اسلام کے

قبول سے باز رہے اور اے اہل کتاب اور ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان میں مسلم ہے وہ یہ کہ سوائے اللہ کے کسی چیز کی عبادت نہ کریں اور نہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک گردانیں اور اللہ کے سوا آپس میں ایک دوسرے کو اپنا رب اور معبود نہ بنائیں... پس اگر وہ اسلام قبول نہ کریں تو آپ کہہ دیجئے کہ تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہو چکے ہیں یعنی اللہ کے حکم کے تابع ہو چکے ہیں...

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

خسرو پرویز کسریٰ شاہِ ایران کے نام نامہ مبارک کا متن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

من محمد رسول الله الیٰ کسریٰ عظیم فارس سلام علیٰ من اتبع الھدیٰ وأمن بالله و رسوله و شھد ان لا الٰه الا الله وحدهٗ لاشریک لهٗ و ان محمدا عبدهٗ و رسولهٗ ادعوک بدعایة الله عز و جل فانی انا رسول الله الی الناس کلھم لا نذر من کان حیا و یحق القول علی الکافرین اسلم تسلم فان تولیت فعلیک اثم المجوس

نامہ مبارک کا اردو ترجمہ

من جانب محمد رسول اللہ بنام کسریٰ شاہ فارس... سلام ہے اس شخص پر جو ہدایت کا اتباع کرے اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں... میں تجھ کو اللہ عزوجل کے حکم کے مطابق اس دین کی دعوت دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں تمام لوگوں کی طرف تاکہ ڈراؤں اس شخص کو جس کا دل زندہ ہے اور پوری ہو حجت اللہ کی کافروں پر اسلام لا سلامت رہے گا اور اگر تو نے روگردانی کی تو تمام مجوس کا گناہ تجھ پر ہوگا...

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کا نجاشی شاہِ حبشہ کے نام نامہ مبارک کا متن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

من محمد رسول الله الی النجاشی ملک الحبشة سلام علیک اما بعد فانی احمد الیک الله الذی لا الٰه الا هو الملک القدوس السلام المومن المهیمن واشهد ان عیسیٰ بن مریم روح الله و کلمة القاها الیٰ مریم البتول الطیبة الحصینه وحملت بعیسیٰ فخلقه الله من روحه و نفخه کما خلق اٰدم بیده و انی ادعوک الی الله و حده لاشریک له والموالاة علی طاعة و ان تتبعنی و تومن بالذی جاء فی فانے رسول الله وانی ادعوک وجنودک الی الله تعالیٰ فقد بلغت و نصحت فاقبلوا نصیحتی والسلام علی من اتبع الهدیٰ

نامہ مبارک کا اردو ترجمہ

محمد اللہ کے رسول کی جانب سے نجاشی شاہ حبشہ کی طرف سلام ہو تجھ پر... اما بعد میں حمد وثناء کرتا ہوں اس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں... وہی حقیقی بادشاہ ہے تمام عیبوں سے پاک ہے... امن دینے والا اور سب کا نگہبان گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ مریم کے بیٹے اللہ کی خاص روح اور اس کا کلمہ ہیں... جس کو اللہ تعالیٰ نے مریم پاک کی طرف القا کیا پس حاملہ ہوئیں عیسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی خاص روح اور نفخ سے پیدا کیا... جیسے آدم علیہ السلام کو اپنے بے چون و چگون ہاتھ سے بلا ماں باپ کے پیدا کیا میں تجھ کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں جو ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں اور اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کی محبت کی طرف اور اپنے اتباع کی طرف اور اس بات کی طرف کہ جو اللہ کی

طرف سے میرے پاس آیا...(یعنی قرآن) اس پر ایمان لا تحقیق میں اللہ کا رسول ہوں... میں تجھ کو اور تیرے تمام لشکروں کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں میں اللہ کا پیام پہنچا چکا اور نصیحت کی پس میری نصیحت کو قبول کرو اور سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کا اتباع کرے...

دوسرے نجاشی کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نامۂ مبارک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

من النبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم الی النجاشی الاصحم عظیم الحبشة سلام علی من اتبع الھدیٰ و اٰمن باللہ و رسولہٖ وشھدان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ لم یتخذصاحبة ولا ولداو ان محمدا عبدہٗ و رسولہٗ و ادعوک بدعایة اللہ فانی انا رسولہٗ فاسلم تسلم یااھل الکتاب تعالوا الٰی کلمة سواء بیننا و بینکم ان لانعبدالااللہ و لانشرک بہٖ شیئا ولا یتخذبعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون فان ابیت فعلیک اثم النصاری من قومک

از جانب محمد صلی اللہ علیہ وسلم بطرف نجاشی عظیم حبشہ سلام ہو اس پر جو ہدایت کا اتباع کرے اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور شہادت دے کہ اللہ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں نہ اس کے بیوی ہے اور نہ اولاد...اور گواہی دے کہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں میں تجھ کو اللہ کی دعوت دیتا ہوں تحقیق میں اللہ کا رسول ہوں اسلام لا سلامت رہے گا...اے اہل کتاب آؤ ایک صاف اور سیدھی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان میں مسلم ہے وہ یہ کہ سوائے خدا کے کسی کی بندگی نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں...اور آپس میں ایک دوسرے کو رب نہ بنائیں...پس اگر روگردانی کریں تو کہہ دو کہ گواہ رہو کہ ہم تو مسلمان اور اللہ

کے فرمانبردار رہیں... اے نجاشی اگر تو نے اسلام کے قبول کرنے سے انکار کیا تو تیری قوم کے تمام نصاریٰ کا گناہ تجھ پر ہوگا...

مقوقس شاہ مصر واسکندریہ کے نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک کا متن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

من محمد عبدالله و رسوله الیٰ المقوقس عظیم القبط سلام علی من اتبع الهدیٰ اما بعد فانی ادعوک بدعایة الاسلام اسلم تسلم یوتک الله اجرک مرتین فان تولیت فعلیک اثم القبط یا اهل الکتاب تعالوا الیٰ کلمة سوآء بیننا و بینکم ان لا نعبد الاالله ولا نشرک به شیئا و لایتخذبعضنا بعضاً اربابا من دون الله فان تولوا فقولوا اشهدوابانا مسلمون...

نامہ مبارک کا اُردو ترجمہ

محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول کی جانب سے مقوقس عظیم قبط کے نام... سلام ہو اس پر جو ہدایت کا اتباع کرے میں تجھ کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں اسلام لا... سلامت رہے گا اور اللہ تعالیٰ تجھ کو دوہرا اجر عطا فرمائے گا... اور اگر تو نے اس دعوت سے اعراض کیا تو تمام قبط کے حق نہ قبول کرنے کا گناہ تجھ پر ہوگا... اے اہل کتاب آؤ ایسی سیدھی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے مابین مسلم ہے وہ یہ کہ سوائے خدا تعالیٰ کے کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ کریں اور ہم میں کا بعض بعض کو سوائے خدا کے رب نہ بنائے پس اگر اس سے اعراض کریں تو کہہ دو کہ گواہ رہو کہ ہم مسلمان اور اللہ کے فرمانبردار ہیں...

شاہ عمان کے نام

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نامہ مبارک کا متن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

من محمد بن عبدالله و رسوله الى جيفر وعبد ابنى الجلندى سلام على من اتبع الهدىٰ اما بعد فانى ادعوكما بدعاية الاسلام اسلما تسلما فانى رسول الله الى الناس كافة لانذرمن كان حيا و يحق القول على الكافرين و انكما ان اقررتما بالاسلام و ليتكما و ان ابيتما ان تقرابالاسلام فان ملككما زائل عنكما و خيلى تحل بساحتكما و تظهر نبوتى علىٰ ملككما...

نامہ مبارک کا اردو ترجمہ

یہ خط ہے محمد بن عبداللہ رسول اللہ کی طرف سے جیفر اور عبد پسران جلندی کی طرف... سلام ہے اس پر جو ہدایت کا اتباع کرے... اما بعد میں تم دونوں کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں اسلام لے آؤ سلامت رہو گے...

اس لئے کہ میں اللہ کا رسول ہوں تمام لوگوں کی طرف تا کہ ڈراؤں اللہ کے عذاب سے اس کو کہ جو زندہ ہو اور ثابت ہو اللہ کی حجت کافروں پر تم اگر اسلام کا اقرار کرو تو تم کو تمہارے ملک پر بدستور باقی رکھیں گے ورنہ سمجھ لو کہ تمہاری سلطنت عنقریب زائل ہونے والی ہے...

اور میرے سوار تمہارے گھر کے صحن تک پہنچیں گے اور میری نبوت اور رسالت تمہارے ملک کے تمام ادیان پر غالب آ کر رہے گی...

رئیس یمامہ ہوذۃ بن علی کے نام

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نامہ مبارک کا متن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

من محمد رسول الله الیٰ هوذة بن علی سلام علیٰ من اتبع الهدیٰ و اعلم ان دینی سیظهر الیٰ منتهی الخف والحافر فاسلم تسلم واجعل لک ماتحت یدیک

نامہ مبارک کا اردو ترجمہ

یہ خط ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہوذۃ بن علی کے نام... سلام ہے اس پر جو ہدایت کا اتباع کرے معلوم کرلو کہ میرا دین وہاں تک پہنچے گا جہاں اونٹ اور گھوڑے پہنچ سکتے ہیں اسلام لے آؤ سلامت رہو گے اور تمہارے مقبوضات پر تم کو بدستور برقرار رکھیں گے...

امیر دمشق حارث غسانی کے نام

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نامہ مبارک کا متن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

من محمد رسول الله الی الحارث بن ابی شمر سلام علے من اتبع الهدیٰ و امن بالله و صدق فانی ادعوک الی ان تؤمن بالله وحده' لا شریک

نامہ مبارک کا اردو ترجمہ

محمد اللہ کے رسول کی طرف سے حارث بن ابی شمر کے نام... سلام ہو اس پر جو ہدایت کا اتباع کرے اور اللہ پر ایمان لائے اور اللہ کے احکام کی تصدیق کرے... پس

میں تجھ کو دعوت دیتا ہوں اس بات کی کہ تو ایمان لائے اس ایک خدا پر جس کا کوئی شریک نہیں اگر تو ایمان لے آیا تو تیری سلطنت باقی رہے گی... (جدید سیرت النبی)

قید سے چھٹکارے کا نبوی نسخہ

سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ حضرت عوف اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لڑکے حضرت سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کافروں کی قید میں تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان سے کہلوادو کہ بکثرت لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھتے رہیں... ایک دن اچانک بیٹھے بیٹھے ان کی قید کھل گئی اور یہ وہاں سے نکل بھاگے اور ان لوگوں کی ایک اونٹنی ہاتھ لگ گئی جس پر سوار ہو لئے، راستے میں ان کے اونٹوں کے ریوڑ ملے انہیں اپنے ساتھ ہنکا لائے... وہ لوگ پیچھے دوڑے لیکن یہ کسی کے ہاتھ نہ لگے سیدھے اپنے گھر آئے اور دروازے پر کھڑے ہو کر آواز دی باپ نے آواز سن کر فرمایا اللہ کی قسم! یہ تو سالم ہے، ماں نے کہا ہائے وہ کہاں! وہ تو قید و بند کی مصیبتیں جھیل رہا ہوگا...

اب دونوں ماں باپ اور خادم دروازے کی طرف دوڑے دروازہ کھولا، دیکھا تو ان کے لڑکے سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور تمام انگنائی اونٹوں سے بھری پڑی ہے، پوچھا کہ یہ اونٹ کیسے ہیں؟ انہوں نے واقعہ بیان کیا تو فرمایا اچھا ٹھہرو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی بابت مسئلہ دریافت کر آؤں... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ سب تمہارا ہے جو چاہو کرو... (تفسیر ابن کثیر جلد ۵ صفحہ ۳۷۶)

روضہ نبوی کی گستاخی کرنے والوں کی سزا

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اپنے خطبات میں اس واقعہ کو یوں نقل فرمایا ہے... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چند صدی بعد (یاد نہیں رہا کس بادشاہ کے وقت میں) دو شخص مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو نکالنے کے لیے آئے تھے... مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مکان کرایہ پر لے لیا

تھا اور دن بھر نماز و تسبیح میں مشغول رہتے تھے' لوگ ان کے معتقد بھی ہو گئے تھے' زاہد مشہور ہو گئے تھے' وہ کم بخت رات کے وقت اس مکان سے قبر شریف کی طرف سرنگ کھودتے تھے اور جس قدر سرنگ کھود لیتے راتوں رات مٹی مدینہ سے باہر پھینک آتے تھے اور جگہ برابر کر دیتے تھے تاکہ کسی کو پتہ نہ چلے کئی ہفتہ تک وہ لوگ سرنگ کھودنے میں مشغول رہے جب ادھر ان لوگوں نے یہ کام شروع کیا....

حق تعالیٰ نے اس زمانہ کے سلطان کو (نام یاد نہیں رہا) بذریعہ خواب کے متنبہ کر دیا' خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کے چہرہ مُبارک پر حزن وغم کے آثار ہیں اور آپ اس بادشاہ کا نام لے کر فرما رہے ہیں کہ مجھے ان دو شخصوں نے بہت ایذا دے رکھی ہے جلد مجھے ان سے نجات دو' خواب میں دونوں شخصوں کی صورت بھی بادشاہ کو دکھلا دی گئی...خواب سے بیدار ہو کر بادشاہ نے وزیر سے اس کا تذکرہ کیا' وزیر نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ میں کوئی حادثہ پیش آیا ہے آپ جلد مدینہ تشریف لے جائیں' بادشاہ نے فوراً فوج لے کر بہت تیزی کے ساتھ مدینہ کی طرف سفر شروع کیا اور بہت جلد مدینہ پہنچ گیا' اس عرصہ میں وہ لوگ بہت سرنگ کھود چکے تھے اور بالکل جسد اطہر کے قریب پہنچ گئے تھے...

ایک دن کی بادشاہ کو اور تاخیر ہو جاتی تو وہ لوگ اپنا کام پورا کر لیتے' بادشاہ نے مدینہ پہنچ کر تمام لوگوں کی مدینہ سے باہر دعوت کی اور سب کو مدینہ سے ایک خاص دروازہ سے باہر نکلنے کا حکم کیا اور خود دروازہ پر کھڑے ہو کر ہر شخص کو خوب غور سے دیکھتا جاتا تھا... یہاں تک کہ مدینہ کے سب مرد شہر سے باہر نکل آئے مگر ان دو شخصوں کی صورت نظر نہ پڑی جن کو خواب میں دیکھا تھا اس لیے بادشاہ کو سخت حیرت ہوئی اور لوگوں سے کہا کہ کیا سب لوگ باہر آ گئے' لوگوں نے کہا کہ اب کوئی اندر نہیں رہا' بادشاہ نے کہا یہ ہرگز نہیں ہو سکتا' ضرور کوئی اندر رہا ہے' لوگوں نے کہا کہ دو زاہد اندر رہ گئے ہیں وہ کسی کی دعوت میں جایا نہیں کرتے اور نہ کسی سے ملتے ہیں' بادشاہ

نے کہا مجھے ان ہی سے کام ہے... چنانچہ جب وہ پکڑ کر لائے گئے تو وہ بعینہ وہ دو صورتیں نظر پڑیں جو خواب میں دکھلائی گئی تھیں ان کو فوراً قید کر لیا گیا اور پوچھا گیا کہ تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا ایذا دی ہے...

چنانچہ بڑی دیر کے بعد انہوں نے اقرار کیا کہ ہم نے جسد اطہر کے نکالنے کے لیے سرنگ کھودی ہے... چنانچہ بادشاہ نے وہ سرنگ دیکھی تو معلوم ہوا کہ قدم مُبارک تک پہنچ چکی ہے... بادشاہ نے قدم مُبارک کو بوسہ دے کر سرنگ بند کرادی اور زمین کو پانی کی تہ تک کھدوا کر قبر مُبارک کے چاروں طرف سیسہ پلا دیا تاکہ آئندہ کوئی سرنگ نہ لگا سکے...

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ مخالفین کو بھی جسد اطہر کے صحیح وسالم ہونے کا ایسا پختہ اعتقاد ہے کہ کئی سو برس کے بعد بھی اس کے نکالنے کی کوشش کی اگر ان کو جسد اطہر کے محفوظ ہونے کا یقین نہ ہوتا تو وہ سرنگ کیوں لگاتے، محض وہم وشبہ پر اتنا بڑا خطرہ کا کام کوئی نہیں کرتے جو لوگ اہل کتاب ہیں وہ بھی خوب سمجھتے ہیں کہ نبی کے جسم کو زمین نہیں کھا سکتی، وہ خوب جانتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبی برحق تھے مگر بوجہ عناد کے اقرار نہیں کرتے... جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر موافقین ومخالفین سب کے نزدیک بالاتفاق محفوظ ہے اور مع روح ہے جیسا کہ بیان کیا گیا تو ظاہر ہے اور علماء نے بھی تصریح کی ہے...(خطبات حکیم الامت جلد۳۱)

ایک گستاخ رسول کی ہلاکت

عموریہ کے محاصرہ کے دوران ایک شخص دیوار پر کھڑا ہو کر (العیاذ باللہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتا تھا، مسلمانوں کے لیے اس سے بڑھ کر تکلیف کی بات اور کیا ہو سکتی تھی، ہر مجاہد کی خواہش تھی کہ اس منحوس کے ہلاک کرنے کی سعادت اس کے حصے میں آئے لیکن وہ تیروں اور حملوں کی زد میں محفوظ ایسی جگہ کھڑا

ہوتا جہاں سے اس کی آواز تو سنائی دیتی تھی لیکن اسے موت کے گھاٹ اُتارنے کی تدبیر سمجھ میں نہ آتی تھی... یعقوب بن جعفر نامی ایک شخص لشکر اسلام میں ایک بہترین تیرانداز تھا، اس ملعون نے جب ایک بار دیوار پر چڑھ کر شانِ رسالت میں گستاخی کے لیے منہ کھولا، یعقوب گھات میں تھا، تیر پھینکا جو سیدھا جا کر اس کے سینے سے پار ہوا، وہ گر کر ہلاک ہوا تو فضا نعرۂ ہائے تکبیر سے گونج اُٹھی، یہ مسلمانوں کے لیے بڑی خوشی کا واقعہ تھا... معتصم نے اس تیرانداز مجاہد کو بلایا اور کہا

''آپ اپنے اس تیر کا ثواب مجھے فروخت کر دیجئے...'' مجاہد نے کہا ''ثواب بیچا نہیں جاتا...'' کہا ''میں آپ کو ترغیب دیتا ہوں'' اور ایک لاکھ درہم اسے دیئے، مجاہد نے انکار کیا، خلیفہ نے پانچ لاکھ درہم اسے دیئے، تب وہ جانباز مجاہد کہنے لگا:

''مجھے ساری دُنیا دے دی جائے تو بھی اس کے عوض اس تیر کا ثواب فروخت نہیں کروں گا... البتہ اس کا آدھا ثواب بغیر کسی عوض کے میں آپ کو ہبہ کر دیتا ہوں...''

معتصم اس قدر خوش ہوا، گویا اسے ایک جہاں مل گیا ہو... معتصم نے پھر پوچھا ''آپ نے تیراندازی کہاں سے سیکھی ہے؟ فرمایا: ''بصرہ میں واقع اپنے گھر میں'' معتصم نے کہا ''وہ گھر مجھے فروخت کر دیں...'' کہنے لگا: ''وہ رمی اور تیراندازی سیکھنے والے مجاہدین کے لیے وقف ہے (اس لیے اسے فروخت نہیں کیا جا سکتا) معتصم نے اس جانباز مجاہد کو ایک لاکھ درہم انعام میں دیئے...'' (تعلیقات رسالۃ المسترشدین)

تکمیل دین اتمام نعمت

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس علم نبوت اور ختم نبوت کے آخری مرکز تھے جن پر عالم امر کا اختتام کر کے اس کی تکمیل کر دی گئی...

چنانچہ قرآن کریم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری اور وداعی حج کے دن دین کے اس تدریجی تکمیل کے آخری نتیجہ کا اعلان ان الفاظ میں کر دیا

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا آج کے دن میں نے تمہارا دین تمہارے لئے مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور میں تم سے دین کے بارے میں تم سے اسلام سے راضی ہو گیا ہوں''...(ایک ہزار جواہر حکمت از حکیم الاسلام)

عہد آدم اور عہد رسالت

''اگر مؤرخین کا یہ قول اختیار کیا جائے کہ آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے چھ ہزار سال بعد دور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم شروع ہوتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ساتویں الف کے آغاز میں مولود اور مبعوث ہوئے ہیں (جس پر بعض آثار صحابہ رضی اللہ عنہم اور احادیث بھی شاہد ہیں جن کو ابن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے تو واضح ہو گا کہ تکوینیات کی طرح تشریعیات کی تکمیل بھی چھ ہزار سال کی مدت میں ہوئی ہے اور جس طرح تکوین وتشریع میں تدریج وتانی کا اصول مشترک تھا اسی طرح اس کی مدت بھی مشترک اور یکساں ثابت رہی''...(ایک ہزار جواہر حکمت از حکیم الاسلام)

تکمیل محبت

''علماء کرام محبت کی تین قسمیں لکھتے ہیں... محبت طبعی، محبت عقلی اور محبت عشقی، محبت طبعی تو مادی محبت ہے جیسے باپ کو اولاد سے ہوتی ہے یا اولاد کو ماں باپ سے ہوتی ہے یا عزیزوں، رشتہ داروں میں ہوتی ہے...

ایک محبت عقلی ہے کہ اسی کا نام فی الحقیقت ایمان ہے، حدیث شریف میں ہے کہ (لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین) تم میں سے کوئی مومن نہیں بن سکتا جب تک میرے ساتھ اتنی محبت نہ ہو کہ نہ اتنی محبت اپنے ماں باپ سے نہ اولاد سے ہو اور ایمان کی حقیقت محبت ہے تو وہ محبت

عقلی ہے اس محبت کا آدمی جب عملاً مشق کرے اور بڑھائے اور عشق کے درجے میں آ جائے تو وہ محبت عشق کہلاتی ہے...(ایک ہزار جواہر حکمت از حکیم الاسلام)

قرآن و شریعت

''جو شخص بھی قرآن پر ایمان رکھتا ہے اس کے لئے حصول آزادی کی تدبیر کی پہلی کڑی صرف یہی ہو سکتی ہے کہ وہ نبوت وقت یعنی حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی قیادت میں گامزن ہو جس کا واضح ترین پروگرام یہ قرآن اور اس کی مدونہ شریعت ہے... جس کا ایک بازو اور اس کی اولین تفسیر یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرا بازو اس کی فقہی تشریحات ہیں لہٰذا مسلمان کسی ایسی قیادت کو تسلیم نہیں کر سکتے ہیں جو کتاب وسنت سے الگ کوئی نیا راستہ بتاتی ہو...'' (ایک ہزار جواہر حکمت از حکیم الاسلام)

محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا معیار

''میں کہتا ہوں کہ جو انسان بدی کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے قلب کے اندر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی کمی ہے پوری محبت ہے ہی نہیں... جس کے قلب میں محبت رچی ہوئی ہو گی، وہ بدی سے خود بخود بچے گا''...(ایک ہزار جواہر حکمت از حکیم الاسلام)

منکرین حدیث کی قلابازیاں

''حدیث کو دراصل ایک بیرسٹر کی حیثیت حاصل ہے کہ آدمی قرآن کے اندر اپنے عقلی گھوڑے کتنے ہی دوڑائے حدیث کی موجودگی میں وہ کامیاب نہیں ہو سکتا کیونکہ حدیث متن قرآن کا معنی متعین کرتی ہے مراد ربانی بتلا سکتی ہے اس لئے عقل زدہ لوگوں کے تیر ہرگز کارآمد نہیں ہو سکتے... یہی وجہ ہے کہ جو لوگ قرآن سے اپنی من مانی مرادیں نکالنے کی سعی کرتے ہیں وہ حدیث کا انکار پہلے ہی کر دیتے ہیں کیونکہ ان کے

مقاصد حدیث کے سامنے کبھی پورے نہیں ہوسکتے ان کا ذہن یہ ہے کہ حدیث سے انکار کردو اور بس آزادی مل جائے جو مطلب چاہیں گے نکال لیں گے اور منکرین حدیث کا طبقہ مختلف اوقات میں مختلف شکلوں میں نمودار ہوا ہے"...(ایک ہزار جواہر حکمت از حکیم الاسلام)

اہمیت اتباع سنت

"اگر محبت نبوی کا جذبہ غالب ہے تو بدعات سے نفرت ہو جائیگی اور سنت کی پیروی سے محبت پیدا ہو جائے گی کیونکہ محبوب کی ذات محبوب ہے اور جب ذات محبوب ہے تو ذات کی ادائیں بھی محبوب ہوں گی آپ کا طرز سلام وکلام بھی محبوب ہوگا...ہر چیز محبت کے نیچے آتی جائے گی...اس کا نام اتباع سنت ہے کہ ہر شعبہ میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپ کے افعال کی پیروی ہو اس میں خیر و برکت ہے حتیٰ کہ معاملات ومعاشرات میں بھی پیروی کریں تو صدیق بن جائیں گے"...(ایک ہزار جواہر حکمت از حکیم الاسلام)

تعصّبات کی جڑ

"تعصب شخصیتوں سے پیدا ہوتا ہے کہ یہ میرا متبع ہے میں اسے مانتا ہوں اور یہ تمہارا متبع ہے میں اسے نہیں مانتا ہوں' یہیں سے جھگڑا شروع ہو جاتا ہے...اسلام نے سارے مقتداؤں کو ماننا بتلایا اگر اسلام یوں کہے کہ عرب میں جو پیغمبر آئے ہیں انہیں تو مانو' شام' حجاز' ہندوستان اور سندھ میں جو آئے ہیں انہیں مت مانو' تو یہ تعصب ہوتا ہے... یہ بین الاقوامی دین کی علامت نہیں ہوتی... بین الاقوامی دین کے معنی یہ ہیں کہ تعصّبات کی جڑ کاٹ دی جائے"...(ایک ہزار جواہر حکمت از حکیم الاسلام)

روحانی انقلاب

"میں تو کہا کرتا ہوں کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات پر نظر کی جائے تو آپ کے ہزارہا معجزات ہیں...زمین و آسمان کی چیزوں سے الگ معجزے

ظاہر ہوئے' چاند و سورج سے الگ معجزے ظاہر ہوئے اور دنیا کی ہر چیز پر آپ کے معجزات نمایاں ہوئے لیکن یہ سارے معجزات ایک طرف اور ایک معجزہ ایک طرف وہ یہ ہے کہ ہر ہر صحابی رضی اللہ عنہ آپ کا ایک مستقل معجزہ ہے اس لئے کہ پتھر کو موم بنانا اور لوہے کو نرم کر دینا آسان ہے مگر انسان کی روح میں انقلاب پیدا کرنا بہت مشکل ہے... آپ کے ہاں ایک شخص آتا ہے جو کافر بھی ہے مشرک بھی' بدعقیدہ بھی اور بدعمل بھی... لیکن ایک مجلس مبارک میں شرکت کرتا ہے اور دست مبارک پر بیعت کر کے اس حالت میں واپس ہوتا ہے کہ عالم بھی ہے' عارف بھی ہے' کامل بھی ہے' زاہد بھی ہے' عابد بھی ہے اور متقی بھی ہے ایک دم دل کے اندر انقلاب پیدا ہو گیا"... (ایک ہزار جواہر حکمت از حکیم الاسلام)

مقصد اصلی

"مقصد اصلی یہ ہے کہ اتباع سنت کو اصل سمجھا جائے اس کے لئے جن معلومات کی ضرورت ہے وہ معلومات حاصل کی جائیں... اگر آپ خود عالم ہیں تو اپنے علم کی روشنی میں سنت کی پیروی کریں اور اگر عالم نہیں ہے تو قرآن کریم نے طریقہ بتلا دیا ہے کہ (فاسئلوا ان کنتم لاتعلمون) تو یا اپنے علم پر چلو یا دوسرے کے علم پر اعتماد کر کے اس سے پوچھ پوچھ کر چلو... اگر دل کے اندر ٹوہ رہے گی تو یا خود علم حاصل کر کے یا علم والوں سے پوچھ کر چلنے پر مجبور ہوں گے اگر دل میں طلب نہیں تو پھر کچھ بھی نہیں...

اس واسطے میں کہتا ہوں کہ پانی کی تلاش زیادہ مت کرو اپنے اندر پیاس پیدا کرو' پیاس پیدا ہو گئی تو پانی خود بخود آپ کے پاس آ جائے گا... ڈاکٹر اقبال مرحوم نے شکوہ جواب شکوہ میں بہت خوب فرمایا ہے...

راہ دکھلائیں کسے' راہرو منزل ہی نہیں — جس سے تعمیر ہو آدم کی وہ گل ہی نہیں
ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں — راہ دکھلائیں کسے رہرو منزل ہی نہیں

(ایک ہزار جواہر حکمت از حکیم الاسلام)

متبع بننے کی ضرورت

''میں عرض کیا کرتا ہوں کہ اتباع شریعت اور اتباع سنت آسان ہو جائے گا بشرطیکہ اپنے اندر پیاس پیدا کرو جذبہ پیدا ہو جائے کہ ہم متبع ہو کے رہیں گے...

مبتدع اور مخترع بن کر نہیں رہیں گے کہ ایجاد کر کے رواج کو دین بنا دیں بلکہ ہر معاملہ میں دیکھو کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا اور اس کے اوپر صحابہ رضی اللہ عنہم کا کیا عمل تھا... جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے تعامل سے ثابت ہو اس پر چلو جو بالکل بے غل و بے غش راستہ ہے''...(ایک ہزار جواہر حکمت از حکیم الاسلام)

منکر حدیث منکر قرآن ہے

'جو شخص احادیث کا انکار کر رہا ہے درحقیقت وہ قرآن مجید کے کلام اللہ ہونے کا منکر ہے کیونکہ قرآن بغیر حدیث کے حجت نہیں بن سکتا...جس طرح کوئی شخص بغیر رسول کے خدا تک نہیں پہنچ سکتا اسی طرح بغیر کلام رسول کے کلام اللہ تک پہنچنا ناممکن ہے...'' (ایک ہزار جواہر حکمت از حکیم الاسلام)

تکمیل دین

''عہد نبوت میں دین مکمل ہوا اور چہار طرف پھیلا...مگر کیفیت کے لحاظ سے ایک لاکھ چوبیس ہزار وہ نمونے تیار ہو گئے کہ شاید ہر صحابی کسی ایک نبی کی نسبت کے اوپر ہے گویا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات بابرکات جامع النسب ہے...تو کیفیت کے لحاظ سے بھی دین مکمل ہو گیا...'' (ایک ہزار جواہر حکمت از حکیم الاسلام)

کمال انسانیت

''اگر ہم ہوائی جہاز سے پچاس فٹ بلندی پر اڑ جائیں تو بیشک یہ بڑے کمال کی

بات ہے مگر یہ حیوانیت کا کمال ہے اس لئے کہ گرگسیں بھی تو اڑتی ہیں یہ انسانیت کا کمال نہیں ہے... اگر ہم ڈوبتی کشتی کے ذریعہ سمندر کی تہہ تک پہنچ جائیں تو یہ بھی حیوانیت کا کمال ہے اس لئے کہ مچھلیاں بھی تو پہنچتی ہیں... اگر ہم آدمی سے گرگس یا مچھلی بن گئے تو کونسا کمال کیا؟ انسانیت کا کمال یہ ہے کہ گھر پر بیٹھا ہوا ہو اور عرش سے باتیں کر رہا ہو... اپنے مصلی پر بیٹھا ہوا ہو اور خدا سے اسے نیاز حاصل ہو... دیکھنے میں فرشی ہو، مگر حقیقت میں وہ عرشی ہو... یہ سب سے بڑا انسانیت کا کمال ہے جس کو انبیاء علیہم السلام نے سکھلایا"... (ایک ہزار جواہر حکمت از حکیم الاسلام)

وزراء نبوت

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فیض صحبت کا یہ اثر تھا کہ آپ نے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایسی معیاری زندگیاں بنالیں کہ دوسری اقوام بھی ان کو نمونہ بنا کر پیش کریں جیسا کہ گاندھی جی نے اپنے ایک اخباری مضمون میں لکھا تھا کہ "اگر ہمارے کانگریسی وزراء عالمی وقار چاہتے ہیں تو وہ صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) اور عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) کا نمونہ اختیار کر لیں"... (ایک ہزار جواہر حکمت از حکیم الاسلام)

ناجی فرقہ

"جب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہی معیار حق و باطل ہیں تو ان کی مخالفت ہی سے نیا فرقہ بنے گا... ان کی موافقت سے کوئی نیا فرقہ وجود میں نہیں آ سکتا... بلکہ وہی قدیم ناجی فرقہ برقرار رہتا ہے جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے واسطے سے اپنا روحانی سلسلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملائے ہوئے ہیں"... (ایک ہزار جواہر حکمت از حکیم الاسلام)

تمام صحابہ معیار حق اور واجب الاطاعت

"قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم "اصحابی کالنجوم بایھم

اقتدیتم اهتدیتم" الفاظ حدیث سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ ایک دو صحابی ہی معیار حق نہیں بنا دیئے گئے بلکہ "اصحابی" جمع کا صیغہ لا کر اشارہ کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معیار حق بن کر واجب الاطاعت ہیں..." (ایک ہزار جواہر حکمت از حکیم الاسلام)

لطیف نکتہ

"(بایھم اقتدیتم اهتدیتم) میں "ایھم" کے لفظ سے اقتدا کو مطلق رکھا گیا کہ کسی کی بھی اقتدا کی جائے ہدایت مل جائیگی لیکن "نجوم" کے لفظ سے اقتدا کو سمجھنا اور ہادی ماننا سب کے لئے ضروری قرار دے دیا گیا ہے یہ نہیں کہ جس کی پیروی کرو نجم ہدایت اور نور افشانی صرف اسی کو سمجھو... پس پیروی کا عمل تو ایک دو تک محدود ہو سکتا ہے لیکن نور افشانی کا عقیدہ ایک دو تک محدود نہیں رہ سکتا... وہ سب کے لئے ماننا لازمی ہوگا..." (ایک ہزار جواہر حکمت از حکیم الاسلام)

طبقہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی فضیلت

"حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد کسی طبقہ کو طبقے کی حیثیت سے نام لے کر معیار حق نہیں فرمایا' البتہ معیار حق ہونے کا ایک کلی ضابطہ اور معیاری اوصاف کا تعین فرما دیا گیا جنہیں سامنے رکھ کر معیاری افراد کو ہر زمانہ میں فی الجملہ متعین کیا جا سکتا ہے"... (ایک ہزار جواہر حکمت از حکیم الاسلام)

معیاری شخصیات کا تا قیامت وجود

"کتاب وسنت کا فیصلہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک معیاری شخصیتیں آتی رہیں گی جو درجہ بدرجہ حق و باطل کا معیار ثابت ہوتی رہیں گی اور جو بھی کتاب وسنت کے الفاظ سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی سعی کرے تو ایسی

شخصیتیں اپنے اپنے دور کے مناسب حال عنوانوں سے ان کی تاویلات کا پردہ چاک کر کے اصل حقیقت کا چہرہ دکھاتی رہیں گی...'' (ایک ہزار جواہر حکمت از حکیم الاسلام)

شان صحابہ رضی اللہ عنہم

''صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی جامع اضداد زندگی کا سب سے نمایاں اور حیرت ناک پہلو یہ ہے کہ وہ کلیۃً تارک دنیا بھی تھے اور رہبانیت سے الگ بھی... دنیا اور دنیا کے جاہ و جلال، دھن و دولت، حکمت و سیاست، گھر بار، زمین اور جائیداد کے ہجوم میں تھے اور پھر ادائے حقوق میں بے باک بھی... یہ زر اور زمین ان کے تصرف میں تھی اور پھر یہ کہ قلباً ان سب چیزوں سے بے تعلق اور کنارہ کش بھی... درویش کامل بھی ہیں اور قبائے شاہی بھی زیب تن ہے، حکمران بھی ہیں اور دلق گدائی بھی کندھوں پر ہے ممالک بھی فتح کر رہے ہیں اور فقیری کی خوبی بھی بدستور قائم ہے...'' (ایک ہزار جواہر حکمت از حکیم الاسلام)

صحابہ رضی اللہ عنہم معیار حق

''اس منقول دین میں ہر آدمی اولین طبقہ کا محتاج ہوگا روایت میں بھی اور درایت میں بھی، تاویلات میں بھی اور تعلیم اور تزکیہ میں بھی، اجمال میں بھی اور تفصیل میں بھی... آخر اس کی ''ذہنی غلامی'' نہ کرے گا تو اور کیا کرے گا اور جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کو امت کے مختلف فرقوں کے حق و باطل کا معیار بھی قرار دیدیا اور معیار ہونے کی شان یہ ہے کہ انہی سے حق باطل ممتاز ہوتا ہے اور انہی سے حق ملتا بھی ہے اور اس صورت میں بجز ''ذہنی غلامی'' کے چارۂ کار بھی کیا ہے ورنہ محق ہونے کے بجائے آدمی مبطل ہونے کا گوارا کرے''... (ایک ہزار جواہر حکمت از حکیم الاسلام)

صحابہ رضی اللہ عنہم نجوم ہدایت

''روافض، خوارج، معتزلہ اور دوسرے انہی کے ہم رنگ فرقے مبطل ہی اس لئے

قرار پائے کہ انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تنقید سے بالاتر نہیں سمجھا... ان کی ''ذہنی غلامی'' پر راضی نہ ہوئے اور ان پر طعنہ زنی اور نکتہ چینی سے باز نہ آئے... جس سے صاف لفظوں میں اللہ تعالیٰ کے رسول نے روکا تھا اور فرمایا تھا کہ ''میرے صحابہ کرام پر سب وشتم نہ کرو... میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو'' جس میں نکتہ چینی' گرفت اور نقد وتبصرہ سب ہی کچھ زیر ممانعت آ جاتا ہے... وہ نجوم ہدایت ہیں تو ان سے راہ پائی جائے گی نہ کہ انہیں راہ دکھائی جائے گی... ان کی اقتداء کی جائے گی نہ کہ ان کی غلطیاں پکڑ پکڑ کر ان سے اقتدا کرائی جائے گی''... (ایک ہزار جواہر حکمت از حکیم الاسلام)

صحابہ رضی اللہ عنہم سے حسن ظن کی ضرورت

''التزام اطاعت کا کم کم سے کم درجہ یہ ہے کہ ان پر جرح وتنقید کرنے کے بجائے ان کے تصویب کی جائے' ان کی خطائیں پکڑنے اور ان پر گرفت کرنے کے بجائے ان کی توصیف کی جائے' ان سے بدظنی کے بجائے حسن ظن رکھا جائے اور ان پر امور قبیحہ جھوٹ وغیرہ کی تہمتیں دھرنے کے بجائے انہیں صادق وامین سمجھا جائے اگر ان کے بعد امت کے طبقات کو پیروی کا یہ درجہ بھی حاصل نہ ہو اور اس انداز سے وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نمونوں کو سامنے نہ رکھیں تو یقیناً نہ انہیں حق حاصل ہی ہوسکتا ہے اور نہ ان کے دلوں میں حق وباطل میں امتیاز ہی پیدا ہوسکتا ہے''... (ایک ہزار جواہر حکمت از حکیم الاسلام)

ناقدین صحابہ پہلے اپنی خبر لیں

''صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت کے مومنین اولین اور امت کے حق میں دین کے مبلغین اولین ہیں... دین کا کوئی حصہ کسی سے پہنچا ہے اور کوئی کسی سے قرآن کریم کا کوئی ٹکڑا کسی سے ملا ہے اور کوئی کسی سے' جن کو جامعین قرآن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جمع فرمایا ہے تو کسی ایک صحابی کی پیروی سے انحراف یا کسی ایک صحابی پر جرح اور نکتہ چینی درحقیقت دین

کے اس ٹکڑے سے انحراف ہوگا جو اس سے روایت ہو کر امت تک پہنچا ہے...تو دین کا کوئی ایک حصہ بھی غیر مجروح اور معتبر باقی نہیں رہ سکتا اور امت کا کوئی ایک فرد بھی دیندار یا مدعی دین نہیں بن سکتا اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تنقید کو جائز سمجھنے والے بلکہ اسے اپنی دین کا موضوع بنانے والے پہلے اپنے دین کی خبر لیں کہ وہ باقی رہا یا ختم ہوگیا''...(ایک ہزار جواہر حکمت از حکیم الاسلام)

ضرورت نبوت

''اگر انبیاء علیہم السلام کا واسطہ بیچ میں نہ ہو تو کوئی بھی خدا رسیدہ نہیں ہوسکتا... یہ انبیاء علیہم السلام ہی کا صدقہ ہے کہ بیچ میں آکر بندے کو خدا سے جوڑ دیتے ہیں تو انبیاء علیہم السلام ادھر بھی واسطہ ادھر بھی واسطہ...ادھر مخلوق میں شامل ادھر اللہ سے واصل...تو بیچ میں جو بھی آجائے گا تو اسے اللہ سے واصل کر دیں گے...بغیر نبی کے واسطے کے کوئی بھی انسان خدا تک نہیں پہنچ سکتا...'' (ایک ہزار جواہر حکمت از حکیم الاسلام)

شان صحابہ رضی اللہ عنہم

''اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت دیکھنی ہو تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی اطاعت دیکھی جائے...اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی متابعت کی جارہی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت قائم ہے ورنہ نہیں...اس کا حاصل وہی نکلتا ہے کہ رسول اور صحابہ رسول کے طبقے الگ الگ نہیں...اسی لئے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرقوں کے حق و باطل کا معیار ہیں ایسے ہی صحابہ رسول بھی معیار حق و باطل ہیں اور جو معیار حق و باطل ہوں تو وہ خود قابل تنقید نہیں ہوتا''...(ایک ہزار جواہر حکمت از حکیم الاسلام)

صحابہ معیار حق

''حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عقیدہ و عمل کو اپنے

عقیدہ وعمل کے ساتھ ضم کر کے انہیں معیار حق فرمایا اور اعلان فرمایا کہ ''سنن نبوت اور سنن صحابہ ایک ہی ہیں'' جس سے نمایاں ہوجاتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی دینی خصوصیات خصوصیات نبوی تھیں' چنانچہ امت کے بہتر (۷۲) فرقوں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ ان میں کون سا فرقہ ناجی ہے؟

تو فرمایا کہ (ماانا علیہ و اصحابی) جس پر آج کے دن میں اور میرے صحابہ ہیں گویا اپنے عمل وعقیدہ کے ساتھ ان کے عمل وعقیدہ کو اس طرح ملا کر بتلایا کہ ان کے عقیدہ وعمل اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عقیدہ وعمل کی نوعیت ایک ثابت ہوگئی اور فرقوں کے حق وباطل ہونے کا معیار آپ نے خود اپنی ذات برکات اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو ٹھہرایا''... ''حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طبقہ جو روحانی فضا کی مانند ہے امت کی تنقید سے بالاتر ہے اگر ان کی شان نہیں کوئی طبقہ سب وشتم یا گستاخی سوءادب یا جسارت یا بےباکی یا ان پر اپنی تنقیدی تحقیر کی گندگی اچھالے گا تو اس کی یہ ناپاکی اسی ہی کی طرف لوٹ آئے گی... اس فضائے شفاف پر اس کا کوئی اثر نہ ہوگا''... (ایک ہزار جواہر حکمت از حکیم الاسلام)

نجوم ہدایت

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم درحقیقت نبوت کا ظل کامل تھے... جن کے طبقہ سے نبوت اور کمالات نبوت پہچانے جاتے تھے... اس لئے اگر کسی طبقے کے طبقہ کو بحیثیت طبقہ اللہ ورسول کے ہاں مرضی وپسندیدہ قرار دیا گیا ہے تو وہ صرف صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا طبقہ ہے جس کی شہادت قرآن اور حدیث نے دی''... (ایک ہزار جواہر حکمت از حکیم الاسلام)

نبوت وملوکیت میں فرق

''نبوت اور ملوکیت میں یہی فرق ہے کہ ملوکیت تعدی اور زیادتی کی طرف چلتی ہے اور نبوت رحمدلی اور مہربانی کی طرف چلتی ہے... بادشاہت میں اگر کوئی برسر اقتدار سامنے

آئے تو اس کے گھٹانے کی کوشش کرتے ہیں اور اگر کوئی کمزور ہو تو اس کو دبانے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ ابھرنے نہ پائے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کمزوروں کو ابھارتے ہیں اور جو زور آور ہو اسے اعتدال پر رکھتے ہیں اسی واسطے جو زیادہ ضعیف ہوگا اس پر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا لطف و کرم زیادہ مبذول ہوگا"...(ایک ہزار جواہر حکمت از حکیم الاسلام)

منکرین حدیث کام چور جماعت

"اصول و کلیات سے عمل تھوڑا ہی ہو سکتا ہے عمل تو جزئیات سے ہوتا ہے اور جزئیات جب نکلتی ہیں جب کلیات میں سے نکالی جائیں اور کلی کا بیان کیا جائے...تو بیان رسول کو اگر قطع کر دیا تو کلیات ہی کلیات رہ جائیں گی جن پر عمل ممکن نہیں اس سے معلوم ہوا کہ فقط قرآن پر اکتفا کرنے والے فی الحقیقت کام چوروں کی جماعت ہے...اس لئے کہ نہ انہیں عمل مقصود ہے اور نہ عمل کی محنت اٹھا سکتے ہیں اس لئے میں نے عرض کیا کہ سنت ہمارے لئے رہنما ہے"...(ایک ہزار جواہر حکمت از حکیم الاسلام)

عشق فنائیت محض

"حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "من احبّنی فقد اطاعنی و من اطاعنی کان معی فی الجنة" اس سے معلوم ہوا کہ محبت کا ثمرہ لازمی اطاعت ہے...اگر اطاعت اور اتباع سنت نہیں ہے تو دعوائے محبت باطل ہے نیز عاشق دعویٰ نہیں کرتا عاشق تو عمل کرتا ہے...عشق کی اولین منزل ترک دعویٰ یعنی فنائیت محض ہے اور جو مدعی بنا ہوا ہے تو مدعی اپنی بقاء کا قائل ہے اس میں فنائیت کہاں؟ اس لئے اگر کوئی عاشق رسول ہے تو اس کی ملامت یہ ہے کہ دعویٰ نہ ہو کہ میں عاشق رسول ہوں بلکہ نادم ہو کہ جتنا عشق کرنا چاہئے تھا وہ نہیں کر سکا"...(ایک ہزار جواہر حکمت از حکیم الاسلام)

آفتاب نبوت

'حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب کی مانند ہیں' دوسرے انبیاء علیہم السلام

ستاروں کی مانند ہیں... ستارے سارے کے سارے نمودار ہو جائیں مگر رات زائل نہیں ہوتی اگر روشنی پھیل جائے آفتاب کی آمد کا جب قصہ شروع ہوا پو پھٹی تو ابھی آفتاب نکلا نہیں مگر رات غائب ہونا شروع ہو جاتی ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب نبوت بن کر تشریف لائے دنیا میں عقائد و اعمال اور رسوم کی جو ظلمات پھیل گئی تھیں آفتاب نبوت نے آ کر سب کے پردے چاک کر دیئے"...(ایک ہزار جواہر حکمت از حکیم الاسلام)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر راہ نمائی ناممکن

"اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو دیکھنا ہے تو اول سے آخر تک قرآن پڑھ جاؤ' یہ حضور کی سیرت تھی یعنی جو قرآن پاک میں لکھا ہوا ہے وہی آپ کے اندر عملی شان میں موجود ہے... جو چیزیں اس میں اقوال کی شکل میں موجود ہیں وہ آپ کی ذات میں احوال کی شکل میں موجود ہیں تو آپ کی سنتیں رہنما ہیں مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات نہ آتی تو رہنمائی ممکن نہ تھی..."(ایک ہزار جواہر حکمت از حکیم الاسلام)

بشریت انبیاء

"حقیقت یہ ہے کہ (حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے) بشریت کی نفی کرنا... یہ بدقسمتی کی بات ہے... ہماری نوع میں اللہ تعالیٰ نے وہ ذات بابرکات پیدا کی کہ جو تمام مخلوق میں بڑھ چڑھ کر ہے... یہ تو ہماری نوع کو اللہ تعالیٰ کا شرف ہے کہ ایسا شرف بخشا اور ہم اپنی نوع کی توہین کریں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے نکال دیں کہ آپ بالاتر ہیں... یہ ہماری بدقسمتی اور محرومی کی بات ہوگی..."(ایک ہزار جواہر حکمت از حکیم الاسلام)

محبت' محنت' عظمت اور متابعت

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت' عظمت اور متابعت تینوں کا ہونا ضروری ہے... محض محبت ہو کہ آدمی دعویٰ کرے کہ عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں مگر اطاعت

نہ کرے تو وہ محبت ناتمام ہے... محبت کی علامت یہ ہے کہ اطاعت کرے، اطاعت دلیل اور دعویٰ محبت ہے... جب دعوائے محبت کے ساتھ ساتھ دلیل محبت یعنی اطاعت بھی ہو تو تب کہا جائے گا کہ بے شک یہ محبت ہے..." (ایک ہزار جواہر حکمت از حکیم الاسلام)

نبوت کی عظیم الشان دلیل

"نبوت کی عظیم الشان دلیل یہ ہے کہ آپ امی تھے اور امیوں کے اندر مبعوث ہوئے... پڑھے لکھے لوگوں میں آتے تو متہم ہو سکتے تھے کہ ان لوگوں نے آپ کو پڑھا دیا ہوگا، آپ کو کچھ سکھلا دیا ہوگا لیکن سکھلانے کے جتنے راستے ہیں وہ سب بند ہیں اور اس کے جتنے اسباب ممکن ہیں سب منقطع ہیں... خود پڑھے لکھے نہیں اور علم وہ پیش کیا کہ پڑھے لکھے سب عاجز ہو گئے، دنگ رہ گئے، انگشت بدنداں رہ گئے...

تو بجز اس کے کہ یہ علم اللہ تعالیٰ تعلیم فرمائیں اور کوئی صورت نہیں اور اللہ ہی کی تعلیم فی الحقیقت نبوت ہے..." "ظاہر میں تو ان پڑھ ہونا بشری کمزوری سمجھی جاتی ہے لیکن انبیاء علیہم السلام کے حق میں یہی سب سے بڑے کمال کی دلیل ہوتی ہے اس لئے کہ پیغمبر کا یہ کمال نہیں ہے کہ وہ سوچ سوچ کر کچھ اچھی باتیں کہہ دے... سوچ کر کہیں گے تو وہ استدلال ہوگا وہ عقل کا شگوفہ ہوگا لیکن وحی عقل سے بالاتر چیز ہے... عقل جب خود غلطیاں کھانے لگتی ہے تو اس کی صحت وسقم کا معیار خود وحی بنتی ہے جو اس کو سیدھا کرے... عقل میں استقامت نہیں پیدا ہوتی پورا جلا نہیں پیدا ہوتا جب تک کہ علم اور وحی اس کی مدد نہ کرے"... (ایک ہزار جواہر حکمت از حکیم الاسلام)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جامع الکمالات

"جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین اور جامع العلوم بنائے گئے تو اگر انبیاء علیہم السلام کا دنیا میں آنا رحمت ہے تو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا آنا سب

سے زیادہ رحمت ہے... جو جامع ترین نعمت لے کر آئے... اگر انبیاء علیہم السلام مختلف رنگوں کی ہدایت لے کر آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ساری ہدایتوں کا مجموعہ بن کر آئے تو خاتم النبیین کا مطلب یہ ہے کہ آپ جامع الہدایت جامع العلوم اور جامع الکمالات ہیں... (ایک ہزار جواہر حکمت از حکیم الاسلام)

غضب خداوندی پر رحمت کا غلبہ

''حق تعالیٰ شانہ کی شان یہ ہے کہ ان کی تمام صفات دو نوع میں ہیں... صفات جمال اور صفات جلال... صفات جمال کا منشاء رحمت ہے اور صفات جلال کا منشا غضب ہے اور رحمت اللہ کے غضب پر غالب ہے تو اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا مظہر اتم ہے اس میں بھی رحمت ہی غالب ہونی چاہیے...

اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان فرمائی گئی کہ ''وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ'' جیسے اللہ کے ہاں شان رحمت غالب ہے تو خاتم النبیین کے ہاں بھی شان رحمت غالب ہے...

آپ کو رحمت مجسم بنا کر بھیجا گیا... آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ''انا رحمة مهداة'' یعنی میں ایک رحمت ہوں جو بطور ہدیہ لوگوں کو دی گئی ہوں...'' (ایک ہزار جواہر حکمت از حکیم الاسلام)

معجزات و عجائبات نبوت

''یہ دعویٰ ایک ناقابل انکار حقیقت ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کے علمی عجائبات کبھی ختم نہیں ہو سکتے تو سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی عجائبات بھی کبھی ختم ہونے والے نہیں اگر قرآن عملی طور پر تا قیامت اپنے شاخ در شاخ علوم سے بنی نوع انسان کی تکمیل کا ضامن ہے تو یہ سیرت جامع بھی تا یوم حشر اپنے شاخ در شاخ علمی اسوؤں سے اقوام عالم کی تکمیل و تسکین کی کفیل رہے گی''... (ایک ہزار جواہر حکمت از حکیم الاسلام)

سیرت مقدسہ کا مقصد

''سیرت مقدسہ کا اساسی اور غالب رنگ عبادات اور تقدس ہے اور دنیا کے سارے معاملات کو اسی عباداتی رنگ میں دیکھنا چاہتی ہے یعنی اس کا طبعی رخ یہ ہے کہ اللہ کے بندے اپنی ساری دنیا اور دنیا کے ایک ایک کام کو مقدس بنا کر برنگ عبادت انجام دیں... جن میں رضائے الٰہی اور یادِ خداوندی کی روح کارفرما ہو وہ کچھ بھی کریں اللہ کے لئے کریں نفسانی انداز اختیار کرنے کے بجائے ربانی راہ اختیار کریں اور ان پر کا ہر عمل مجاہدہ و جہاد یعنی عبادت ہو عادت نہ ہو جس کا مقصد اعلائے کلمۃ اللہ ہو اعلائے نفس نہ ہو...'' (ایک ہزار جواہر حکمت از حکیم الاسلام)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی سیرت بالاصل نہ ملوکیت تھی نہ ریاست' نہ غلبہ وقہر تھی' نہ تسلط واستیلاء' نہ تعیش تھی' نہ تزئین' نہ آرائش تھی' نہ زیبائش' نہ راحت طلبی' نہ آسائش' بلکہ سرافگندگی' نیازکشی' عبودیت' طاعت وعبادت تھی جس میں خوئے ذکر اور بوئے فکر سمائی ہوئی تھی اور جو کچھ بھی زندگی کی نقل وحرکت تھی وہ اسی فکر دائمی اور ذکر دوامی کے رنگ میں تھی''...(ایک ہزار جواہر حکمت از حکیم الاسلام)

ضرورت انبیاء علیہم السلام

''کلام رسول کی عظمت وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے' اگر کوئی کلام رسول کا واسطہ بیچ سے نکال دے اور چاہے کہ چھلانگ مار کر کلام اللہ تک پہنچ جائے تو وہ نیچے آپڑے گا اور وہاں تک نہیں پہنچ سکے گا' اس لئے کہ وہ کلام بہت اونچائی پر ہے... جس طرح ذات خداوندی تک پہنچنا بغیر ذوات رسول کے ممکن نہیں ایسے ہی کلام ربانی کے حقائق تک پہنچنا بغیر کلام رسول کے ممکن نہیں' ورنہ پھر نبی کو بھیجنے کی کیا ضرورت تھی...'' (ایک ہزار جواہر حکمت از حکیم الاسلام)

انبیاء علیہم السلام کمال بشریت پر

"اللہ تعالیٰ تک بندہ نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ بیچ میں رسول کا واسطہ نہ ہو' اس لئے کہ وہ نور مطلق ہیں اور بندہ ظلمت محض ہے نور ظلمت کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا.. تو اللہ تعالیٰ نے ایک برزخی مخلوق پیدا فرمائی وہ بشر بھی ہیں مگر اتنے کامل بشر کہ لطافتوں میں اللہ تعالیٰ سے واصل ہیں وہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں تو بندوں کا خدا تک پہنچنے کے لئے انبیاء علیہم السلام واسطہ ہیں انبیاء علیہم السلام نہ ہوں تو بندے کا پہنچنا ناممکن ہے..." (ایک ہزار جواہر حکمت از حکیم الاسلام)

نبوت کا احسان عظیم

"حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں ہاتھ میں اللہ تعالیٰ کی چمکتی ہوئی کتاب تھی اور بائیں ہاتھ میں قلب نبوت تھا جس میں اخلاق کی روشنی بھری ہوئی تھی... کتاب اللہ کے اندر الوہیت کا جلال بھرا ہوا تھا... اگر فقط کتاب اللہ سامنے آتی پیغمبر نہ آتے تو الوہیت کا جلال مخلوق کو بھسم کر دیتا... مجال نہ تھی کہ کوئی اس کو سمجھ سکے اس روشنی کو قلب نبوت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں اتارا گیا تو نبوت کی عبدیت کے ساتھ جب الوہیت کا نور اس پر فائز ہوا تو ٹھنڈی روشنی پیدا ہوئی' جس کو انسان سہہ سکیں"... (ایک ہزار جواہر حکمت از حکیم الاسلام)

عظمت حدیث

"قرآن وحدیث میں ما بہ الامتیاز یہ ہے کہ حدیث مضمون خداوندی ہے لیکن الفاظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں اور قرآن کلام خداوندی ہے کہ الفاظ بھی اللہ کے مفہوم بھی اللہ کا' اس لئے اس کو وحی متلو کہتے ہیں کہ یہ تلاوت میں آتی ہے اور حدیث کو غیر متلو کہتے ہیں کہ یہ تلاوت میں نہیں آتی لیکن محبت اور استفادے کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی بھی تلاوت کی جائے"... (ایک ہزار جواہر حکمت از حکیم الاسلام)

کیفیات قرآن وحدیث

''درحقیقت قرآن میں پہلی چیز لفظ اور دوسری چیز معانی' تیسری چیز اس کے حقائق اور چوتھی چیز حقائق کے نیچے اس کی کیفیات ہیں جو ارواح پر طاری ہوتی ہیں' کبھی خوف وخشیت کا غلبہ' کبھی رجاء وامید کا غلبہ' کبھی رحمت سامنے اور کبھی قہر سامنے... یہاں روح محسوس کرتی ہے' وہاں آنکھیں محسوس کرنے لگیں گی...اس لئے میں عرض کیا کرتا ہوں کہ قرآن کریم میں تو کیفیات الوہیت جمع ہیں اور کلام رسول میں کیفیات نبوت جمع ہیں''...(ایک ہزار جواہر حکمت از حکیم الاسلام)

انکار حدیث کی گنجائش نہیں

''حدیث کے انکار کی گنجائش نہ تو اس کے سند کی وجہ سے ہوسکتی ہے کیونکہ ضعیف سند کی صورت میں زیادہ سے زیادہ گنجائش اس سند خاص کے انکار یا اس پر تنقید کی نکلتی ہے جسے انکار حدیث نہیں کہا جاسکتا' تنقید سند کہا جائے گا ان دونوں کو ملا کر خلط ملط کردینا عقل کے مختلط ہونے کی علامت ہے اور نہ ہی حدیث کے انکار کی گنجائش قرآن کی آڑ لے کر ہوسکتی ہے جب کہ قرآن اسے اپنا بیان کہہ کر اس کے ساتھ خدائی ذمہ داری دکھلا رہا ہے''...(ایک ہزار جواہر حکمت از حکیم الاسلام)

منکرین حدیث کیلئے دوصورتیں

''منکرین کے لئے دو ہی صورتیں ہیں یا وہ سرے سے قول وروایت کا انکار کردیں اور کھل کر حدیث کے ساتھ قرآن کے بھی منکر ہوجائیں لیکن اگر وہ قرآن کی روایت کو مانیں تو اس ضمن میں نفس روایت کو مان کر روایت حدیث کا ماننا بھی ان کے سر عائد ہوتا ہے یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ قرآن کو مان کر حدیث کا انکار کردیں' ورنہ وہ نفس روایت ہی کے منکر کہلائیں گے''...(ایک ہزار جواہر حکمت از حکیم الاسلام)

بندوں اور اللہ کے درمیان ضرورت واسطہ

''اللہ تعالیٰ اور بندوں کے درمیان رسول واسطہ ہیں کہ ان کے بغیر بندے خدا تک نہیں پہنچ سکتے اسی طرح کلام خدا اور کلام اجتہاد اور استنباط کے درمیان کلام رسول واسطہ ہے کہ اس کے بغیر کلام عباد کو کلام خدا سے کوئی سند نہیں مل سکتی...

اس لئے جو طبقہ بھی حدیث کو ترک کر دے گا نہ وہ قرآن تک پہنچ سکے گا نہ فقہ تک... گویا اس کے ہاتھ میں دین کی کوئی اصل اور حجت باقی نہ رہے گی اور وہ محض اپنی انسانی تخیلات کا بندہ ہوگا جنہیں اغواء شیطانی سے اس نے فرمان خداوندی سمجھ رکھا ہوگا حالانکہ اس سے کلام خدا اور کلام رسول تو بجائے خود کلام فقہاء تک سمجھنے کی اہلیت نہ ہوگی''...(ایک ہزار جواہر حکمت از حکیم الاسلام)

حدیث کے بغیر فہم قرآن ناممکن

''قرآن کریم اصل کلی ہے اور حدیث اس کا بیان ہے جس کے بغیر قرآن حکیم کے مضمرات اور مرادات کا انکشاف دشوار بلکہ عادتاً ناممکن ہے کیونکہ قرآن کریم اسلام کا صرف بنیادی قانون اور دستور اساسی ہی نہیں بلکہ معجزہ بھی ہے جو الفاظ ومعنی اور تعبیر ومفہوم دونوں ہی کے لحاظ سے اعجازی شان رکھتا ہے نہ الفاظ کی ترکیب و جوڑ بند اور انداز ہی میں اس کا مثل لایا جانا مخلوق سے ممکن ہے اور نہ ہدایت واحکام کی جامعیت علوم ومعارف کی گہرائی اور مضامین کی ہمہ گیری ہی میں اس کی نظیر بنالیا جانا ممکن ہے''...(ایک ہزار جواہر حکمت از حکیم الاسلام)

قرآن حدیث اور فقہ

''وہ (حدیث) قرآن کی تو تفسیر ہے اور فقہ کا متن ہے اس لئے کہ حدیث کے بغیر نہ قرآن حل ہوسکتا ہے نہ فقہ بیان کیا جاسکتا ہے املاء حدیث کی مجلسیں اور حدیث

سنانے کی مجلسیں جس دھوم دھام سے اسلامی حلقوں میں منعقد ہوئیں دنیا کی کسی قوم میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی... اپنے رسول کے کلام کو اس تحفظ اور تیقظ کے ساتھ کسی قوم نے محفوظ کر دکھایا ہو اور اس سے نوع بنوع مسائل اور شرائع وعلوم کا استنباط کیا ہو...

حدیث کے بارے میں دھوم دھام درحقیقت قرآن فہمی کی دھوم دھام تھی اور ساتھ ہی ساتھ فقہ سازی کی دھوم دھام تھی جو (فقہ) قرآن وحدیث کے اجمالات کی تفصیل اور قرآن وسنت کے تخم سے نکلا ہوا ایک شجرۂ طیبہ ہے جس کی جڑ قرآن ہے اور بنیادی تنا اور ساق جس پر درخت کھڑا ہوا ہے وہ حدیث ہے اور پھول پتیوں کا پھیلاؤ فقہ اور مستنبطات ہیں''...(ایک ہزار جواہر حکمت از حکیم الاسلام)

صورت فانی سیرت باقی

''دانش مند کا کام یہ ہے کہ وہ صورت کے سنوارنے کے بجائے سیرت کو سنوارے' اور یہی انسان کی حقیقت ہے اور رہ گئی صورت تو وہ چند روزہ بہار ہے بڑھاپا آجائے یا کچھ غم لگ جائے یا کوئی فکر لاحق ہو جائے یا کوئی بیماری لگ جائے تو سارا رنگ وروپ زائل ہو جاتا ہے تو صورت درحقیقت قابل التفات نہیں' بلکہ اصل چیز سیرت ہے''...(ایک ہزار جواہر حکمت از حکیم الاسلام)

حقیقی محبت سیرت ہے

''حقیقت یہ ہے کہ محبت کے قابل سیرت ہے نہ کہ صورت' صورت کی محبت تو نجاست کی محبت ہے محبت اصل میں سیرت کی ہوتی ہے کہ آدمی میں علم ہو معرفت خداوندی ہو' تعلق مع اللہ قائم ہو جس سے سیرت بنتی ہے...

یہ چیز محبت کے قابل ہے' گوشت پوست کی محبت حقیقی محبت نہیں' یہ تو نجاست کی محبت ہے''...(ایک ہزار جواہر حکمت از حکیم الاسلام)

سیرت نا قابل زوال

''سیرت کے اندر کمالات خداوندی جلوہ گر ہوتے ہیں اور اللہ کا کمال زائل ہونے کے لئے نہیں ہے وہ تو ابدی ہے برقرار رہے گا... جس میں اللہ کا کمال آئے گا وہ پائیدار بنے گا... تو سیرت ایسی چیز ہے کہ جب حق تعالیٰ درجے دیتے ہیں تو وہ اس دنیا میں بھی قائم ہے' برزخ میں بھی قائم ہوگی آخرت میں جا کر بھی قائم ہوگی بگڑنے والی نہیں اور صورت کو جتنا سنوارا جائے تو وہ تو بگڑنے کیلئے ہے وہ بگڑتی ہی رہے گی''... (ایک ہزار جواہر حکمت از حکیم الاسلام)

ختم الرسل دانائے سبل

''انبیاء علیہم السلام کو عملی معجزات دیئے گئے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عملی معجزات کے ساتھ ساتھ علمی معجزہ بھی دیا گیا... عمل کی خاصیت یہ ہے کہ عامل جب دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے تو اس کا عمل بھی ختم ہو جاتا ہے لیکن علم کی خاصیت یہ ہے کہ عالم دنیا سے اٹھ جاتا ہے مگر اس کا علم باقی رہتا ہے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی معجزات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے ساتھ ختم ہو گئے لیکن علمی معجزہ قرآن کریم ہے جو آج تک باقی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ نبوت کی دلیل آج تک دنیا میں موجود ہے تو جس دعوے کی دلیل آج موجود ہے تو وہ دعویٰ آج بھی ثابت ہے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو آج بھی پیش کیا جا سکتا ہے اس لئے اگر کوئی دلیل مانگے تو معجزہ پیش کر دیں گے اور وہ قرآنی معجزہ ہے''... (ایک ہزار جواہر حکمت از حکیم الاسلام)

اِخلاق رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

کیونکہ ان واقعات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں بناوٹ اور تصنع نام کو بھی نہ تھا اور یہ خاص دلیل ہے آپ کے سچا ہونے کی

بناوٹ اور تصنع سے جھوٹا آدمی خالی نہیں ہوسکتا... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ اخلاق تھے اپنی بیبیوں کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا چونکہ سب بیبیوں سے کم عمر تھیں تو آپ انکی عمر کے موافق انکی دلجوئی فرمایا کرتے تھے....

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ ان کے ساتھ دوڑے بھی ہیں چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بچی اور چھریرے بدن کی تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بڑی عمر کے تھے آپ کا جسم مبارک بھاری ہو چکا تھا اس دوڑ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نکل گئیں کچھ عرصہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم پھر ایک مرتبہ دوڑے اس مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگے نکل گئے کیونکہ اب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ذرا بدن بھاری ہو گیا تھا عورتیں بہت جلد بھاری ہو جاتی ہیں ان کا نشو ونما جلدی ہوتا ہے اس وقت یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نہ نکل سکیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اس کا بدلہ ہے کہ تم پہلے آگے نکل گئی تھیں... سبحان اللہ کیا ٹھکانا آپ کے اخلاق کا... (خطبات حکیم الامت جلد ۲۰ ص ۲۲۲)

زیارت رَوضۂ اقدس کی فضیلت

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں...

ایک حق آپ کی محبت کا یہ ہے کہ قبر شریف کی زیارت سے مشرف ہو خصوص جو حالت حیات میں زیارت سے مشرف نہیں ہوئے وہ رَوضۂ اطہر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے برکات حاصل کرلیں کہ وہ برکات اگرچہ زیارت حیات کے برکات جیسے بالکل نہ ہوں مگر ان کے قریب قریب ضرور ہیں... حدیث میں ارشاد موجود ہے: "من زارنی بعد مماتی فکانما زارنی فی حیاتی" جس شخص نے میرے مرنے کے بعد زیارت میری قبر کی کی گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی... (کنز العمال الترغیب والترہیب)

اس سے بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات خود بھی قابل توجہ ہے اگر

آپ کا تعلق صرف مبلغ ہی ہونے کی حیثیت سے ہوتا تو زیارت قبر مسنون نہ ہوتی کیونکہ اس وقت تبلیغ کہاں ہے... افسوس کہ بعض لوگ ایسے خشک ہیں کہ وہ زیارت قبر شریف کی فضیلت کو نہیں مانتے بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ اس کے ناجواز کے قائل ہیں...

کان پور میں ایک مرتبہ ایک مترجم اربعین حدیث میں بچوں کا امتحان تھا... جلسہ امتحان میں ایسے ہی ایک شخص تھے جو کہ زیارت قبر شریف کو ناجائز سمجھتے تھے... ایک بچہ کا امتحان شروع ہوا اس نے اتفاق سے یہ حدیث پڑھی...

"من حج ولم یزرنی فقد جفانی" (جس نے حج کیا اور میری زیارت نہیں کی اس نے مجھ پر ظلم کیا) (الدر المنثور کشف الخفا)

فرمایا ہے تو یہ آپ کی حالت حیات کے ساتھ خاص ہے بعد وفات زیارت ثابت نہیں طالب علم بچہ تھا اشکال سمجھا بھی نہیں نہ اس کو جواب معلوم تھا وہ سادگی سے آگے بڑھنے لگا...

خدا کی شان آگے جو حدیث موجود تھی وہ اس اعتراض ہی کا جواب تھی آگے یہ حدیث تھی کہ "من زارنی بعد مماتی فکانما زارنی فی حیاتی"

(جس نے میرے مرنے کے بعد زیارت کی گویا اس نے میری زندگی میں زیارت کی) (کنز العمال، الترغیب والترہیب)

جتنے علماء اس وقت موجود تھے سب نے ان صاحب سے کہا لیجئے حضرت! آپ کے اعتراض کا جواب منجانب اللہ ہو گیا، بس خاموش رہ گئے...

بعضے لوگ زیارت قبر شریف پر ایک شبہ کرتے ہیں کہ اب تو قبر کی بھی زیارت نہیں ہوتی کیونکہ قبر شریف نظر نہیں آتی اس کے گرد پتھر کی دیوار قائم ہے جس کا دروازہ بھی نہیں یہ عجب لغو اشکال ہے...

میں کہتا ہوں کہ اگر زیارت قبر کے لیے قبر کا دیکھنا ضروری ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے بھی یہ شرط ہوگی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جائے

حالانکہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نابینا تھے... عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ صحابی ہیں یا نہیں؟ مستورات کے بارے میں کیا کہو گے جس طرح صحابیت کے لیے حکمی زیارت کافی مانی گئی ہے اسی طرح زیارت قبر شریف میں بھی حکمی زیارت کو کیوں نہ کافی مانا جائے گا' یعنی ایسی جگہ پہنچ جانا کہ اگر کوئی حائل نہ ہو تو قبر شریف کو دیکھ لیتے یہ بھی حکماً زیارت قبر شریف ہے... (خطبات حکیم الامت ج ۵ ص ۱۶۰)

جس بُقعہ سے جسمِ اقدس مَس کیے ہوئے ہے وہ عرش سے بھی افضل ہے

وہ بُقعہ جس سے جسم مُبارک خصوص مع الروح مس کیے ہوئے ہے عرش سے بھی افضل ہے کیونکہ عرش پر معاذ اللہ حق تعالیٰ شانہ بیٹھے ہوئے ہوتے تو بیشک وہ جگہ سب سے افضل ہوتی' خدا تعالیٰ مکان سے پاک ہیں اس لیے عرش کو مستقر خدا وندی نہیں کہا جا سکتا... (خطبات حکیم الامت ج ۵ ص ۱۸۴)

حضرت شیخ احمد کبیر رفاعی رحمہ اللہ کو سلام کا جواب

حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک واقعہ کو بیان کرتا ہوں جس سے زیارت قبر شریف کے برکات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر شریف میں زندہ ہونا معلوم ہو گا...

سید احمد کبیر رفاعی رحمتہ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ جب وہ مزار شریف پر حاضر ہوئے عرض کیا "السلام علیک یا جدی" (دادا صاحب السلام علیک) جواب ہوا "وعلیک السلام یا ولدی" (بیٹا! وعلیک السلام) اس پر ان کو وجد ہوا اور بے اختیار یہ اشعار زبان پر جاری ہوئے:

فِی حَالَةِ الْبُعْدِ رُوْحِیْ کُنْتُ اُرْسِلُهَا   تَقَبَّلَ الْاَرْضَ عَنِّیْ وَهِیَ نَائِبَتِیْ

فَهٰذِہٖ دُوْلَةَ الْاِشْبَاحِ قَدْ حَضَرْتُ فَامْدُدْ یَمِیْنَکَ کَیْ تَحْظٰی بِھَا شَفَتِیْ

(یعنی دوری میں تو روح کو قدم بوسی کے لیے اپنا نائب بنا کر بھیجا کرتا تھا اب جسم کی باری آئی ہے اب تو ذرا ہاتھ بڑھا دیجئے تا کہ میں اس کو بوسہ دوں)

بس فوراً قبر شریف سے ایک منور ہاتھ جس کے روبرو آفتاب بھی ماند تھا باہر نکلا انہوں نے بے ساختہ دوڑ کر اس کا بوسہ لیا اور وہیں گر گئے...

ایک بزرگ سے جو کہ اس واقعہ میں حاضر تھے کسی نے پوچھا کہ آپ کو اس وقت کچھ رشک ہوا تھا.. فرمایا ہم تو کیا تھے اس وقت ملائکہ کو رشک تھا...

تتمہ قصہ کا یہ ہے کہ جب آپ نے دیکھا کہ لوگ مجھ کو نظر قبول سے دیکھ رہے ہیں آپ اٹھ کر ایک دروازہ میں جا پڑے اور حاضرین کو قسم دے کر کہا کہ سب میرے اوپر سے گزریں... چنانچہ عوام تو گزرنے لگے اور اہل بصیرت دوسرے راستہ سے نکلے' سبحان اللہ کیا نوازش ہے...(خطبات حکیم الامت ج ۳۱)

کہا جاتا ہے کہ اس وقت تقریباً 90 ہزار کا مجمع مسجد نبوی شریف میں تھا... جنہوں نے اس واقعہ کو دیکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مُبارک کی زیارت کی جن میں حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی نور اللہ مرقدہ کا نام نامی بھی ذکر کیا جاتا ہے...

ہمارے حضرت سیدی و مرشدی حاجی محمد شریف صاحب رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ) فرمایا کرتے تھے اسکے بعد حضرت رفاعی رحمہ اللہ مسجد نبوی کے دروازے کے سامنے لیٹ گئے اور لوگوں سے کہا مجھ پر پاؤں رکھ کر گزرو یہ عمل آپ نے یہ تواضع وانکساری کیلئے کیا...اس پر حضرت حاجی صاحب سے کسی نے پوچھا پاؤں رکھا؟ حضرت نے اپنے خاص انداز میں فرمایا وہ مر ہی نہ جاتا جو حضرت سید پر پاؤں رکھتا...(سرمایہ عشاق)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حکیم الامت

حضرۃ تھانوی رحمہ اللہ کو زیارت

حضرت مولانا حافظ ناصر الدین صاحب خاکوانی مدظلہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے شیخ حضرت شاہ علاء الدین صاحب رحمہ اللہ نے سنایا کہ میرے شیخ حضرت خواجہ علی نواز صاحب رحمہ اللہ کا واقعہ ہے کہ انہوں نے اپنے مرشد حضرت خواجہ محمد سعید صاحب رحمہ اللہ سے اجازت چاہی کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی زیارت کر آؤں میں نے کسی کام کے سلسلہ میں گنگوہ جانا ہے وہاں سے تھانہ بھون قریب ہے تو اگر آپ اجازت عنایت فرمائیں تو میں حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی زیارت کر آؤں...

حضرت خواجہ محمد سعید صاحب رحمہ اللہ نے جواب میں فرمایا کہ دل تو میرا بھی بہت چاہتا ہے کہ میں سفر کر کے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی زیارت کرنے جاؤں لیکن حضرت کی نفاست طبع اور خانقاہ کے اصول کی پابندی کے پیش نظر ہمت نہیں پڑتی... اس لیے میں تو نہیں جاسکا تم جانا چاہتے ہو تو جاؤ اور زیارت کر آؤ...

پس اپنے شیخ کی اجازت کے بعد حضرت خواجہ علی نواز صاحب اپنے ایک ساتھی صوفی عبدالرحمٰن مظفر گڑھی کے ہمراہ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون پہنچے... بورڈ پر آویزاں اصول و آداب پڑھ کر معلوم ہوا کہ زیارت و ملاقات کا اب وقت نہیں آئندہ کل ظہر بعد ملاقات ہو سکے گی...

حضرت خواجہ علی نواز صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس اتنے پیسے تھے کہ واپسی کا کرایہ تھا جبکہ خانقاہ میں ٹھہرنے والوں کو اپنے پیسوں سے کھانا خریدنا پڑتا تھا... اس لئے اگر ہم رات کو ٹھہرتے اور کھانا کھا لیتے تو کرایہ ندارد... عجیب کشمکش کی

صورتحال پیدا ہوگئی... میں نے اپنے ہمراہی کو کہا کہ کوشش کرتے ہیں ملاقات و زیارت ہوجائے تا کہ رات کو نہ ٹھہرنا پڑے... حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے حجرہ پر موجود خادم کوصورت حال بتا کر گذارش کی ہمیں صرف زیارت مقصود ہے ہمیں اتنی اجازت دیدی جائے کہ ہم چند لمحوں میں زیارت کرلیں پھر واپس چلے جائیں گے...

خادم نے کہا یہ تو اصول کی خلاف ورزی ہوگی لہٰذا میں اس بارہ میں کچھ نہیں کر سکتا... حضرت خواجہ نے اپنے ہمراہی سے فرمایا آؤ! مسجد چلیں دو نفل پڑھ کر دعا کریں کہ ملاقات وزیارت کی کوئی صورت پیدا ہو...

نفل ادا کرنے کے بعد ہمراہی سے فرمایا آؤ اب دوبارہ کوشش کریں... صوفی عبدالرحمٰن نے عرض کیا حضرت ایک دفعہ پہلے بھی مجھے حضرت سے ڈانٹ پڑ چکی ہے لہٰذا میری ہمت تو نہیں آپ خود جا کر دیکھیں...

حضرت خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں مسجد سے نکل کر حجرہ پر پہنچا تو دروازہ پر خادم نہیں تھا میں نے موقع کو غنیمت جانا اور بسم اللہ پڑھ کر حجرہ میں ہوگیا... حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنی نشست پر تشریف فرما تھے اور کسی دوائی وغیرہ کو دیکھ رہے تھے... میرے یوں اچانک اندر آجانے پر مجھے دیکھا اور پھر حسب عادت پوچھا کون ہو کہاں سے آئے ہو اور کس غرض سے آئے ہو... میں نے سادہ لفظوں میں حقیقی صورتحال عرض کردی...

حضرت نے میری بات سنی اور پھر چند لمحوں کے لیے مراقب ہوگئے... اتنے میں خادم اندر آیا تو مجھے حجرہ میں دیکھ کر قہر آلود نظروں سے دیکھنے لگا...

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے خادم سے فرمایا کہ یہ میرے مہمان ہیں انہیں ساتھ لے جایئے اور گھر میں کہہ دیجئے کہ آج مچھلی بنالیں گے یہ رات بھی یہیں رہیں گے...

خادم مجھے اپنے ہمراہ لیکر چلا تو کہنے لگا آپ کون ہیں؟ حضرت تو ایسا خلاف معمول معاملہ اپنے خاص احباب یا قریبی عزیزوں سے کرتے ہیں...

خیرات کا کھانا حضرت کے ہمراہ کھانا نصیب ہوا... حضرت کے کہنے پر میں نے اپنا تعارف کرایا کہ سلسلہ نقشبند کے بزرگوں سے تعلق ہے اور اسی کا مبلغ ہوں... سلسلہ نقشبند کے اکابر کے تذکرہ پر حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ نے اپنا ایک مبارک واقعہ سنایا کہ کچھ عرصہ پہلے میں نے بھی حضرات مشائخ نقشبند میں سے حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے مکتوبات کا مطالعہ شروع کیا...

مجھے بعض جگہوں پر اشکال ہوا اور میں نے اس خیال سے ان جگہوں پر نشان لگا لیا کہ توفیق ملی تو ان مقامات کے بارہ میں اپنے تاثرات قلمبند کروں گا...

انہی ایام میں مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور آپ کے اردگرد اکابر مشائخ موجود ہیں... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مکتوبات مجدد کا وہی نسخہ کھلا ہوا ہے جو میرے زیر مطالعہ تھا اور نشان زدہ تھا میری حالت یہ ہے کہ مجھے مجرم کی حیثیت میں دربار رسالت میں پیش کیا گیا ہے...

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھے فرما رہے ہیں کہ تمہیں اس جگہ اشکال ہے... یہ بات صحیح ہے اس جگہ اشکال ہے یہ بات بھی صحیح ہے' یہ بات بھی صحیح ہے...

حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس مبارک خواب کے بعد پھر میں نے ان نشان زدہ جگہوں کی تعریف وتشریح میں قلم اٹھایا اور پھر میرے تمام اشکالات دور ہو گئے (ناقل ابوریحان یکے از خدام حضرت خاکوانی مدظلہ)

پیام آ ہی گیا

اللہ اللہ! جانِ جاناں کا پیام آ ہی گیا
لُطف کا پروانہ اِک دن میرے نام آ ہی گیا

جذبۂ بے اختیارِ شوق کام آ ہی گیا
اِک فقیر بے نوا تک دَورِ جام آ ہی گیا

عاجز و دَرماندہ، سر تاپاشکستہ، ہائے ہائے!
رفتہ رفتہ تا درِ بیت الحرام آ ہی گیا

آبِ حیواں کی تمنا تھی، سو پوری ہو گئی
چشمہ زمزم پہ آخر تشنہ کام آ ہی گیا

اپنے ارماں پورے کر لے، خُوب جی بھر کر یہاں
اے دِلِ بیتاب! لے تیرا مقام آ ہی گیا

میری جاں جس پر فِدا، کون و مکاں جس پر نثار
سامنے وہ روضۂ خیرالانام (صلی اللہ علیہ وسلم) آ ہی گیا

اُن کی یہ ذرّہ نوازی، اُن کا یہ جُود و کرم
بارگاہِ قُدس میں بہرِ سلام آ ہی گیا

حاضری اب ہو رہی ہے سال کے بعد اَے نفیسؔ
صبح کا بھولا ہوا گھر اپنے شام آ ہی گیا

(برگِ گل)

فرضِ محبت

اے دوست مرے واسطے بس اب یہ دُعا کر
کیفی کو الٰہی! غمِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم عطا کر

کچھ اشکِ ندامت کے سوا پاس نہیں ہے
لایا ہوں میں دامن میں یہی اپنے سجا کر

یہ اشکِ ندامت بھی بڑی چیز ہے اے دل
آنکھوں میں چھپا لے دُرِ مقصود بنا کر

اِک بار ہے دل کھول کے رونے کی تمنا
سر روضہ اقدس پر ندامت سے جھکا کر

عشاقِ مدینہ کی دُعاء ہے یہ خدا سے
جنت میں عطا ہم کو مدینہ کی فضا کر

کچھ اسوۂ حسنٰی پہ عمل بھی تو کر اے دل!
یہ فرض ِ محبت ہے، اسے بھی تو اَدا کر

دُنیا کی ہر اک چیز نگاہوں سے چھپاوے
یا رب! رُخِ پُر نور کی تصویر دکھا کر

توصیف کا حق کیا ہو اَدا تیری زباں سے
بس وردِ زباں صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ کر

(کیفیاتؔ)

جینا وہی جینا ہو گا

یہ حقیقت ہے کہ جینا وہی جینا ہو گا
جب مرے پیشِ نظر حُسن مدینہ ہو گا

شوقِ دل راہنما بن کر چلے گا آگے
جب رواں سُوئے حرم اپنا سفینہ ہو گا

آنکھ جب روضۂ اقدس کی جھلک دیکھے گی
یا خُدا کیسا مبارک وہ مہینہ ہو گا

میری آنکھوں میں سمٹ آئیگا حسنِ کونین
جس طرف آنکھ اُٹھاؤں گا مدینہ ہو گا

جب نگاہیں درِ احمد ﷺ پر بلائیں لیں گی
صرف آنکھیں ہی نہیں قلب بھی بینا ہو گا

حاضری ہو گی بصر شوق مواجہ کی طرف
دِل حضوری میں سعادت کا خزینہ ہو گا

نغمۂ وصل علیٰ ہو گا لبوں پر جاری
اور ماتھے پہ ندامت کا پسینہ ہو گا

چومتا نقشِ قدم اُن کے پھروں گا ہر سو
کیسا پُر کیف یہ جینے کا قرینہ ہو گا

بابِ جبریل سے گزروں گا دُعائیں پڑھتا
ذوق اور شوق سے معمور یہ سینہ ہو گا

اُن کی جب چشمِ کرم ہو گی دِل کیفیؔ پر
دل نہیں، پھر تو یہ انمول نگینہ ہو گا

(کیفیات)

لب پر دُرود

لَب پر دُرود، دِل میں خیال رسول ہے
اب میں ہوں اور کیفِ وصال رسول ہے
دائم بہارِ گلشنِ آلِ رسول ہے
سینچا گیا لہو سے نہالِ رسول ہے
حُسنِ حَسنؓ کو دیکھ، حُسینؓ حسیں کو دیکھ
دونوں میں جلوہ ریز جمالِ رسول ہے
ابو بکرؓ ہوں، عمرؓ ہوں، وہ عثمانؓ ہوں یا علیؓ
چاروں سے آشکار کمالِ رسول ہے
اِسلام نے غلام کو بخشی ہیں عظمتیں
سَردارِ مؤمنین، بلالؓ رسول ہے
ہاں نقشِ پائے ختمِ رُسُل میرا تخت ہے
اور سَر کا تاج خاکِ نعالِ رسول ہے
جامِ جَم اُس کے سامنے کیا چیز ہے نفیس
جس کو نصیب جامِ سفالِ رسول ہے
صلی اللہ علیہ وسلم

واللہ میں کہاں درِ خیر البشر کہاں

واللہ میں کہاں در خیر البشر کہاں
لے آئی آج مجھ کو میری چشم تر کہاں

جاگے نصیب خفتہ مدینے میں آ گئے
شب بھی یہاں سحر ہے سحر کی سحر کہاں

تاب نظر بھی دیتے ہیں وہ اذن نظر کیساتھ
ورنہ بشر کہاں درِ خیر البشر کہاں

پہلے پہل وہ گنبد خضراء کا دیکھنا
حیرت سے دیکھتی تھی نظر ہے نظر کہاں

کھوئے ہوئے سے پھرتے ہیں ہم جلوہ گاہ میں
ان کی خبر کے بعد اب اپنی خبر کہاں

اے ساکناں شہر حرم جاگتے رہو
شب بھی یہاں سحر ہے سحر کی سحر کہاں

یوسف انہوں نے سن لیا ورنہ حقیقتاً
میری دُعاء میں میری زباں میں اثر کہاں

حاضری

بے خود کھڑا ہوں روضۂ اطہر کے سامنے
ذرّہ ہے آفات منور کے سامنے
تھا میری تشنگی کو قیامت کا سامنا
اب خواب ہے یہ ساقی کوثر کے سامنے
دِل میں جمے ہوئے تھے بہت منظرِ جمال
دھندلا گئے ہیں گنبدِ اخضر کے سامنے
حیراں ہے آنکھ، عالم انوار دیکھ کر
اک تشنہ لب کھڑا ہے سمندر کے سامنے
ہوں شرمسار نامۂ اعمال دیکھ کر
کس طرح جاؤں شافعِ محشر کے سامنے
پیشِ نظر ہے جلوۂ فردوس کی بہار
گھر سے قریب آپ کے منبر کے سامنے

(کیفیات)

آرزوئے حیات

اس لیے آرزو ہے جینے کی
دیکھ لوں پھر زمیں مدینے کی

دُھن لگی ہو جسے مدینہ کی
اس کو حاجت نہیں سفینے کی

نام جب اُن کا آ گیا لب پر
ہر کدُورت دُھلی ہے سینے کی

راہِ طیبہ میں جو گذر جائے
زندگی ہے وہی قرینے کی

جو درِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے
عشقِ کنجی ہے اُس خزینے کی

چل مدینے اگر ضرورت ہے
قلبِ صد چاک چاک سینے کی

چاند اُن کے جمال کا پَر تو
بُوئے گل بُو اُسی پسینے کی

جام کوثر کا ساقی کوثر
مجھ کو بھی آرزو ہے پینے کی

اُن کے در پر گرا ہے اِک آنسو
خوش نصیبی ہے آبگینے کی

اُس پر لاکھوں دُرود ہوں کیفیؔ
ہر بُرائی جس نے کی نیکی

نطق و بیاں کھو گئے

تم سے کیفِ حضوری بیان کیا کروں جا کے بطحا میں قلب اور جاں کھو گئے
روح پر وجد کچھ ایسا طاری ہوا اپنی ہستی کے سارے نشاں کھو گئے
بے طلب ہی مرادوں سے دامن بھرا چار جانب ہے اِک بحر جود و سخا
جب خموشی ہی بننے لگی مدعا پھر تو الفاظ نطق و بیاں کھو گئے
اہلِ دِل تو سبھی مست و مدہوش تھے اور اہلِ نظر خود فراموش تھے
ہوش والوں کو بھی میں نے دیکھا یہی دیکھتے دیکھتے جالیاں کھو گئے
جب نگاہیں اُٹھیں سوئے بابُ السلام چھا گیا روح پر ایک کیفِ تمام
آ گیا برلبِ دل درود و سلام میری نظروں سے کون و مکاں کھو گئے
مسجد پاک میں جب جبیں جھک گئی فخر بہزآد کرنے لگی بندگی
کیا بتائیں ہمیں کیسی لذت ملی ان کا نقشِ قدم تھا جہاں کھو گئے

(حضرت بہزآد لکھنوی)

اضطرارِ مدینہ

مُبارک ہو اے بے قرارِ مدینہ
بُلاوا ہے یہ اضطرارِ مدینہ

ہو طے جلد اے رہ گذارِ مدینہ
بہت سخت ہے انتظارِ مدینہ

الٰہی دِکھا دے بہارِ مدینہ
کہ دِل ہے بہت بیقرارِ مدینہ

یہ دِل ہو اور انوار کی بارشیں ہوں
یہ آنکھیں ہوں اور جلوہ زارِ مدینہ

ہوائے مدینہ ہو بالوں کا شانہ
ہو آنکھوں کا سُرمہ غبارِ مدینہ

وہاں کی ہے تکلیف راحت سے بڑھ کر
مجھے گل سے بڑھ کر ہے خارِ مدینہ

کبھی گردِ کعبہ کے ہوں میں تصدق
کبھی جا کے ہوں میں نثارِ مدینہ

کبھی لطف مکہ کا حاصل کروں میں
کبھی جا کے لوٹوں بہارِ مدینہ

رہے میرا مسکن حوالی کعبہ
بنے میرا مدفن دیارِ مدینہ

پہنچ کر نہ ہو لوٹنا پھر وہاں سے
وہیں رہ کے ہوں جاں سپارِ مدینہ

بصد عیش سوؤں میں تا صبح محشر
جو ہو میرا مرقد کنارِ مدینہ

مجھے چپہ چپہ زمیں کا ہو طیبہ
میں ایسا بنوں راز دارِ مدینہ

میں پسماندہ ہوں کیوں نہ حسرت سے دیکھوں
سوئے عازمانِ دیارِ مدینہ

وہاں جلوہ فرما حیات النبیؐ ہیں
زہے زائرین مزارِ مدینہ

نمک بر جراحت ہے اُف ذکرِ طیبہ
کہ ہوں آہ میں دِلفگارِ مدینہ

میں جاؤں وہاں نیک اعمال لے کر
کہ یارب نہ ہوں شرمسارِ مدینہ

الٰہی بصد شوق مجذوب پہنچے
یہ ناکام ہو کامگارِ مدینہ

(حضرت مجذوبؒ)

سلامِ عقیدت

جناب یوسف قدیری صاحب

زہے مقدر حضورِ حق سے پیام آیا سلام آیا
جھکاؤ نظریں بچھاؤ پلکیں اَدب کا اعلیٰ مقام آیا
دُعاء جو نکلی تھی دِل سے آخر پلٹ کے مقبول ہو کے آئی
وہ جذبہ جس میں تڑپ تھی سچی وہ جذبہ آخر کو کام آیا
یہ کون سر سے کفن لپیٹے چلا ہے اُلفت کے راستے پر
فرشتے حیرت سے تک رہے ہیں یہ کون ذی احترام آیا
فضا میں لبیک کی صدائیں ز فَرش تا عرش گونجتی ہیں
ہر ایک قربان ہو رہا ہے زباں پہ یہ کس کا نام آیا
یہ راہِ حق ہے سنبھل کے چلنا یہاں ہے منزل قدم قدم پر
پہنچنا دَر پر تو کہنا آقا سلام لیجئے غلام آیا
یہ کہنا آقا بہت سے عاشق تڑپتے سے چھوڑ آیا ہوں میں
بلاوے کے منتظر ہیں لیکن نہ صبح آیا نہ شام آیا
خدا ترا حافظ و نگہبان او راہِ بطحا کے اچھے راہی
نوید صد نبساط بنکر پیام دَارُ السَّلام آیا

وہ دن قریب ہے کہ مدینہ کو جاؤں گا

وہ دن قریب ہے کہ مدینہ کو جاؤں گا
ہر گام پر جبینِ عقیدت جھکاؤں گا
جالی کے پاس تھام کے دِل کو بصد نیاز
جو گذر رہی ہے وہ سب کچھ سناؤں گا
دِل کا معاملہ ہے کوئی کھیل تو نہیں
روؤں گا گڑگڑاؤں گا آنسو بہاؤں گا
اُس خاکِ آستاں کو کرونگا جبیں سے مس
سوئے ہوئے نصیب ہیں اُن کو جگاؤں گا
آنسو ہیں کچھ ضرور مری چشمِ شوق میں
ان موتیوں کو عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں لُٹاؤں گا
وہ مئے پیوں گا جس کی سدا سے تلاش تھی
طے کر لیا ہے ہوش میں میں پھر نہ آؤں گا
بطحا پہنچ گیا جو میں مرشد کے فیض سے
بہزاد رکھ کے در پہ نہ سر کو اُٹھاؤں گا

(حضرت بہزاد لکھنوی)

الحمدللہ آج مورخہ ۱۹ ذوالحجہ ۱۴۳۷ھ

بمطابق 24 ستمبر 2016ء کو کتاب ہذا کی تالیف وترتیب مکمل ہوئی

اللہ تعالیٰ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل محبت اور کامل اطاعت نصیب فرمائے اور جملہ قارئین کو تمام دینی احکامات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے اور اس کتاب کو تمام خواتین حضرات کی علمی... عملی... اور اخلاقی اصلاح وتربیت کا ذریعہ بنائیں۔ آمین

علیہ توکلت والیہ انیب

بندہ محمد اسحٰق ملتانی غفرلہ (مرتب کتاب ہذا)

علماء خطباء واعظین و مبلّغین کیلئے نعمتِ عظمیٰ

خطبات سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر اکابر اہل اللہ کے
عام فہم مؤثر خطبات جو دل میں حقیقی محبتِ رسول
اور اتباع سنت کا جذبہ بیدار کرتے ہیں

مصروف حضرات کے لیے سیرت طیبہ
کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کیے ہوئے

آسان سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

سیرت طیبہ کا مطالعہ
ہر مسلمان کا دینی فریضہ

مجموعہ افادات

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ
حکیم الامت حضرۃ تھانوی رحمہ اللہ
حضرۃ مولانا سید میاں اصغر حسین صاحب رحمہ اللہ
حضرۃ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ
حضرۃ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمہ اللہ
حضرت مولانا ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ
حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ
مفکر اسلام سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ
مولانا سید مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ
حضرت مولانا محمد میاں صاحب رحمہ اللہ
فقیہ العصر حضرۃ مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ

محبت نبوی کا اہم تقاضا بھی ہے
مصروفیت کے اس دور میں مفصل سیرت
کے مطالعہ کی نسبت آسان پیرائے میں
مختصر اور جامع انداز زیادہ آسان ہوتا ہے...
اسی ضرورت کے پیش نظر سیرت طیبہ کے مضامین ترتیب
دیئے گئے ہیں جو دل میں اتباع سنت کا جذبہ بیدار کرنے
میں اپنی مثال آپ ہیں
سیرت طیبہ کے ہزاروں صفحات سے مبارک انتخاب
جو گویا مکمل سیرت طیبہ
پڑھ لینے کے برابر ہے۔



یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان 061-4519240